معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ

تحقیقی مقالہ (ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

ایاز بادشاہ

ایم فِل علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نمل

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جنوری 2019ء

معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ

تحقیقی مقالہ (ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

ایاز بادشاہ

ایم فِل علوم اسلامیہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر نور حیات خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نمل

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

جنوری 19۲۰ء

بسم الله الرحمن الرحيم

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوی کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: **معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ**

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: ایاز بادشاہ

رجسٹریشن نمبر: 1022-MPhil/IS/S15

ڈاکٹر نور حیات خان ______________

نگران مقالہ — دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی ______________

ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز — دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

بریگیڈیئر محمد ابراہیم ______________

ڈائریکٹر جنرل — دستخط ڈائریکٹر جنرل

تاریخ: ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں ایاز بادشاہ ولد امیر بادشاہ

رول نمبر:MP- IS15-034 رجسٹریشن نمبر:1022- MPhil/IS/S15

طالب، ایم فِل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ**

ایم فِل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور ڈاکٹر نور حیات خان کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: ایاز بادشاہ

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

انتساب

والدین کریمین کے نام جن کی دعاؤں کے طفیل توفیق ملی

اور بیٹی سعدیہ انعم کے نام جن کی محبت نے ہمت و حوصلہ دیا

اظہار تشکر

معاہدات نبوی اور پاکستانی نظام معیشت پر تحقیقی مقالہ لکھنا مشکل ترین تھا جو کہ رب کائنات کے فضل و کرم سے پایہ تکمیل کو پہنچا اور آسان کر دیا گیا جو اپنے بندوں پر اس قسم کا فضل و کرم کیا کرتا ہے۔ جس پر میں اس رب کریم کا بے انتہا شکر گذار ہوں۔

اپنے استاد اور نگران مقالہ محترم جناب ڈاکٹر نور حیات خان صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مسلسل توجہ اور ہمہ وقت راہنمائی سے مقالہ لکھنا ممکن ہوا۔ مفید مشوروں سے نوازا اور جہاں جہاں مقالہ میں اصلاح کی ضرورت تھی ان مقامات کی نشاندہی کی۔ اللہ تعالی ان کی عمر میں مزید خیر و برکت عطا کرے۔

شعبہ اسلامیات جامعہ نمل کے تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ علمی معاونت میں ساتھ نبھایا۔

صدر شعبہ علوم اسلامیہ ڈاکٹر عبد الغفار بخاری صاحب کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنی راہنمائی سے مقالہ کو مزید مفید بنا دیا۔

آخر میں اپنے برخودار حافظ افتخار بادشاہ کا شکر گذار ہوں جنہوں نے مجھے اس تحقیق کے سفر کی جانب راغب کرنے کے علاوہ باریک اور پیچیدہ معاشی اصطلاحات کو بھی قابل مفہوم بنا دیا۔ اللہ تعالی اس سعی قلیل کو قبول فرمائے۔ آمین

ABSTRACT

The Economic Impacts of the Treaties of Prophet (P.B.U.H): Reviewing the Economic System of Pakistan

Agreements/treaties of the Prophet Muhammad (Peace be Upon Him) with different countries is considered as an important topic among other main topics of the Seerah. Agreements are considered as of great importance in the society. In this modern era, economic treaties play a vital role for ties among countries, while those countries which are not a part of these economic agreements are treated as unfamiliar or strangers. Either they are not entertained with any terms of trade or they are suppressed and forced to adopt the proposed terms. Countries do not usually possess abundant resources in which they consider themselves independent of any other nation. Therefore, development of any country critically depends upon its international interaction to get rid of any kind of economic crisis.

As Islam is a religion of peace. It teaches justice and prohibits all kinds of depravation. Therefore, signing treaties for peace or international trade with the non-Muslim countries is not only permissible but is preferable keeping intact some specific requirements. The fruit of such agreements can only be enjoyed if acted according to the teachings of Prophet (P.B.U.H). In the golden age of Islam, many conditional contracts and agreements were made with the non-Muslim nations which rapidly revealed its economic impact and implications. Economic crisis was resolved, utmost standards of business ethics

were defined including cooperation and equality. The society based on evil and cruel economic drawbacks started to move towards highly developed nations. That is why, it is necessary to investigate thoroughly the treaties and agreements made by the Prophet (P.B.U.H) and review its positive impact on the economy in order to represent the universality and integrity of Islam.

In this association, the economic impacts of the treaties of Prophet (P.B.U.H): Reviewing the economic system of Pakistanis considered as the topic of the MPhil research study. In this study, according to the teachings of Seerah, the Islamic concept and way of conducting such agreements are covered. Along with the discussion on the results extracted, the importance of agreements for Pakistan's economic system, national and international economic contracts are widely discussed. And lastly, the solution for the prevailing obstacles and hurdles in Pakistan's economic system for adopting the Islamic way of conducting contracts are presented.

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	i
2.	حلف نامہ(Declaration)	ii
3.	انتساب(Dedication)	iii
4.	اظہار تشکر(A word of thanks)	iv
5.	ملخص مقالہ(Abstract)	v
6.	فہرست عنوانات(Table of Contents)	vii
7.	**مقدمہ**	ix
8.	**باب اول: اسلام کا تصور معاہدات**	۱
9.	فصل اوّل: معاہدے کا مفہوم	۲
10.	فصل دوم: معاہدہ کی بدولت انسانی زندگی پر اثرات	۹
11.	فصل سوم: انسانی معاشرہ میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت	۲۱
12.	فصل چہارم: معاہدے کا تاریخی پس منظر	۳۶
13.	فصل پنجم: معاہدے کے اصول وضوابط	۵۲
14.	**باب دوم: معاہدات نبوی اور معاشی اثرات**	۶۹
15.	فصل اوّل: پیدائش دولت	۷۰
16.	فصل دوم: تقسیم دولت	۸۶
17.	فصل سوم: صرف دولت	۱۰۰
18.	فصل چہارم: معاشی اصلاحات	۱۱۱
19.	**باب سوم: معاہدات نبوی اور اعلی تجارتی فرائض**	۱۲۲
20.	فصل اوّل: حلال وحرام	۱۲۳
21.	فصل دوم: مساوات	۱۲۳

22.	فصل سوم: تعاون	۱۳۱
23.	فصل چہارم: اخوت	۱۴۷
24.	**باب چہارم: معاہدات نبوی کے روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا علمی و تطبیقی جائزہ**	۱۵۵
25.	فصل اوّل: پاکستانی نظام معیشت میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت	۱۵۶
26.	فصل دوم: دور جدید کے قومی وبین الاقوامی معاشی معاہدے	۱۶۵
27.	فصل سوم: معاہدات نبوی اور پاکستانی نظام معیشت کا علمی و تطبیقی جائزہ	۱۷۵
28.	خلاصہ بحث	۱۸۴
29.	نتائج بحث	۱۸۶
30.	تجاویز وسفارشات	۱۸۸
31.	فہرست آیات کریمہ	۱۹۰
32.	فہرست احادیث مبارکہ	۱۹۳
33.	فہرست اصطلاحات	۱۹۶
34.	فہرست شخصیات	۱۹۸
35.	فہرست اماکن	۱۹۹
36.	فہرست مصادر ومراجع	۲۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین و الصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ و اھلِ بیتہ وذریاتہ اجمعین۔

موضوع تحقیق کاتعارف (Introduction of the Research Topic)

پرودگار عالم نے تمام کائنات کو ایک مقصد کے خاطر پیدا کیا ہے جس کے اندر ہر مخلوق ایک خاص حکمت کے تحت زندگی گزار رہی ہیں۔ان مخلوقات میں سے ایک مخلوق انسان بھی ہے جو اس کائنات کا ایک واضح حصہ ہے۔جسے خدا تعالی نے اس کارخانہ عالم میں سب سے اعلی واشرف مخلوق قرار دیا ہے۔یہ فضیلت انسان کو ان کی جسمانی بناوٹ، مخصوص خوراک کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے اندر اپنے رب کی تابعداری و اطاعت کی صلاحیت بدرجہ اتم ہونے کی وجہ سے حاصل ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رب کائنات کے برگزیدہ بندے اور عظیم ہستیاں جو انبیاء کرام ہیں وہ بھی انسان تھے۔اسی خصوصیت کی بناء پر انسان دیگر مخلوقات سے ممتاز ہوجاتا ہے۔اس عالم میں انسان کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی۔رب کائنات نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے ایک حکمت کی خاطر ہر دور میں مختلف انبیاء کرامؑ بھیجے ہیں تاکہ وہ اپنے رب کے اطاعت گزار بندے بن کر دین ودنیا کی کامیابیاں حاصل کرے، چنانچہ سلسلہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر پیغمبر اسلام ﷺ پر آکر ختم ہوا ہے۔اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کو ادیان سماویہ میں دین اسلام عطا کیا ہے۔دین اسلام دین ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ دین فطرت بھی ہے۔اسلام کا ہر پہلو عین فطرت کے مطابق ہے اور یہی دین زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اجمالی وتفصیلی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔یہی بات دین اسلام کو دیگر مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔انبیاء کرامؑ میں سب سے آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت بھی آخری امت ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے اسلام کی وضاحت وتشریح مختلف اندازسے کی ہیں، کبھی وحی متلو کے پیش نظر جو قرآن کی صورت میں ہیں یا اپنے اقوال سے جو احادیث کہلاتی ہیں، لیکن اکثر وبیشتر آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے بھی کی گئی ہیں جسے سیرت کا نام دیا جاتا ہے۔سیرت وہ علم ہے جس میں پیغمبر اسلام کی نجی وذاتی زندگی، اور وہ واقعات

واحوال جو عہد نبوی ﷺ میں رونما ہو چکے ہیں یا ان جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہیں انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، اخلاقی کردار ہو یا معاشرتی، عدالتی نظام ہو یا سیاسی اور حالت امن ہو یا حالت جنگ تمام کے تمام کے پہلو روز روشن کی طرح عیاں اور محفوظ ہیں۔ سیرت کے اہم موضوعات میں سے ایک اہم موضوع رسول اللہ ﷺ کے مختلف اقوام کے ساتھ کئے گئے معاہدات ہیں۔

یہ سیرت طیبہ میں ایک ضروری باب شمار کیا جاتا ہے۔ انسانی معاشرے میں معاہدات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ معاہدات کا تصور عہد قدیم سے چلا آرہا ہے جس میں عوام کے حقوق کا تحفظ اور پامالی سے اجتناب پر اصول وضوابط متعین کئے جاتے ہیں۔

معاہدات در حقیقت دو قبائل یا اقوام کے درمیان اس اتفاق کا نام ہیں جس میں دونوں طرف کے حقوق متعین کر کے جانبین سے اس کی پاسداری لازمی قرار دی جاتی ہیں۔ معاہدات نبوی کے معاشی پہلو سب سے نمایاں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ منورہ میں ہر طرف افراتفری تھی۔ امن ناپید تھا۔ جنگ بعاث کے آثار باقی تھے، سرداری و حکمرانی کی کش مکش عروج پر تھی، دینی رجحانات معدوم ہو چکے تھے، سماج نام کی کوئی چیز باقی نہیں تھی۔ ان تمام حالات کے پیش نظر پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ منورہ میں بسنے والے تمام قبائل سے معاہدے کئے۔ ان کی پاسداری کا خاص خیال رکھا۔ اس کے معاشی پہلو کی بدولت ریاست مدینہ ایک کامیاب و مستحکم مملکت قرار پائی۔ ایک ایسے پر امن اسلامی معاشرہ کی بنیاد فراہم کی جس سے سرزمین عرب میں مدینہ منورہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔

موضوع تحقیق کی اہمیت .(Importance of the Research Topic)

کسی بھی قوم یا ملک سے معاہدہ کرنا اس کی نشاندہی مقصود ہوتی ہے جس سے دشمن متعین ہو جاتا ہے۔ اس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے شر سے بچنا مشکل نہیں بلکہ آسان ہو جاتا ہے۔ معاہدہ کسی بھی ریاست کے تمام تعلقات میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ہر ریاست چاہتی ہے کہ اس کی سرحدیں تمام تنازعات سے محفوظ ہو۔ پڑوسی ممالک کے ساتھ سرحدی تعلقات اچھے طریقے سے استوار ہو۔ اسی خاص مقصد کے لئے ریاست پڑوسیوں اور باقی ممالک کے ساتھ معاہدے کئی اقسام پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں بھی معاہدے بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جس کے اندر معاہدات کے اصول و شرائط مقرر کر کے پاسداری لازمی قرار دی جاتی ہے۔ مختلف نوعیت کے دفاعی، باہمی امن و سلامتی اور تجارتی معاہدے کئے جاتے ہیں۔ جس کے ذریعے سے اسلامی نظام

حکومت کو خوب استحکام حاصل ہو جاتا ہے۔ اقتصادی معاہدات کے اندر ہر طرح کے مفادات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

حالیہ دور کے اندر معاشیات کسی بھی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس دور جدید کو معاشیات کا دور کہا جاتا ہے کیونکہ جس ملک کو معاشی استحکام حاصل ہو اس کے اندر خوش حالی اور امن ومان قائم ہو تا ہے۔ اگر اقتصادی بحران ہو تو یہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثر انداز ہو تا ہے۔ جس کی وجہ سے ملک کے اندر غیر یقینی صورتحال پیدا ہو جاتے ہیں اور بیروزگاری بڑھ جاتی ہے۔

اس دور جدید میں دوست یا حریف قوموں کے معاشی معاہدات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کوئی بھی مملکت یا قوم معاشی معاہدوں کے بغیر اجنبی تصور کئے جاتے ہیں۔ جس کے بغیر ملک کی معاشی ترقی اور منصوبہ بندی ایک خواب خیال بن کر رہ جاتا ہے۔ اس وجہ سے ہر ملک کسی نہ کسی کے ساتھ معاشی معاہدات کے تعلقات کو استوار کرتا ہے تاکہ دیوالیہ ہونے اور اقتصادی بحران سے بچ نکلے اور عوام کی فلاح و بہبود پر خاص توجہ برقرار رکھ سکے۔ اسلام امن کا مذہب ہے۔ عدل وانصاف کا درس دیتا ہے۔ فتنہ وفساد کی ممانعت کرتا ہے۔ اسلام کے اندر غیر مسلم اقوام اور ممالک کے مابین امن وامان کے قیام کے لئے معاہدے کرنا مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے بلکہ اسے مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ ان معاہدات سے فوائد و ثمرات کا حصول اس وقت ممکن ہوتا ہے جب یہ اسوہ رسول ﷺ کے عین مطابق ہو، منشاء رسول کے خلاف نہ ہو چنانچہ عہد رسالت میں مختلف غیر مسلم اقوام کے ساتھ کچھ اصول وضوابط کے تحت کئی معاہدے کئے گئے تھے جن کے بروقت دورس نتائج سامنے آئے کہ اس سے اُس وقت کے استحصالی نظام کا خاتمہ ہوا۔ اقتصادی بحران حل کیا گیا۔ معاشی بدحالی کا شکار معاشرہ ترقی کی طرف گامزن ہوا۔ حالیہ دور میں ہر ملک میں قدرتی وسائل وذخائر موجود ہیں جس سے استفادہ کی ممکن حد تک کوشش کی جاتی ہیں۔ ضرورت کی بناء پر ان ذخائر کا تبادلہ بھی کیا جاتا ہے تاکہ اپنے ملک کے شرح زر مبادلہ میں اضافہ کر سکے۔ اس بناء پر مسلم ممالک کے درمیان مختلف نوعیت کے معاشی معاہدے کئے جاتے ہیں اور ذخائر کا تبالہ بھی، تاکہ ان سے بھرپور فائدہ حاصل کر کے اپنے ملک میں مزید معاشی استحکام لائے۔

بنابریں یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ نبوی دور کے معاشی معاہدوں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کر کے اس کے معاشرے پر مثبت اثرات کا حقیقی طور پر جائزہ لیا جائے تاکہ اسلام کی جامعیت واکملیت مزید واضح ہو جائے۔ اسی کے پیش نظر ایم فل کے تحقیقی مقالہ کے لئے "معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ" کا عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں سیرت طیبہ کی روشنی میں معاہدات نبوی کا اسلامی تصور وطریقہ کار اور اس

سے حاصل شدہ نتائج پر بحث کرتے ہوئے پاکستانی نظام معیشت میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت، قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے اور پاکستانی نظام معیشت کا علمی و تطبیقی جائزہ سمیت اس نظام میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل واضح کیا گیا ہے۔

نیز وہ معاہدات جن کے معاشی پہلو نمایاں ہیں، سیرت کی روشنی میں ان کا تحقیقی و تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ (Basic Problem of the Research Topic)

مقالہ ہذا میں معاہدات نبوی کے معاشی پہلو اور اس کے معاشرے پر ہونے والے گہرے اثرات کا تحقیقی طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔

موضوع تحقیق پر سابقہ کام کا جائزہ (Literature Review)

موضوع زیر بحث پر لٹریچر موجود ہے اس سلسلے میں چند قابل ذکر کتابیں اور ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

1. الوثائق السیاسیۃ

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے اس کتاب میں مکاتیب نبوی اور معاہدوں کی تحریرات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

2. اسلام کی سیاسات خارجہ:

اس کتاب کے اندر پروفیسر محمد یسین صاحب نے ملکی خارجہ پالیسی میں معاہدات کی اہمیت بہت تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں اور منفرد انداز سے معاہدات کا سفارتی پہلو اجاگر کیا ہے۔

3. معاہدات نبوی کے معاشی اثرات پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے محمد کاشف غفور نے زیر نگرانی ڈاکٹر محمد اکرم رانا ایم فل سطح کی تحقیق کی ہیں۔ جس کے اندر عصر حاضر اور پاکستانی نظام معیشت کے حوالے سے تذکرہ موجود نہیں ہیں، چنانچہ زیر نظر مقالہ میں اس موضوع کو آگے بڑھا کر پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے محترم مصباح جمیل صاحب نے معاہدات نبوی کی سیاسی و دعوتی افکار مقالہ کی حیثیت سے اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں محترم معین الدین ہاشمی صاحب نے معاہدات نبوی کا فقہی مطالعہ کے نام سے پی۔ایچ۔ڈی سطح کی بھی تحقیق کی ہیں۔ واضح رہے کہ معاہدات نبوی کا ذکر کتب سیرت میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں لیکن اس کے معاشی پہلو کا مفصل تجزیہ کسی کتاب یا مقالے کی صورت میں سامنے نہیں آیا، لہذا اس پر تحقیقی و تجزیاتی بحث کی ضرورت تھی۔ اسی لئے زیر نظر مقالہ میں اس کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔

مقاصد تحقیق (Objectives of the Research)

موضوع زیر بحث پر علمی تحقیق سے درج ذیل مقاصد کا حصول مقالہ نگار کے پیش نظر ہے:

1. معاہدات کی ضرورت واہمیت کو بیان کرنا۔
2. معاہدات نبوی ﷺ کے معاشی اثرات کا جائزہ۔
3. معاہدات نبوی ﷺ کے معاشرے پر مرتب ہونے والے معاشی اثرات کا تفصیل سے وضاحت کرنا۔
4. پاکستان کے نظام معیشت میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل پیش کرنا۔

تحقیقی سوالات (Research Questions)

1. اسلامی تعلیمات میں معاہدات کی اہمیت کیا ہے؟
2. معاہدات نبوی کے معاشی پہلو کا معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟
3. پاکستان کے معاشی مسائل کے حل میں معاہدات نبوی ﷺ کی اہمیت کیا ہے؟
4. معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت میں معاشی اصلاحات کیونکر ممکن ہے؟

اسلوب تحقیق (Research Method)

موجودہ زمانے میں بحث و تحقیق کے کئی اسالیب رائج ہیں:

1. تجزیاتی 2. تنقیدی 3. تقابلی

ان میں سے پہلا انداز مقالہ نگار کے پیش نظر رہا ہے، چنانچہ تجزیاتی انداز اپناتے ہوئے موضوع زیر بحث کے معاشی پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر طرح کا گہرا تجزیاتی جائزہ لیا گیا تاکہ معاہدات کی یہ جہت مکمل واضح ہو جائے اور اس میں کوئی ابہام نہ رہے۔

علاوہ ازیں موضوع چونکہ سیرت طیبہ سے تعلق رکھتا ہے لہذا سیرت کی امہات الکتب اور بنیادی ماخذوں سے استفادہ کیا گیا نیز موضوع کی دیگر جہات سے متعلق مواد بھی سامنے رکھا گیا۔ جدید سہولیات کے پیش نظر انٹرنیٹ کی مختلف سائٹس سے بھی مدد لی گئی ہے۔

باب اول	اسلام کا تصور معاہدات
فصل اول	معاہدے کا مفہوم
فصل دوم	معاہدہ کی بدولت انسانی زندگی پر اثرات
فصل سوم	انسانی معاشرہ میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت
فصل چہارم	معاہدے کا تاریخی پس منظر
فصل پنجم	معاہدے کے اصول وضوابط

فصل اول

معاہدے کا مفہوم

فصل اول   معاہدے کا مفہوم

لغوی تحقیق

لفظ معاہدہ باب مفاعلہ سے مصدر ہے۔ معاہدہ مزید فیہ ہے اور اس کا مجرد عھد باب سمع سے آتا ہے۔ مقائس اللغۃ میں عہد کا اصل معنی ہے:

"الِاحْتِفَاظُ بِالشَّيْءِ وَإِحْدَاثُ الْعَهْدِ بِهِ"(1)

ترجمہ: کسی بھی چیز کی حفاظت کرنا عہد کہلاتا ہے۔

باب مفاعلہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے اندر مشارکت کا معنی پایا جاتا ہے۔ معنوی اعتبار سے ہر ایک فاعل اور دوسرا مفعول واقع ہوتا ہے۔ المصباح المنیر میں ہے:

"وَمُعَاهِدٌ أَيْضًا بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ لِأَنَّ الْفِعْلَ مِنْ اثْنَيْنِ فَكُلُّ وَاحِدٍ يَفْعَلُ بِصَاحِبِهِ مِثْلَ مَا يَفْعَلُهُ صَاحِبُهُ بِهِ فَكُلُّ وَاحِدٍ فِي الْمَعْنَى فَاعِلٌ وَمَفْعُولٌ وَهَذَا كَمَا يُقَالُ مُكَاتِبٌ وَمُكَاتَبٌ(2)

عاہِد اور معاہَد دونوں کا مصداق بعض اوقات ایک ہو جاتا ہے جیسا کہ مکاتِب اور مکاتَب ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اگر کہا جائے عاھد المسلمون الکفار مسلمانوں نے کفار سے معاہدہ کیا۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاہدہ یک طرفہ نہیں بلکہ جانبین سے ہے مسلمانوں اور کفار نے آپس میں معاہدہ کیا۔ عہد لغت عرب میں کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ عہد کے تمام معانی کا مفہوم یکساں ہیں کہ جس میں کسی چیز کی رعایت ملحوظ ہوتی ہو۔ تاریخ کو بھی اس لئے عہد کہتے ہیں کہ اس کے واقعات کی محافظت ہوتی ہیں۔ عہد کے معانی مندرجہ ذیل ہیں:

حلف وقسم

عہد حلف کے معنی میں آتا ہے اس لئے حلیف اس بندے کو کہا جاتا ہے جو کسی بات پر وفاداری کی قسم لے لیں اور عہد قائم کرے جیسا کہ ابو ذؤیب کا قول ہے:

"فسوفَ تقولُ إنْ هِيَ لم تجِدْني ... أخانَ العهدَ أم أثِمَ الحليف"(3)

میرے نہ ہونے کی صورت میں وہ کہیں گی کہ اس نے عہد شکنی کی یا حلیف اپنے قسم کے سبب گناہ گار ہوا۔

---

1) ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا. معجم مقاییس اللغۃ. بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۰ص:۴/ ۱۶۷

2) حموی، احمد بن محمد. ، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر. بیروت: مکتبہ علمیہ. ص:۲/ ۴۳۵

3) مرصی، ابوالحسن علی بن اسماعیل. المحکم والمحیط الاعظم. بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۰، ص:۳/ ۳۴۵

جو حضرات غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور انھوں نے ان شرکاء کی فضیلت کلام الٰہی سے معلوم کیا تو ان کی دلی خواہش ہوئی کہ آئندہ قتال کی نوبت آئے تو ہم ضرور شرکت کریں گے اس پر یہ آیت کریمہ اتری:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا مَا عاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾[1]

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے اللہ سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا۔

جو صحابہ کرام غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اہل بدر کے فضائل دیکھ کر اللہ سے عہد کرنے لگے "کہ ہم ضرور کفار کے خلاف لڑیں گے[2]۔

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "لاَ حِلْفَ فِي الإِسْلاَمِ" حدیث کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

((قَالَ: «لاَ حِلْفَ فِي الإِسْلاَمِ» فَقَالَ: قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالأَنْصَارِ فِي دَارِي))[3]

کہ اس حلف سے مراد وہ عہد وپیمان ہے جو مہاجرین وانصار کے درمیان قائم کیا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے اندر حلف وعہد مشروع ہیں، اور "لاَ حِلْفَ فِي الإِسْلاَمِ" حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے اندر دور جاہلیت کے وہ عہد جو ظلم پر مشتمل تھے، ان کا اعتبار نہیں۔

عقد

عقد سے مراد ایسا عہد وپیمان ہے جس کے اندر شدت اور تاکید ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے "عھدت الی فلان بکذا[4] کہ میں نے فلاں سے اس چیز کے بارے میں عہد کیا، تو اس سے صرف التزام مراد ہوتا ہے لیکن اگر کہا جائے "عاقدتہ او عقدت علیہ " اس سے مراد ایسا عہد وپیمان ہوتا ہے جو مؤکد ہو۔ معاقدہ سے مراد معاہدہ ہی ہوتا ہے، جیسے "تعاقد القوم ای تعاھدوا" قوم نے معاقدہ یعنی معاہدہ کیا۔ عہد کے معانی میں سے ایک معنی عقد بھی آتا ہے[5]۔

باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1]) سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۱۵

[2]) علی بن محمد بن ابراہیم (امام). لباب التاویل فی معانی التنزیل. بیروت: دار الکتب العلمیہ. ص: ۵/ ۱۷۶

3) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (امام). صحیح بخاری. بیروت: دار احیاء تراث، ۲۰۰۱. کتاب الادب، باب الاخاء والحلف، حدیث نمبر: ۶۰۸۳، ص: ۸/ ۲۲

[4]) الجزائری، نور الدین (شیخ). الفرق اللغویہ. بیروت: موسسہ النشر الاسلامی. ص: ۱/ ۳۶۵

[5]) ایضا، ص: ۱/ ۳۶۵

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾[1]

اے مؤمنو! عقد وپیمان کو پورا کرو۔

عقود عقد کی جمع ہے بمعنی ربط محکم، پھر یہ عقد محکم میں مضبوطی پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوا۔ عقود کے معنی میں کئی اقوال ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. عقود سے مراد وہ عہود ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں سے اطاعت گذاری پر لئے ہیں۔
2. اس سے مراد وہ معاملات ہیں جو لوگ روزمرہ آپس میں طے کرتے ہیں جیسے خرید وفروخت اور اجارہ۔
3. عقود وہ عہد وپیمان ہیں جو دور جاہلیت کے اندر مظلوم کی مدد ونصرت کے لئے گئے تھے۔

اصح قول کے مطابق اس سے مراد اللہ تعالی کے اپنے بندوں پر مقرر کردہ وہ احکام دینیہ ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا کرتے ہیں جیسے دیانت اور انصاف پر مبنی وہ معاملات جنہیں دین نے واجب قرار دیا ہے، اس کی پاسداری کرنے کا حکم دیا گیا ہے[2]۔

وصیت

وصیت سے مراد یہ ہے کہ بطور احسان کسی کو مرنے کے بعد اپنے مال کا مالک بنادے۔ حکم یا بات میں تاکید پیدا کرنے لے لئے وصیت کی جاتی ہے۔ قرآن پاک میں لفظ عہد بمعنی وصیت مستعمل ہیں:

﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ﴾[3]

جو اللہ کے عہد کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں۔

امام ابن جریر طبریؒ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو وصیت کرتے ہیں اس بات کا کہ ان کی اوامر کی اطاعت کی جائے اور اس کے منع کئے گئے احکام سے اجتناب واحتراز، خواہ وہ احکام اللہ تعالی کی کتاب میں ہو یا بزبان پیغمبر بیان کیا گیا ہو[4]۔

اللہ تعالی کے تاکید کردہ احکام پر عمل متروک کرنا نقض عہد ہی ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے تورات میں اس بات پر عہد لیا تھا کہ یہ اپنے قوم کو اس بات کی تاکید کرے کہ محمد ﷺ کی

---

[1] سورۃ المائدہ:۵/۱

[2] آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ (امام). روح المعانی. بیروت: دار الکتب العلمیہ. ص:۴/۳۵۸

[3] سورۃ البقرۃ:۲/۲۷

[4] طبری، محمد بن جریر بن یزید (امام). جامع البیان فی تاویل القران. بیروت: دار القلم ۲۰۰۰ء. ص:۱/۴۱۰

نبوت کا اقرار اور تصدیق اُس وقت کر لیا کریں گے جب وہ اعلان نبوت کرے، لیکن اعلان نبوت کے بعد ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق نہیں کی بلکہ جھٹلایا اور اُسی عہد کو توڑ ڈالا۔[1]

میثاق

عہد بمعنی میثاق بھی ہے۔ جس طرح عہد کے اندر کسی بات یا حکم کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح میثاق کے اندر بھی محکم کا معنی پایا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَبَذَهُ﴾[2]

اِن لوگوں نے جب بھی اللہ سے عہد واثق (پختہ عہد) کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو پھینک دیا۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مالک بن صیف نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نے اپنی کتابوں میں اللہ تعالی سے عہد کیا تھا اور نہ میثاق، جس پر یہ آیت نازل ہوئی[3]۔

معاہدے کا اصطلاحی مفہوم

معاہدے کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ چند افراد یا دو جماعتوں کے مابین یا ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ جنگ بندی یا معاملات کے حل کے لئے اس اتفاق رائے کا نام ہے جس کے اندر کچھ ایسے اصول وضوابط متعین کئے جائے، جس کی پاسداری جانبین پر لازم ہوتی ہے، معاہدہ کہلاتا ہے[4]۔یعنی معاہدہ ہر وہ اتفاق ہے جو مختلف ممالک کے مابین باہمی رضامندی کے ساتھ قانونی روابط کے قیام کے لئے خاص قواعد وضوابط کے تحت محدود مدت کے لئے کیا جائے۔ جس کے اندر دو فریق کے درمیان خاص شرائط مقرر کی جاتی ہیں جن کی رعایت دونوں کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ انسان نیکی اور جائز امور میں معاہدے کر سکتے ہیں لیکن اس کی پاسداری اور وفاداری لازم ہو جاتی ہیں۔ یہ لزوم اس لئے ہے کہ جب انسان کسی چیز پر معاہدہ کرتا ہے تو اس کی آزادی ان امور کے دائرہ میں مقید ہو جاتی ہے جس پر دونوں طرف سے اتفاق کیا گیا ہے، مثال کے طور پر اگر کہا جائے کہ میں آپ سے کل فلاں وقت پر اس کام کے بارے میں فلاں جگہ ملوں گا، تو معاہِد کے لئے ضروری ہے کہ وقت معین کا خاص خیال رکھے اور اپنے آپ کو اس

---

[1]) ابو اللیث سمرقندی (امام). بحر العلوم. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء. ص: ۱/ ۳۲

[2]) سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۰۰

[3]) اندلسی، ابو حیان بن یوسف (امام). البحر المحیط فی التفسیر. بیروت: دار الفکر ۱۹۹۸ء. ص: ۱/ ۴۲۰

[4]) زحیلی، وھبہ بن مصطفی (ڈاکٹر). آثار الحرب. بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۱ء.، ص: ۳۳۹

وقت سے آزاد نہ سمجھے۔ یہی ایفاء عہد ہے، اگر ان امور کا مقرر وقت پر لحاظ نہیں رکھا گیا تو اسے بدعہدی یا عہد شکنی کہا جاتا ہے جو اسلام کے اندر مکروہ وممنوع ہیں۔

مفہوم معاہدہ کے مصداقات

مہادنہ اور موادعہ جیسے الفاظ معاہدہ کے مفہوم میں داخل ہیں ،البتہ لغوی معنی میں ان الفاظ کا استعمال مخصوص حالات کے پیش نظر کیا جاتا ہے، چنانچہ موادعہ آپس میں جنگ بندی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مہادنہ صلح کی وہ صورت ہوتی ہیں جو قتل وغارت کے بعد کی جاتی ہیں نہ کہ اس سے پہلے۔ کبھی کبھار مہادنہ صلح مؤقت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے بہر حال جنگ بندی کا مفہوم مذکورہ تمام الفاظ میں موجود ہیں۔ یہ تمام الفاظ زیر نظر مقالہ کے موضوع کے ساتھ خوب مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ یہ الفاظ معاہدات رسول میں لفظ معاہدہ کے مصداق کے طور پر استعمال ہوئے ہیں[1]۔

لغوی واصطلاحی معنی میں مناسبت

عہد اور معاہدہ کے الفاظ میں کافی مناسبت پائی جاتی ہیں۔لغوی معنی میں ان دونوں کا استعمال الگ الگ ہے۔ عہد میں انفرادیت اور معاہدہ میں مشارکت کا معنی پایا جاتا ہے، البتہ مفہوم کے لحاظ سے معنی مشترک ہے کہ کسی چیز کی مکمل حفاظت اور رعایت کرنا اور یہی معنی دونوں میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ جیسا کہ عہد کی مثال ہے کہ بعثت نبوی سے قبل عبد اللہ ابن ابی الحساء نے رسول اللہ ﷺ سے خرید وفروخت کا معاملہ کرکے کہا: کہ کل فلاں وقت اس جگہ ملیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے عہد کی پاسداری کرتے ہوئے اسی مقام پر بروقت پہنچے اور تین دن انتظار کئے رکھا[2]۔

اور معاہدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن فرقد السلمی کو گھر بنانے کیلئے زمین دی جس میں کسی فرد کو دخل اندازی کی اجازت نہیں تھی[3]۔

عہد کے اقسام

عہد دو قسم پر ہیں، عہد باللہ وعہد بالناس، عہد باللہ کے تین مفہوم بیان کئے جاتے ہیں:

---

1) مالکی، شمس الدین محمد بن محمد (امام). مواہب الجلیل لشرح مختصر الخلیل. بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۸ء. ص: ۴/ ۵۵۹

2) سجستانی، سلیمان بن اشعث (امام). سنن ابی داود. طبع سوم. بیروت. مکتبہ عصریہ، حدیث نمبر: ۴۹۹۸، : ۴/ ص ۴۵۶

3) حمید اللہ، (ڈاکٹر). مجموعۃ الوثائق السیاسیہ. طبع ششم. بیروت: دار النفائس، ۱۹۹۶ء. ص: ۳۱۱

۱۔ اللہ تعالی کی وہ وصیت انسانوں کو جو اس نے اوامر بجالانے اور نواہی سے باز رکھنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے کی ہیں۔

۲۔ یا اس سے مراد وہ عہد ہے جو اہل کتاب سے تورات میں لیا گیا کہ نبی آخر الزمان کے تشریف آوری کے بعد ان کی تصدیق کرنا اور ان کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہو گا۔

۳۔ یا وہ عہد الست ہے جو صلب آدم سے نکالنے کے بعد تمام ذریت آدم سے لیا گیا[1]۔

عہد بالناس

عہد بالناس سے مراد ہر وہ عقد وپیمان ہے جو لوگوں کے درمیان کئے جاتے ہیں مثلاً عقد نکاح، خرید وفروخت کے معاملات اور مسلمانوں و کفار کے درمیان صلح کا قیام جیسی صورتیں شامل ہیں۔ان تمام کا لحاظ رکھنا اور پاسداری کرنا ضروری ہے[2]، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾[3]

اے مؤمنو! عقد وپیمان کو پورا کرو۔

---

[1]) ابن کثیر، عمادالدین اسمعیل دمشقی (حافظ). تفسیر القرآن العظیم. بیروت: دار العلم، ۲۰۰۴ء، ص: ۱/ ۲۱۰

[2]) واحدی، علی بن احمد بن محمد بن علی ابو الحسن نیسابوری (امام). التفسیر البسیط. ریاض: عمادۃ البحث العلمی، ۲۰۰۴ء. ص: ۱۳/ ۳۲۹

[3]) سورۃ المائدہ: ۵/ ۱

فصل دوم

معاہدہ کی بدولت انسانی زندگی پر اثرات

فصل دوم معاہدہ کی بدولت انسانی زندگی پر اثرات

امانت

امانت کا خاص خیال رکھنا ایمان کی علامتوں میں سے ایک ہے اور علامت اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس امانت میں معاملات کی ایسی بے شمار قسمیں آجاتی ہیں جس کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں عہد کا لفظ بمعنی امانت استعمال ہو چکا ہے، چنانچہ باری تعالی فرماتے ہیں:

﴿بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى﴾[1]

ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے۔

آیت کے پہلے حصے میں امانت کا ذکر ہے، جس کی بناء پر اس آیت کا معنی مفسرین نے بیان کیا ہے:

"أي بعهد الله الذي أخذ عليهم بأداء الأمانة، وهي نعت محمد صلّى الله عليه وسلم"[2]

امانت بھی ایک عہد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صفات میں سے ایک عمدہ صفت تھی۔ جو کوئی اپنے عہد کی پاسداری کرے یعنی امانت کی ادائیگی کا خاص خیال رکھے، تو اللہ تعالی ایسے بندوں سے خوب محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالی کا اپنے بندوں سے آسمانی کتابوں کا عہد لینا

اللہ تعالی نے یہود سے تورات کے اندر آخری نبیؐ کی شان میں یہ عہد لیا تھا کہ ان کو برحق مان کر اس پر ایمان لانا ہے۔ یہود کے پیشواوں نے اس آیت کو اپنے ہاتھوں سے تبدیل کر کے اور کتاب اللہ میں تحریف کر کے اس حق کو چھپائے رکھا اور اس تحریف پر قسمیں کھایا کرتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے تاکہ اپنے پیروکاروں سے مال و دولت حاصل کرے۔ جس[3] پر یہ آیت رؤساء یہود کے بارے میں نازل ہوئی:

﴿الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾[4]

جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت وصول کرتے ہیں۔

---

1) سورۃ آل عمران:۳/۷۶

2) تفسیر سمرقندی، ص:۱/۲۲۴

3) بغوی، حسین بن مسعود (امام). معالم التنزیل فی تفسیر القران. بیروت: احیاء التراث، ۱۹۹۵ء. ص:۲/۵۷

4) سورۃ آل عمران:۳/۷۷

تقوی کی علامت

اسلام کے روشن اصول میں ایک تقوی بھی ہیں۔ تقوی جس کی اصل وقایہ (یعنی نہایت محفوظ رکھنا) ہے۔ شریعت کے اندر اس سے مراد ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے جو آخرت میں نقصان کا باعث ہو۔ تقوی کا مفہوم یہ ہے کہ عبادات یا معاملات میں ظاہری جسمانی بناوٹ نہ ہو بلکہ تقوی اس کیفیت کا نام ہے جو احساس ذمہ داری سے پیدا ہوتا ہے اور مؤمن کے دل میں ایک ایسی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے جس سے اس کے عمل میں شفافیت آجاتی ہیں جو کہ شریعت کو مطلوب ہیں۔ تقوی سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کا حصول ہو۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُو۔۔۔وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾[1]

اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کرے اور آخر آیت میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

باری تعالی کے اس قول میں ایفاء عہد کو تقوی کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ حقیقی نیک وہ لوگ ہیں جو عہد باندھ کر پورا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا جملہ ہے جو تمام معاملات کو حاوی ہیں، یعنی یہ بیع، لین دین، امانت اور اجارہ وغیرہ کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ جس میں معاہدہ نہ ہو بلکہ مسلمان کے لئے شریعت کی پابندی ایسی لازم ہیں گویا کہ اللہ تعالی سے ضمناً معاہدہ ہوا ہوتا ہے[2]۔

دخول جنت کا ذریعہ

آخرت میں انسان کی کامیابی کا معیار یہ ہیں کہ جہنم کی آگ سے بچ کر جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ معیار تمام امتوں کے افراد کے لئے ہیں۔ ما قبل امتوں میں افضل ترین امت بنی اسرائیل ہیں۔ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ایسے انعامات کئے تھے جو دراصل قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں تھیں، جیسے پتھر سے نہروں کو جاری کرنا، من وسلوی اتارنا، ظالم حکمران فرعون سے آزاد کرنا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی بڑی تعداد مبعوث کرنا۔ ان لوگوں سے تورات میں یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ اللہ تعالی کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس پیغمبر پر ایمان لائیں گے جو بنو اسماعیل سے ہو گا اور دین اسلام کے احکامات کو قبول کریں گے۔ ان سے لئے گئے عہد یاد دلا کر اللہ تعالی فرماتے ہیں:

---

[1]) سورۃ البقرہ:۲/۱۷۷

[2]) حقانی، عبد الحق دہلوی (شیخ). تفسیر فتح المنان. کراچی: میر محمد کتب خانہ، ۲۰۰۱ء.، ص:۱/۵۳۵

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾[1]

میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کرونگا۔ کہ تمہارے گناہوں کو معاف کراکے جنت کا مستحق بنادونگا۔اس آیت سے معلوم ہوتاہے کہ معاہدہ پورا کرناضروری ہیں۔

ایفاءعہد عقل مند ہونے کی نشانی

دنیامیں انسان کی کامل راہنمائی عقل سے نہیں وحی سے ہوتی ہیں۔ عقل اس بات کی متحمل نہیں کہ اس کی ہر بات میں کامیابی کاراز ہو۔سابقہ امتوں میں جن لوگوں نے عقل کے بل بوتے پرراہ حق ڈھونڈنے کی کوشش کی،پس ان کو خسران اور نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔اس امت کو یہ تعلیم ہیں کہ سابقہ امتوں کے احوال سے عقل مند لوگ ہی نصیحت اور عبرت لیتے ہیں۔ عقل مند لوگوں کی پہلی نشانی اور شرط یہ ہے کہ اللہ کے عہدوں کو پورا کرلیتے ہیں اور نقض عہد سے احتراز کرتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ﴾[2]

عقلمندلوگ وہ ہے جواللہ کے عہد کوپورا کرتے ہیں اورمیثاق کوتوڑتے نہیں۔

رسول اللہ کی ایک عمدہ صفت وفاداری

رسول اللہ ﷺ کی صفات میں سے ایک صفت ایفاء عہد ہے۔یہ صفت ذات رسول اللہ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جس کا غیر مسلم بھی اقرار کیا کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا قیصر کی طرف خط کے قصہ میں بیان کیاہے کہ قیصر نے ابوسفیان سے کہا: وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتاہے ؟ ابو سفیان کہتے ہیں، میں نے بتایاکہ وہ ہمیں اس کا حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے وہ منع کرتے ہیں جن کے ہمارے آباؤاجداد عبادت کیا کرتے تھے۔ نماز ،صدقہ ،پاک بازی، مروت، عہد وفااور امانت کے اداکرنے کا حکم دیتے ہیں[3]۔

رسول اللہ ﷺ نے منذربن ساوی کے لئے فرمان تحریر کرتے ہوئے فرمایاکہ میں تمہیں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری کی ہدایت کرتاہوں[4]اور بحرین میں عبدالقیس کے ساتھ معاہدہ کیاتواِس معاہدے

---

[1]) سورۃالبقرہ:۲/ ۲۷

[2]) سورۃالرعد:۱۳/ ۱۹

[3]) صحیح بخاری، حدیث نمبر:۲۰۰۳، ص:۳/ ۱۱۵۸

[4]) مجموعۃالوثائق السیاسیہ، ص:۹۹

کی پاسداری پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ عبدالقیس نے جو عہد وپیمان ہم سے کئے ہیں ہم لوگ ہی ان کے پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں[1]۔

ایفائے عہد بعثت نبوی کا مقصد اعلی

ایفائے عہد بعثت نبوی کے مقاصد میں سے ایک مقصد قرار دیا گیاہے۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو کن چیزوں کا حکم دے کر مبعوث کیا تھا۔تو فرمایا:

کہ چار چیزوں کی طرف، ایک یہ کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہو سکتا ہے۔دوسرا یہ کہ بیت اللہ کا طواف ننگے حالت میں نہ کی جائے۔تیسرا یہ کہ اس سال کے بعد مسلمان اور مشرک حج میں اکھٹے نہیں ہونگے اور چوتھا یہ کہ آنحضرت ﷺ اور جس کے درمیان کوئی عہد وپیمان ہے وہ اپنی مقررہ مدت تک رہے گا۔اگر کوئی مدت مقرر نہ ہو تو اس کے لئے چار ماہ تک مہلت ہے[2]۔

نقض عہد نقصان وخسران کا باعث

اللہ تعالی کے وعدوں کو توڑنا انسان کے حق میں خسران ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہیں:

﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ۔۔أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾[3]

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالی کے عہد کو مضبوط باندھ کر توڑ دیتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچانے پھرتے ہیں۔یہی نقصان میں بھی پڑے ہوئے ہیں۔

اِس آیت کریمہ میں نقض عہد خبر کے صیغے میں وارد ہے جس سے یہ معنی مفہوم ہوتا ہے کہ نقض عہد فسق کو مستلزم ہے اور عہد کو رسی سے مسمی کرنا علی سبیل الاستعارہ ہے کہ جس طرح رسی کے اندر مضبوطی ہوتی ہے اسی طرح دو معاہِد کے تعلقات میں مضبوطی وپختگی ہو[4]۔

جب سے انسان نے اس عالم فانی میں قدم رکھاہے تو آزمائش کے طور پر اس کو دو طرح کی ایسی قوتیں عطا کی گئی ہیں کہ جس سے بھلائی اور برائی کا کام کیا جاسکتا ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ اس سے ایک عہد وپیمان لیا جاتا ہے کہ فانی

---

[1] مجموعۃ الوثائق السیاسیہ: ص۹۹

[2] ترمذی، محمد بن عیسٰی بن سورۃ (امام). سنن ترمذی. طبع دوم. بیروت: دار العلم، ۱۹۸۶ء. کتاب الصوم، باب کراھیۃ الطواف عریاناً، حدیث نمبر: ۱۷۸، ص: ۳/ ۲۲۲

[3] سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۷

[4] نیسابوری، حسن بن حُسین (امام). غرائب القران. بیروت: دار الکتب العلمیہ. ص: ۱/ ۱۴۰

دنیاپر اتنا مرغوب نہ ہو کہ آخرت بھول جائے۔ لیکن یہ انسان اس عالم میں فسادی بن کر پھرتے ہیں گویااللہ تعالی کے ملک میں رہتے ہیں اور اس کے ساتھ بدعہدی کر کے نافرمان بن جاتے ہیں[1]۔

بدعہدی کرنے والے بدترین لوگ

اُس قوم وملت سے بدقسمت لوگ کوئی اور نہیں ہوسکتے جسے اللہ تعالی قرآن کریم میں بدترین مخلوق کے لقب سے پکار کر مخاطب کرے۔ بدعہدی کرنے والے بدترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، باری تعالی فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ﴾[2]

ترجمہ: جانداروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں سو وہ ایمان نہیں لاتے۔ جن لوگوں سے تم نے صلح کا عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالی سے ڈرتے نہیں۔

یہ آیت کریمہ یہود مدینہ بنو قریظہ[3] کے بارے میں نازل ہو چکی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد مدینہ میں یہودیوں کی بالادستی ختم ہوئی، مرعوب ومغلوب ہوئے لیکن اسلام دشمنی ان کے دلوں میں باقی تھی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان یہود سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کی پاسداری تمام اطراف مدینہ کے یہودیوں پر لازم تھی۔ عہد نامہ کے دفعات میں ایک دفعہ یہ تھا کہ یہود مدینہ مسلمانوں کے خلاف کسی بھی دشمن کو ظاہراً یا باطناً کوئی امداد نہیں دیں گے۔ اس شق کے باوجود یہود نے غزوہ بدر کے موقع پر عہد شکنی کر کے مشرکین مکہ کو سامان جنگ پہنچائی۔

جب غزوہ بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی، تو اِن لوگوں نے دربار رسالت میں دوبارہ تجدید عہد کی درخواست کی جسے رسول اللہ ﷺ نے منظور فرمائی۔ جب غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو یہود مدینہ کی ہمت مزید بڑھ گئی کہ مسلمان قوم ختم ہونے والی ہیں اور مشرکین مکہ غالب آئیں گے۔ اسو جہ سے ان لوگوں نے دوبارہ عہد شکنی کی اور ان کا سردار کعب بن اشرف مکہ پہنچا جہاں انھوں نے مشرکین مکہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ

---

[1]) تفسیر حقانی، ص:۱/۲۴۰

[2]) سورۃ الانفال:۸/۵۶

[3]) بنو قریظہ مدینہ کے یہودی قبائل میں سے ایک بڑا قبیلہ ہے۔ ان کے جد امجد کا نام کاہن بن ہارون تھا۔ جب بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تو بنو قریظہ نے یثرب کی طرف رخ کیا اور مہزور علاقے کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا۔ (المصباح المنیر، ص:۲/۴۳۹)

مسلمانوں کے خلاف پوری تیاری کر کے حملہ کرے، یہود مدینہ بھرپور ساتھ دیں گے۔ یہ دوسری عہد شکنی تھی جسے اس آیت کے اندر بیان کیا گیا ہے کہ یہود وہ لوگ ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کیا مگر یہ ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالی سے ڈرتے نہیں[1]۔

بدعہدی لعن طعن کا سبب

دین اسلام میں ایفاء عہد مشروع اور نقض عہد ممنوع ہے۔ اگر ایفاء عہد سے نفس انسانی کے اندر خوبیاں پیدا ہوتی ہے تو نقض عہد سے برائیاں بھی جنم لیتی ہیں جس سے انسانی زندگی پر برے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں۔ بد عہدی سے فطرت سلیمہ کے اندر راہ حق قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہیں اور تمام ناجائز کاموں سمیت معصیت کا مرتکب ہو کر اللہ کی رحمت سے دوری کا مستحق بن جاتا ہے۔ جب اہل کتاب نے عہد شکنی شروع کی تو اس کی فطرت میں فساد آیا۔ اللہ تعالی کی مکمل نافرمانی کرتے ہوئے جس سے ان کے دل پتھر جیسے سخت بن گئے۔ اس میں امت کے لئے یہ تعلیم ہے کہ اگر یہ لوگ ایفاء عہد کریں گے تو انعامات ورنہ نقض عہد کی صورت میں اللہ کی لعنت کا مستحق بنیں گے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ﴾[2]

پھر ان کے مضبوط عہد توڑنے کے سبب ہم نے ان پر لعنت بھیج دی[3]۔

لعنت سے مراد اللہ کی رحمت سے دوری یا صورتوں و شکلوں کا مسخ ہونا اور یا جزیہ مقرر کرنا مراد ہے۔

دور جاہلیت کے عہد پورا کرنے کا حکم

عرب جاہلیت میں بعض امور ظلم و جبر پر مبنی ہونے کی وجہ سے ممنوع اور حرام تھے البتہ کچھ ایسی صفات اور خوبیاں بھی موجود تھی جو بعد از اسلام بھی جائز اور روا رکھی گئی۔ انہی خوبیوں میں ایک وفاداری تھی، چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کی قسمیں پوری کرو، کیونکہ اسلام کو اس سے اور زیادہ تقویت ملے گی لیکن اِن سے نئے حلف نہ کرو[4]۔

---

[1]) رازی، فخر الدین شافعی (امام). مفاتیح الغیب من القران العظیم. بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۶ء. ص:۱/۴۲۰

[2]) سورۃ النساء:۴/۱۵۵

[3]) قاضی، ثناء اللہ پانی پتی (مظہری). تفسیر مظہری. کوئٹہ: کتب خانہ رشیدیہ، ۲۰۱۰ء. ص:۳/۲۷۹

[4]) مسلم، مسلم بن حجاج ابو الحسن نیسابوری (امام). الصحیح المسلم. طبع دوم. بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۳ء. حدیث نمبر:٦٦٢٨، ص:۷/۱۸۳

رسول اللہ کا عہد شکنی سے احتراز کرنا

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے آپس کے معاملات میں بد عہدی حرام بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی عہد شکنی ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔اس بارے میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلح حدیبیہ میں قریش نے مجھے نبی کریم ﷺ کی جانب بھیجا، میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی عظمت قائم ہوگئی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ، پرودگار کی قسم !کہ میں کبھی ان لوگوں کی طرف لوٹ کر نہ جاؤنگا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ ہی سفیر کو قید کرتا ہوں۔لہذا تم واپس جاؤ۔اگر تمھارے دل میں وہی شئے قائم رہے جو کہ اس وقت قائم ہے یعنی اسلام کی سچائی، توتم واپس آجانا۔ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں لوٹ گیا یعنی قریش کے پاس واپس آگیا اور پھر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا[(1)]۔

قتل معاہد کی ممانعت

اگر غیر مسلم امان لیکر اسلامی ریاست کا قانون مان کر پناہ اختیار کرے ،تو اس کے ساتھ بھی مسلمانوں والا معاملہ کیا جائے گا اور اس کو وہی مکمل حقوق حاصل ہونگے، جو ایک مسلمان شہری کو حاصل ہوتے ہیں حتی کہاس کو قتل کرنا باوجود غیر مسلم ہونے کے ممنوع قرار دیا گیاہے۔حدیث پاک میں ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ أَلَا لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ))[(2)]

مسلمانوں کی جانیں آپس میں برابر ہیں،ان میں سے اگر کوئی ادنی بھی کسی کو امان دے تو اس کی امان کا لحاظ کیا جائے اور مسلمان اپنے علاوہ لوگوں کے لئے ید واحد کی طرح ہیں۔خبر دار !کسی کافر کے بدلے کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے، اور نہ ہی کسی ذمی کو قتل کیا جائے جب تک کہ وہ معاہدے کی مدت میں ہو اور شرائط پر بر قرار ہو۔اس کی وضاحت حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1]) سنن ابی داود، حدیث نمبر:۲۷۵۲، ص:۲/ ۴۴۴

[2]) ایضاً، حدیث نمبر:۴۵۲۰، ص:۴/ ۱۸۰

((مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا، حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ أَنْ يَشُمَّ رِيحَهَا))[1]

جس نے کسی معاہد کو قتل کر دیا۔ ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا جو ستر برس کی مسافت سے آتی ہے۔

ایفائے عہد مشکلات سے نکلنے کا راستہ

وفاداری قائم رکھنے میں وقتی طور پر مشکلات آسکتے ہیں لیکن اہل ایمان کی یہ صفت ہے کہ اس کے باوجود عہد کا لحاظ رکھا کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قَالَ: مَا مَنَعَنِي أَنْ أَشْهَدَ بَدْرًا إِلَّا أَنِّي خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي حُسَيْلٌ، قَالَ: فَأَخَذَنَا كُفَّارُ قُرَيْشٍ، قَالُوا: إِنَّكُمْ تُرِيدُونَ مُحَمَّدًا، فَقُلْنَا: مَا نُرِيدُهُ، مَا نُرِيدُ إِلَّا الْمَدِينَةَ، فَأَخَذُوا مِنَّا عَهْدَ اللهِ وَمِيثَاقَهُ لَنَنْصَرِفَنَّ إِلَى الْمَدِينَةِ، وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهُ، فَأَتَيْنَارَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْنَاهُ الْخَبَرَ، فَقَالَ:انْصَرِفَا، نَفِي لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَنَسْتَعِينُ اللهَ عَلَيْهِمْ))[2]

کہ مجھے بدر میں آنے سے کسی چیز نے نہیں روکا مگر یہ کہ میں اپنے باپ حُسیل کے ساتھ نکلا، تو ہمیں قریش کے کافروں نے پکڑ لیا اور کہا کہ "تم محمد کے پاس جانا چاہتے ہو، سو ہم نے کہا ہم ان کے پاس نہیں بلکہ مدینہ جانا چاہتے ہیں، پھر انھوں نے ہم سے اللہ کا نام لیکر عہد لے لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے لیکن محمد کے ساتھ نہیں لڑیں گے۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تم چلے جاؤ مدینہ، ہم ان کا اقرار پورا کریں گے اور ان پر اللہ سے مدد چاہیں گے۔

بدعہدی نفاق کی نشانی

ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنا اور باطناً کفر سے محبت کرنے والا منافق کہلاتا ہے۔ منافقت اسلام کی ضد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))[3]

---

[1] نسائی، عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی (امام)۔ سنن نسائی. طبع دوم. حلب: مکتبہ مطبوعات اسلامیہ، ۱۹۸۶ء. کتاب القسامۃ، باب تعظیم قتل المعاهد، حدیث نمبر:۴۷۴۸، ص:۳۶/ ۲۸

[2] صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب الوفاء بالعهد، حدیث نمبر:۱۷۸۷، ص:۳/ ۱۴۱۴

[3] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث:۳۳، ص:۱/ ۱۶

کہ چار عادتیں جس کسی میں ہو تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں چاروں میں سے ایک عادت بھی ہو تو وہ بھی نفاق ہی ہے جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔ جب اسے امین بنایا جائے تو امانت میں خیانت کرے۔ بات کرتے وقت جھوٹ بولے۔ جب کسی سے عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور کسی سے لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔

بد عہدی کی سزا

بد عہدی کرنے والے لوگ قیامت کے دن نشان عبرت ہوں گے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عہد شکنی کرنے والوں کو محشر میدان میں یہ سزا ملے گی کہ بطور پہچان اس پر جھنڈا لگا دیا جائے گا۔ جتنی بڑی عہد شکنی کی ہو گی اتنا ہی یہ جھنڈا بلند ہو گا۔ اس کو میدان محشر میں رسوا اور شرمندہ کیا جائیگا[1]۔

عہد شکنی کرنے والوں کے لئے رسول اللہ کی بد دعا

جب رسول اللہ ﷺ نے ستر عالم صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بنو سلیم کے پاس انہیں کی درخواست پر بھیجی تو انھوں نے تمام صحابہ کرام کو شہید کر دیا، جب کہ نبی اکرم ﷺ کا ان سے معاہدہ بر قرار تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو سلیم کے شاخوں کے لئے بد دعا کی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملہ پر اتنا رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا جتنا آپ ﷺ ان صحابہ کی شہادت پر تھے[2]۔

فقہاء اسلام اور عہد

اسلامی فقہ میں معاہدہ اس مصلحت کا نام ہے جو اہل حرب کے ساتھ ترک قتال پر معین مدت کے لئے عوض یا بغیر عوض کے کیا جاتا ہے۔ معاہدے کا انعقاد لفظ مسالمہ، مصالحہ، معاہدہ یا ہر وہ لفظ جس میں معنی مذکور ہو، معاہدہ منعقد ہو جاتا ہے۔ اسلامی فقہ کے مطابق ضرورت کی بناء پر جنگ بندی کی جاسکتی ہیں۔ اگر مسلمان کفار کے مقابلہ میں کمزور ہو اور اس میں لڑائی کی سکت نہ ہو تو معاہدہ صلح جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾[3]

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی اِس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

---

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۱۹، ص:۱/۵۶

[2] صحیح بخاری، کتاب الجزیہ، باب دعاء الامام علی من نکث عھدا، حدیث نمبر:۳۱۷۰، ص:۴/۱۰۰

[3] سورۃ الانفال:۸/۶۱

کفار لوگ صلح پر آمادہ ہو جائے تو آپ بھی صلح کر لیں۔ مسلمان مال لیکر بھی صلح کرسکتے ہیں کہ یہ جزیہ کے حکم میں ہیں لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو جنگ بندی جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کو بزدلی دکھانے سے منع کیا گیا ہے[1]۔

مسلمانوں کا امیر اگر مصلحت کی بنیاد پر کفار سے یا ان میں سے کسی فریق سے معاہدہ کرے، خواہ عوض یا بلا عوض ہو، تو جائز ہے۔ یہی مصلحت معنوی جہاد کا درجہ رکھتی ہیں۔

اس آیت کریمہ کا عمومی معنی یہ ہے کہ مصلحت ہو یا نہ ہو معاہدہ صلح دونوں صورتوں میں ہوسکتا ہے لیکن فقہاء اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کی مصلحت کے ساتھ مقید ہے جس کی تائید دوسری آیات سے ہوتی ہے جس میں کفار کے سامنے کمزوری دکھانے سے منع کیا گیا ہے[2]۔ باری تعالی کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ﴾[3]

توتم ہمت نہ ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بُلاؤ اور تم تو غالب ہو۔

علامہ ابن قدامہ کے نزدیک معاہدہ اس عقد کا نام ہے جو اہل حرب کے ساتھ ترک قتال پر عوض یا بغیر عوض کے کیا جائے۔[4]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں سے جنگ بندی پر معاہدہ کرنا جائز ہے خواہ یہ معاہدہ عوض کے بدلے ہو یا بلا عوض، غیر مسلموں سے مراد عام ہے اہل کتاب ہو یا مشرک، تمام کے ساتھ معاہدہ کرنا جائز ہیں[5]۔

وعدہ و معاہدہ کی قانونی حیثیت

پاکستان کے آئین میں وعدہ و معاہدہ کے قانون مکمل وضاحت کے ساتھ کئی شقوں پر مشتمل ہیں جسے قانونی معاہدہ ۱۸۷۲ء ایکٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس قانون کے شق نمبر ۲،(b) کے تحت وعدہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ جب کوئی بندہ دوسروں کے ساتھ کسی بات پر اتفاق کرلے اور فریق ثانی اس اتفاق پر راضی ہو جائے تو یہ وعدہ بن جاتا ہے۔ شق نمبر ۱۱ کے تحت معاہدہ کرنے والے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

ا۔ معاہدہ کرنے والے سمجھداری کی عمر تک پہنچ گیا ہو۔

---

[1]) کاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع. بیروت: دار الکتب العلمیہ. ص:۷/۱۰۸

[2]) شوکانی، محمد بن علی (امام). فتح القدیر. طبع دوم. بیروت: مکتبہ معرفہ، ۱۹۸۶ء، ص۵/۴۵

[3]) سورۃ محمد: ۴۷/۳۴

[4]) ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد بن قدامہ دمشقی حنبلی (امام). المغنی. مصر: مکتبہ قاہرہ، ۱۹۷۹ء، ص۱۰/۵۰۹

[5]) ابن ہمام، محمد بن عبد الواحد کمال الدین (امام). شرح فتح القدیر. بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۰ء، ص۵/۴۶۲

۲۔ دماغی توازن درست ہو۔

۳۔ وہ شخص قانونی طور پر نالائق قرار نہ دیا گیا ہو۔

۴۔ فریقین میں رضامندی ضروری ہے۔ جھوٹ اور دھوکے سے کئے گئے معاہدے کا کوئی تصور نہیں۔

۵۔ حرام اور غیر قانونی اشیاء میں معاہدہ کرنا باطل ہے، قابل عمل نہیں[1]۔

---

[1] The Contact Law of Pakistan, By Taymor Somroo, 2009, Oxford.UK,P-40

فصل سوم

انسانی معاشرہ میں معاہدوں کی ضرورت و اہمیت

فصل سوم انسانی معاشرہ میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت

ضرورت واہمیت

انسانی معاشرہ کے لئے باہمی معاہدے اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔بلکہ انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس میں عہد ومعاہدہ نہ ہو،خواہ وہ عقائد وعبادات ہو یا اخلاقیات ومعاملات، تمام کے تمام میں عہد ومعاہدے کا عنصر پایا جاتا ہے۔معاشرہ میں وفاداری قائم کرنے سے مثبت اثرات اور بدعہدی سے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ بدعہدی سے معاشرہ میں فتنہ وفساد، جنگیں اور حقوق کی پامالی کی جاتی ہے۔معاہدے دو ملکوں اور جماعتوں کے مابین کئے جاتے ہیں جس کے ذریعے سے اس عالم فانی میں شر وفساد میں کمی آجاتی ہیں۔قلیل مدت میں طرفین اپنے مفادات ومقاصد حاصل کرلیتے ہیں۔معاہدوں کے ذریعے سے مصالحت ہو کر لڑائیاں دوستیوں میں بدل جاتی ہیں۔لوگ اپنی زندگیاں آزادی وسکون سے بسر کرلیتی ہیں جو ہر قسم کے ناجائز قیودات سے پاک ہوتی ہے۔

جب معاہدوں کے ذریعے سے خارجی امن ممکن ہو جاتا ہے تو ہر ملک اور معاشرے کے افراد اپنے اندرونی حالات کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔اپنی معیشت کے استحکام کے لئے کوششیں تیز کر دیتے ہیں۔ملکی زراعت اور تجارتی فروغ کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرلیتے ہیں جس سے ان کی محصول آمدنی اور برآمدات میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔معاہدوں سے معاشرہ کے تمام طبقات کے حقوق کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے جس سے ریاست کے خلاف بغاوت کا خطرہ بھی ٹل جاتا ہے۔باہمی ملکی معاہدوں سے معیشت میں استحکام آنے سے بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل آتا ہے کہ معاشرے سے جرائم پیشہ افراد کافی حد تک ختم ہو جاتے ہیں۔

ملکی باشندوں کے مابین معاہدے

کسی بھی ملک کے داخلی امور اور اس کے باشندوں کے درمیان معاہدے ہوسکتے ہیں تاکہ ملک دہشت گری سے پاک ہو کر اندرونی خلفشار کا شکار نہ ہو۔لوگوں کی جانیں واموال بھی محفوظ ہو جائے۔مسلمانوں کے مابین باہمی تعاون واخوت پروان چڑھے اور مختلف مکاتب فکر کے حضرات ایک پلیٹ فارم پر بیٹھ کر مسائل کے حل کی کوشش کرے۔سیرت طیبہ میں اِس کی کئی مثالیں ملتی ہیں،اِن میں سے ایک یہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ شہر کے اندر مختلف اقوام وقبائل رہائش پذیر تھے اور اطراف مدینہ میں قبائل عرب آباد تھے۔نبی کریم ﷺ کے آتے ہی مدینہ

کے مقامی باشندوں اوس وخزرج[1] کے مابین حسن جوار اور یہود مدینہ سے اتحاد واتفاق کا حلف لے کر امن وسلامتی کے معاہدے کئے گئے جنہیں اپنے مذہب اور مال واملاک پر چھوڑ دیا گیا۔ اس اتفاق کا فائدہ یہ ہُوا کہ مدینہ کے اندرونی معاملات میں استحکام آیا اور بیرونی جارحیت سے مکمل محفوظ ومامون ہوئے۔

اقدامی جہاد کی ابتداء

مدینہ منورہ میں باہمی معاہدوں کی بدولت اسلامی ریاست کی طاقت کا اظہار اس وقت ہوا جب اطراف مدینہ کے لشکروں نے غزوہ احزاب میں اتحاد قائم کر کے مدینہ پر چڑھائی کی کوشش کی تو مسلمانوں نے ان لشکروں کی قوت کے مقابلے میں اپنا بھرپور دفاع کر کے اپنے وجود کی حفاظت برقرار رکھی اور اسلامی ریاست دفاعی انداز سے حملہ آور ہونے میں بدل گئی[2] جس کی تعبیر اس روایت میں موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الآنَ نَغْزُوهُم ولا يَغْزُونَنا، نحنُ نَسِيرُ إليهِم))[3]

اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور وہ ہم پر حملہ نہ کر پائیں گے۔

عقیدہ کے عہد وپیمان

معاشرہ کی فلاح وبہبود کے لئے عقیدہ توحید بنیادی اکائیوں میں سے ایک ہے۔ عقیدہ توحید یہ ہے کہ مسلمان رب لم یزل کو ایک مان کر اس کے احکامات کو بجالائے۔ اِن احکامات میں سے ایک حکم وہ عہد وپیمان ہے جو اللہ تعالی اپنے بندوں سے باندھ کر اس کی پاسداری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد ہے جو فطرت کے تقاضوں کے مطابق نفس وجان میں پیدا ہو جائے، عقل سلیم اس کا تدارک اور رسل وانبیاء کرام علیہم السلام اس کی تائید کرے[4]۔

اللہ تعالی کے اپنے بندوں سے تین طرح کے عہد وپیمان ہیں۔

سب سے پہلا عہد عام بندوں سے لیا ہے کہ اللہ تعالی نے عالم ارواح میں اولاد آدم سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ اس کی ربوبیت کا اقرار کرے جیسا کہ ارشاد پاک ہے:

---

[1]) قبیلہ اوس وخزرج دراصل حارثہ بن ثعلبہ بن ازد کے دو بیٹوں کے نام ہیں جنہوں نے سد مآرب کی تباہی کے بعد ملک یمن سے ہجرت کر کے یثرب کے غیر آباد علاقہ کو اپنا مسکن بنایا۔ (معجم البلدان، ص: ۴/ ۸۴)

[2]) عمری، ضیاء (ڈاکٹر). سیرت رحمت عالمؐ. لاہور: ادارہ نشریات، ص ۲۶۲

[3]) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، حدیث نمبر: ۴۱۱۰، ص: ۵/ ۱۱۰

[4]) قطان، محمد ابراہیم (متوفی: ۱۹۸۶ء). تیسیر التفسیر. عمان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۸۰ء، ص: ۱/ ۱۲

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى﴾[1]

اور جب تمھارے پرودگار نے بنی آدم سے یعنی اِن کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا۔

دوسرا عہد انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا ہے کہ اللہ تعالی نے انسانی مخلوق کی راہنمائی کے لئے ہمہ وقت اپنے برگزیدہ بندے بھیجے ہیں تاکہ لوگوں کو راہ راست پر لائے اور ان پر اتمام حجت بھی ہو۔ذمہ داری کی اس نہج پر اللہ تعالی نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ اللہ تعالی کے احکامات بندوں کو پہنچا کر اس کے دین پر قائم ودائم رہیں گے اور اس میں فرقہ بندی نہیں کریں گے،اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾ (2)

اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیااور تم سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰؑ سے،اور ہم نے عہد بھی ان سے پکا لیا۔

تیسرا عہد علماء امت سے لیا ہے کہ دعوت دین کی ذمہ داری انبیاء کرامؑ کے بعد علماء امت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ علماء ہی وارثین انبیاء ہیں۔ دعوت انبیاء کی ایک خاص امتیازی صفت یہ ہے کہ وہ برملا حق بات کیا کرتے ہیں، چھپاتے نہیں۔یہی کامل خصوصیت اس کے وارثین کے لئے بھی ضروری ہیں،اس وجہ سے اللہ پاک نے علماء امت سے اس بات کا عہد لیا کہ جہاں بھی ہو حق بیان کیا کرے،مفاد کے خاطر چھپائے نہیں[3]۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ﴾[4]

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار لیا تاکہ اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس کی کسی بات کو نہ چھپانا۔

اخلاقیات میں معاہدے

انسانی معاشرہ کا اعلی حسن اور اچھی معیاری زندگی اچھے اخلاق پر منحصر ہوتی ہے۔دین اسلام سمیت تمام

---

1) سورۃ الاعراف:۷/۱۷۲

2) سورۃ احزاب:۳۳/۷

3) رازی،فخر الدین شافعی (امام) مفاتیح الغیب. بیروت: دارالفکر،۱۹۹۶ء.،ص:۱/۲۹۸

4) سورۃ ال عمران:۳/۱۸۷

ادیان میں حسن اخلاق کی تعلیم موجود ہے۔ اچھے اخلاق میں سے ایک ایفائے عہد بھی ہے بلکہ ایفائے عہد ہی حسن اخلاق کا مظہر ہے۔ ایفائے عہد معاشرے کے افراد کے مابین باہمی تعلق و ربط پیدا کر کے عدل و انصاف کی فضاء قائم کرتی ہے جس سے معاشرہ میں جرائم اور برے کاموں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ دین اسلام میں اچھے اخلاق کو دین کا حسن قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں جابجا اچھے اخلاق اپنانے کی تعلیم ہے اِس وجہ سے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کی عمدہ صفات میں ایک صفت اچھے اخلاق کا ذکر بھی فرمایا ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾[1]

اور تمھارے اخلاق بڑے عالی ہیں۔

دنیا کے اندر حسن اخلاق کی اعلی مثال جناب نبی کریم ﷺ ہے۔ آپ ﷺ اخلاقیات میں امت کے لئے بہترین نمونہ ہے جس کا مشرکین مکہ اور موجودہ غیر مسلم بھی خوب اقرار کیا کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے، ارشاد پاک ہے:

((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا))[2]

تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہو۔

انسانی معاشرہ میں عہد و پیمان اور اخلاقیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ایفائے عہد سے معاشرہ پر کافی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کے بہترین نتائج نکل آتے ہیں۔ جب معاشرہ میں ایفائے عہد ہو تو امن کی فضاء قائم ہو گی اور فتنہ وفساد کا قلع قمع ہو گا۔

حسن اخلاق کے نمونے ایفائے عہد کی صورت میں

قرآن کریم میں حسن اخلاق اور بہترین سلوک کے نمونے ایفائے عہد کی صورت میں موجود ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو ایفائے عہد کا حکم دیا ہے کہ یہ ایک اچھی خصلت وعادت ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ﴾[3]

اور اُس اقرا کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا، میں اِس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا۔

---

[1]) سورۃ القلم:۶۸/۴

[2]) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیائہ ﷺ، حدیث نمبر:۲۳۲۱، ص:۴/۱۸۱۰

[3]) سورۃ البقرہ:۲/۴۰

عہد وفاء کی عجیب مثال

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک آدمی سے کسی مکان پر ملنے کا وعدہ کیا اور حسب وعدہ اُسی جگہ پہنچ گئے اور اُس آدمی کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ وعدہ بھول گئے تھے۔ایک دن اور ایک رات گذرنے کے بعد جب وہ آدمی اُسی جگہ پہنچ گیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اُسی حالت پر موجود پالیا۔وہ آدمی کہنے لگا: حضرت آپ کل سے یہی انتظار کر رہے ہیں؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: میں تمھارے آنے سے پہلے یہاں سے ہلا تک نہیں[1]۔

وفاداری کی اس عظیم مثال قائم کرنے پر اللہ تعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد کی صفت سے موصوف فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا﴾[2]

اسماعیل وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔

معاشرے کو ایسے پاک وصاف افراد کی حتمی ضرورت ہوتی ہے جو کہ وفادار ہو کیونکہ وفادار لوگ اپنی منفعت کے علاوہ معاشرے کے دوسرے افراد کو ترجیح دیتے ہیں جس سے معاشرہ ترقی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

سیرت رسول ﷺ میں بھی اچھے اخلاق کے نمونے ایفائے عہد کی شکل میں ملتے ہیں۔ایک دفعہ عبد اللہ ابن ابی الحساء رضی اللہ عنہ نے بعثت نبوی سے قبل رسول اللہ ﷺ سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔عبد اللہ نے اجازت چاہی کہ باقی کچھ مال وسامان لینے کے لئے میں گھر تک چلا جاؤں؟ آپ ﷺ کی اجازت سے چلا گیا۔اتفاق سے حضرت عبد اللہ بھول گئے کہ آپ ﷺ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ تین دن گذرنے کے بعد جب اسے یاد آیا تو اچانک اُس مقام کی طرف لوٹ گیا جہاں آپ ﷺ انتظار کر رہے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے دیکھتے ہی غصہ کرنے یا سخت کلمات کہنے کی بجائے اپنی زبان مبارک سے صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے:

اے نوجوان! تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا تھا کہ میں تمھارا تین دن سے انتظار کر رہا ہوں[3]۔

معاشرہ میں مذہبی معاہدوں کی ضرورت

انسانی معاشرہ کی ضروریات زندگی میں مذہبی معاہدے بھی شامل ہیں۔مسلم معاشرہ میں اقلیتیں اپنے مذہبی تشخص بر قرار رکھنے میں آزاد ہوتی ہیں۔مسلمانوں کا یہ طرز عمل عین اسلامی ہے۔جس کی تعلیمات میں یہ ہے

---

[1]) تفسیر ابن کثیر، ص:۵/ ۲۳۸

[2]) سورۃ مریم:۱۹/ ۵۴

[3]) سنن ابی داود، کتاب الأدب، باب العدۃ، حدیث نمبر:۴۹۹۸، ص:۴/ ۴۵۶

کہ عدل وانصاف اور مساوات تمام کے لئے یکساں ہیں۔ اسلامی معاشرہ میں اقلیتوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔اِس معاشرہ کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ تمام اقلیتوں کو برابری کی بنیاد پر حقوق دیئے جاتے ہیں جس میں شہری، کاروباری اور مالکانہ حقوق کے علاوہ تعلیم، ووٹ اور مذہبی درس وتدریس کا حق بھی دیا جاتا ہے۔اقلیتیں ایک معاہدے کے تحت مسلم معاشرہ کا حصہ بن جاتی ہے جس کی پاسداری کا خیال رکھنا مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں پر بھی عائد ہوتا ہے۔

جس معاشرے میں مذہبی معاہدوں کے تحت اقلیتیں زندگیاں گزارتی ہیں تو امن وسکون اِس کا مقدر بن جاتا ہے تشدد و ناانصافی ختم ہو جاتی ہیں۔باہمی مذہبی معاہدوں کی بدولت اقلیتوں کے لئے جداگانہ طرز انتخاب ایک قیمتی حق ہے۔ہر فورم پر اپنے حق کی آواز اُٹھانے کے لئے اِن کے عوامی نمائندے منتخب کئے جاتے ہیں تاکہ یہ اپنی برادری وقوم کے لئے حقوق حاصل کرکے ان کے لئے مراعات کا حصول ممکن بنائے۔ہر فرقے کو عبادت گاہیں بنانے اور ہر فرد کو اپنے مذہب پر کاربند رہنے کا حق بھی حاصل ہو جاتا ہے۔معاہدوں کی اِس نہج پر اِن کو مذہبی تبلیغ کی اجازت دی جاتی ہیں تاکہ ان کی مذہبی آزادی مجروح نہ ہو۔

دستور مدینہ میں اقلیتوں کو تمام بنیادی حقوق دینے کا وعدہ کیا گیا جسے احسن طریقے سے نبھایا گیا۔مدینہ منورہ کے اسلامی معاشرہ کی اقلیتوں میں سب سے بڑی اقلیت یہود تھی جو مدینہ کے اطراف میں رہائش پذیر تھے۔نبی کریم ﷺ نے تمام یہود سے معاہدہ کیا تھا کہ شہر مدینہ کی جان ومال سے حفاظت کریں گے اور مسلمانوں کے ساتھ یہود بھی ساتھ رہ سکتے ہیں کیونکہ پُرامن معاشرے کے لئے بنیادی عنصر مذہبی رواداری ہے۔جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ ایک دوسرے کے مذہب کا احترام رکھا کرے۔مذہبی رواداری سے باہمی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے اور امن وسکون جو کہ معاشرہ کی جان ہوتی ہے، تادیر قائم رہتا ہے۔

میثاق مدینہ کی مذہبی دفعات

میثاق مدینہ میں مذہبی دفعات وشقیں بھی تھیں جس سے دوسرے مذاہب کے احترام کا پتہ چلتا ہے۔قوم یہود مقدمات میں اپنے قانون وآئین کے مطابق فیصلے دیا کرتے تھے۔غیر مسلم ہونے کے باوجود ان کو معاشی مساوات حاصل تھی۔مسلمانوں کے بازاروں میں یہود بلاخوف وخطر آزادانہ تجارت کیا کرتے تھے لیکن کبھی ان کے مال کو مباح قرار نہیں دیا گیا۔یہود کو پُوری طرح مالکانہ حقوق بھی حاصل تھے جو اپنے قلعوں میں رہائش پذیر تھے اور زمینوں میں کاشت کیا کرتے تھے۔معاشرتی سطح پر یہود برادری کو امتیازی سلوک کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور نہ کبھی تیسرے درجے کے شہری شمار کئے گئے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک یہودی تاجر اپنے گاہک کو سامان دکھا رہا تھا لیکن اس کی جو قیمت لگائی گئی اس پر وہ راضی نہ تھا۔ اس لئے کہنے لگا کہ اس قیمت پر ہرگز نہیں دوں گا اور قسم اٹھائی کہ اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسی علیہ السلام کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا ہے۔ یہ الفاظ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے سن لئے اور کھڑے ہو کر انھوں نے ایک تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور کہا کہ نبی اکرم ﷺ ابھی ہم میں موجود ہیں اور تو اس طرح کی قسم کھاتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسی علیہ السلام کو تمام انسانوں میں برگزیدہ قرار دیا۔ اس پر وہ یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے ابو القاسم! میرا مسلمانوں کے ساتھ عہد وپیمان ہے پھر فلاں شخص کا کیا حال ہو گا جس نے میرے منہ پر چانٹا مارا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس صحابی سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس کے منہ پر چانٹا کیوں مارا؟ انہوں نے وجہ بیان کی تو آپ ﷺ اس قدر غصے ہو گئے کہ چہرہ مبارک پر اس کے آثار نمایاں ہو گئے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لاَ تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ، فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَانِبَ العَرْشِ، فَلاَ أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ، فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللَّهُ))[1]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ترجیح نہ دیا کرو۔ لوگ قیامت کے دن بیہوش کر دیئے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آوں گا پھر دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھی بیہوش ہونے والوں میں تھے اور مجھ سے پہلے ہی ہوش میں آ گئے یا انہیں اللہ تعالی نے بیہوش ہونے والوں میں ہی نہیں رکھا تھا۔

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرہ کے افراد میں خود اعتمادی اور معاشرتی سکون کے لئے عہد وپیمان کس قدر اہم ہے کہ وہ سلطانِ وقت سے بھی بلاواسطہ اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

مذہب کا احترام

کسی بھی مذہب کی توہین واہانت سے معاشرے کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ مذہبی معاہدوں سے فتنہ انگیزی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ دین اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی مذہب کے دینی شعائر کی اہانت یا مذاق اُڑایا جائے، خواہ وہ الہامی مذہب ہو یا غیر الہامی۔ اسلامی معاشرہ میں اگر کسی نے توہین رسالت کی تو اُسے سزا کے طور پر قتل کیا جائیگا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مذہبی معاہدوں کے باوجود اُس راہب پر حملہ کیا تھا

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسی وذکرہ بعد، حدیث نمبر: ۳۴۰۸، ص: ۴/۱۵۷

جنھوں نے شان رسالت میں گستاخی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے آپ سے اس بات پر معاہدہ نہیں کیا ہے کہ آپ توہین رسالت کے مرتکب ہو اور نعوذ باللہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو گالیاں دو۔اسی طرح مدینہ میں تمام یہود سے معاہدہ تھا لیکن جب ان کے ایک سردار نے شان رسالت میں گستاخی کی تو مسلمانوں نے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا[1]۔

مرتد کا حکم

کوئی شخص مذہب اسلام کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرے یا توحید و رسالت کا انکار کر بیٹھے،یعنی مذہب اسلام سے پھر جائے، ایسا شخص مرتد کہلاتا ہے۔ قتل مرتد کے بارے میں ائمہ اربعہ کی تصریحات درج ذیل ہیں:

فقہ حنفی

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں مرتد کے بارے میں مذکور ہے:

قال وإذا ارتد المسلم عن الإسلام والعياذ بالله عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه [2]

"اور جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے، اس کو کوئی شبہ ہو تو دور کیا جائے، اس کو تین دن تک قید رکھا جائے، اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔

فقہ مالکی

قتل مرتد کے بارے میں فقہ مالکی کی کتاب بدایہ المجتہد میں ہے:

والمرتد إذا ظفر به قبل أن يحارب فاتفقوا على أنه يقتل الرجل لقوله عليه الصلاة والسلام "من بدل دينه فاقتلوه"[3]

اور مرتد جب لڑائی سے قبل پکڑا جائے تو تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنا مذہب بدل کر مرتد ہو جائے، اس کو قتل کر دو۔

فقہ شافعی

---

[1] بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسی (امام)۔ السنن الکبری. طبع سوم. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء. کتاب النکاح، باب ما حرم علیہ من خائنۃ، حدیث نمبر: ۱۳۶۶۰، ص: ۷/ ۴۰

[2] مرغینانی، ابو الحسن علی بن ابو بکر (امام)۔ الھدایہ. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۲ء. ص: ۲/ ۱۶۲

[3] ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد بن محمد (امام)۔ بدایہ المجتھد. مصر: مطبعہ مصطفی، ۲۰۰۱ء. ص: ۲/ ۴۵۹

مرتد آزاد ہو یا غلام، اس کا قتل واجب ہے۔ فقہ شافعی کی کتاب المجموع میں ہے:

إذا ارتد الرجل وجب قتله، سواء كان حرا أو عبدا[1]

اور جب آدمی مرتد ہو جائے تو اس کا قتل واجب ہے، خواہ آزاد ہو یا غلام۔

فقہ حنبلی

قتل مرتد پر اجماع منقول ہے، چنانچہ فقہ حنبلی کی کتاب المغنی میں ہے:

وأجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتد ا[2]

قتل مرتد کے واجب ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے۔

حضرت ابو بکر اور یہودی عالم فنحاص کا مکالمہ

رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کرکے ہر طرح کے حقوق دیئے تھے۔ مدینہ کی ریاست میں جب بھی کسی یہودی کو کوئی شکایت ہوتی تو وہ رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ جاتے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بیت المدراس[3] چلے گئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ یہودیوں کے عالم فنحاص بن عازوراء لوگوں کے مجمع میں بیٹھ کر وعظ کر رہے تھے، اِن کے ماتحت عالم اشیع بھی موجود تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے فنحاص! اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر، اللہ کی قسم! تو خوب جانتا ہے کہ محمد عربی ﷺ اللہ کے سچے رسول ہے جس کا ذکر تورات میں بھی آچکا ہے۔ فنحاص جواب دینے لگے: اے ابو بکر! ہم اللہ تعالی کے محتاج نہیں ہیں وہ ہمارا محتاج ہے۔ یہ بکواسات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور فنحاص کو تھپڑ رسید کرکے فرمایا: اے فنحاص! اگر ہمارے اور تمھارے مابین معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا[4]۔ جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ﴾[5]

---

1) نووی، ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف (امام). المجموع شرح المھذب. مصر: مطبعہ مصطفی، ۲۰۰۱ء. ص: ۲۲۸/۱۹

2) ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد (امام). المغنی. بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۱ء. ص: ۷۲/۱۰

3) بیت المدراس سے مراد مذہب یہود کی علمی و دینی درسگاہ ہے جہاں پر مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ (لسان العرب، باب درس، ص: ۷۹/۶)

4) تفسیر ابن کثیر، ص: ۱۷۶/۲

5) سورۃ آل عمران: ۱۸۱/۳

اللہ نے اُن لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں۔

اِس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں اقلیتوں کو مکمل آزادی حاصل تھی اور وہ اپنے درسگاہوں میں وعظ و نصیحت بھی کیا کرتے تھے اور اس قدر جری ہو گئے تھے کہ اللہ تعالی کے حق میں بھی نازیبا قسم الفاظ کہا کرتے تھے۔

وفد نجران

حضوراکرم ﷺ نے اسلام کی بالادستی کے لئے کئی اقوام اور مذاہب والوں سے معاہدے کئے جن میں اہل نجران کے ساتھ بھی معاہدہ ہوا تھا جس کی بدولت نجران کے عیسائیوں کو مذہبی آزادی مل گئی تھی[1]۔

ملکوں کے مابین معاہدے

تاریخ انسانی میں دو ملکوں کے مابین تعلقات بڑی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ کئی نوعیت کے تعلقات میں بنیادی عناصر میں سے ایک آپس کے باہمی معاہدے بھی ہے۔ باہمی معاہدوں سے پڑوسی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات استوار ہو جاتے ہیں جن کی بدولت ایک دوسرے کا خون خرابہ اور تشدد سے احتراز کیا جاتا ہے۔ ہجرت مدینہ سے پہلے مدینہ شہر میں ریاستی استحکام نہیں تھا۔ حکومتی بالادستی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ مالداروں اور ظالموں کا راج تھا جو غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کا استحصال کیا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی جس کا سب سے پہلا اور مضبوط ستون اچھے تعلقات کا فروغ تھا۔ جس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے ملکوں، اقوام اور مختلف قبائل کے ساتھ تعلقات کی بہتری کے لئے باہمی ایسے معاہدے کئے کہ اطراف مدینہ سمیت تمام جزیرہ عرب میں مشہور ہوا کہ یہ اسلامی ریاست جس کسی کے ساتھ بھی معاہدہ کر جاتی ہے تو اِس کی پاسداری اِس قدر احسن طریقے سے نبھاتے ہیں کہ اِس میں کسی قسم کا دھوکہ یا خیانت نہیں کرتے۔ یہ مدینہ کی اسلامی ریاست کی پڑوسی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کا نتیجہ ہی تھا کہ مختلف قبائل اور اقوام نے مسلمانوں سے امن کے معاہدے کئے تاکہ وہ اپنے علاقوں میں بغیر کسی خوف و پریشانی کے رہ سکیں۔ کئی ریاستوں کے حکمرانوں نے سفارت کاری یا وفود کی شکل میں تعلقات کی بہتری اور جان و مال کے تحفظ کے لئے معاہدے کئے۔

اقوام کے مابین تعلقات کا ذریعہ

اقوام کے مابین آپس کے جنگ وجدال سے مال واملاک کے علاوہ جانوں کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ جس سے معاشرے کا سکون تہ تیغ ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کا آسان طریقہ ملکوں کے مابین معاہدوں کا انعقاد ہے۔ معاہدے

---

[1]) ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری. السیرۃ النبویہ. مصر: مکتبہ مصطفی، ۱۹۸۳ء، ص: ۱/ ۴۲

کے طرفین اس بات کے پابند ہو جاتے ہیں کہ آپس میں عزت واحترام سے رہیں گے اور ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔اس مقصد کی خاطر حضور اکرم ﷺ نے قریش مکہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔اِس صلح کی بدولت ریاست مدینہ اور قریش مکہ کے درمیان تعلقات کے باب میں ایک نیا دور شروع ہوا۔ صلح حدیبیہ میں بظاہر مسلمانوں کی شکست نظر آرہی تھی۔ کئی جلیل القدر صحابہ کرام اس صلح کو ناپسند کر رہے تھے لیکن اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوا جب اللہ تعالی مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ فتح کیا۔

معاہدے کا احترام

اللہ پاک نے قرآن کریم کے اندر منافقین کی شدید مذمت فرمائی ہے کیونکہ یہ دین کے ساتھ ہنسی مذاق کیا کرتے ہیں، اِن کے بارے میں سخت حکم فرمایا:

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾[1]

اگر حق قبول نہ کریں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔

لیکن عہد و پیمان کا اِتنا احترام ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کے ساتھ اچھے تعلقات کا معاہدہ ہے اِن کو ہر طرح کا امان حاصل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ﴾[2]

مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو۔

جب نبی کریم ﷺ نے تمام مشرکین سے تعلقات کے عہد و پیمان ختم کر دیئے تو جن کی مدت باقی تھی ان کے ساتھ معاہدہ بر قرار رکھا تاکہ معاہدے کی پاسداری پر کوئی قدغن نہ آئے، جیسا کہ باری تعالی کا ارشاد ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ﴾[3]

جن مشرکوں کے ساتھ تم نے عہد کیا اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو، اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا، اسے پورا کرو۔

عہد و امانت میں امر مشترک

---

[1]) سورۃ النساء:۴/۸۹

[2]) ایضا، ص:۴/۹۰

[3]) سورۃ التوبہ:۹/۴

معاملات میں امانت کا خوب خیال رکھنا ضروری امر ہے۔۔امانت وعہد میں امر مشترک یہ ہے کہ دونوں میں

مدلول کی رعایت رکھی جائے گی۔اس لئے سورہ مؤمنون میں مؤمنین کی صفت یہ شمار کی گئی ہے کہ جو اپنی امانتوں وعہدوں کا پاس رکھتے ہیں، وہ لوگ کامل مئومن ہیں۔

جلاوطنی کی صورت میں بدعہدی کی سزا

اگر ایک غیر مسلم قوم اسلامی ریاست کے قانون کے تحت معاہدہ کرکے ساتھ رہنے کا فیصلہ کرے تو معاہدہ کی رُو سے غیر مسلم اسلامی ریاست کے شہری بن کر ایک ساتھ رہ سکتے ہیں۔اِن کو مسلمانوں کی طرح تمام حقوق کا مستحق قرار دیا جائے گا۔اِن کی جان ومال کی حفاظت بھی کی جائیگی۔جب تک یہ قوم اپنے کئے ہوئے معاہدے پر قائم رہیں گی اِن کو حفظ وامان حاصل رہے گا۔اگر یہ قوم عہد شکنی کرکے معاہدہ توڑ کر معاشرے کی بربادی پر تُلے ہوئے ہو توحاکم وقت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اِن لوگوں سے معاہدہ ختم کرکے سزا کے طور پر انہیں فی الفور جلاوطن کرے تاکہ اِن کے شر سے لوگ محفوظ ہو جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اِس مقصد کے پیش نظر بنونضیر[1] کو ان کے کرتوتوں کے سبب مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تھا کہ یہ اُس وقت معاشرہ کی اصلاح کے لئے ایک اہم فیصلہ تھا اور الہامی تعلیمات کا تقاضا بھی۔

مؤاخاۃ مدینہ (اسلام کا پہلا نظام تکافل)

رضاکارانہ طور پر معاہدے نبھانے کی ایک قسم مؤاخاۃ[2] ہے جس سے مسلمانوں کو دینی، معاشی اور معاشرتی استحکام ملا جس کی بدولت مدینہ کے اندرونی حالات پر کچھ حد تک قابو پالیا گیا۔مسلمانوں نے بھائی چارے کی عظیم مثال قائم کی جو رہتی دنیا کے لئے ایک نمونہ عمل بن گئی۔مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو مہاجرین اور جس نے اس کی مدد کی اسے انصار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔مہاجرین نے اپنے اہل وعیال اور مال واملاک کو دین اسلام کی خاطر قربان کرکے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔تو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کی اجنبیت دور کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[1]) مدینہ کے یہودی قبائل میں سے ایک قبیلہ بنونضیر تھا۔ان کے جد امجد کا نام کاہن بن ہارون تھا۔جب بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تو بنونضیر نے یثرب کی طرف رخ کرکے وادی بطحان کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنایا۔بدعہدی کے سبب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کیا تھا۔(معجم البلدان، ص:۱/۴۴۶)

[2]) مؤاخاۃ اوراخوت، اخ کے معنی میں ہے، جس سے مراد کسی کو اپنا بھائی قرار دینا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مابین صرف ایمان کی خاطر بھائی چارہ قائم کیا تھا جس کا مقصد محض ایک دوسرے کی مدد و نصرت تھی۔(لسان العرب، ص:۱۴/۱۹)

کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا اور یُوں اِس رضاکارانہ میثاق مؤاخاۃ نے غیر متوقع حالاتِ امن وسلامتی کو جنم دیا اور مہاجرین وانصار بھائی بھائی بن گئے۔

میثاق مدینہ

ریاست مدینہ میں بسنے والے افراد کے درمیان میثاق مدینہ تعلقات کا حسین امتزاج تھا۔ مسلمانوں کا یہ سب سے پہلا سیاسی معاہدہ تھا جس میں تمام ساکنین مدینہ نے حضور ﷺ کی قیادت قبول کی۔ بیرونی دشمنوں سے نمٹنے کے لئے آپس میں ساتھ رہنے کے لئے باہمی تعاون وانتظام پر اتفاق کیا گیا۔ تمام باشندگان نے دفاعی تعاون کے لئے مشترکہ جدوجہد کی خواہش کا اظہار کرکے خارجی جارحیت کی دفاع کے لئے مشترکہ پلیٹ فارم سے لڑنے کا عزم مصمم کیا۔ نبی کریم ﷺ نے میثاق مدینہ کے معاہدے میں یہود کے لئے بڑی واضح پالیسی کا تعین کیا۔ یہود کو مذہبی آزادی کے ساتھ جان ومال کا تحفظ بھی ملا اور ان کے لئے مساوی حقوق متعین کئے گئے۔ مدینہ کے یہودی قبائل میں بنو قینقاع اندرونی مدینہ اور باقی دو قبائل بیرونی مدینہ رہتے تھے۔ بنو نضیر بطحان اور بنو قریظہ مدینہ کے جنوبی علاقے مھزور میں رہائش پذیر تھے۔ ان لوگوں نے رہائش کیلئے بڑے بڑے قلعے تعمیر کئے تھے۔ کسی حکومت کیلئے ان کو زیر کرنا محض ایک خواب تھا۔ یہودی قوم اگرچہ بظاہر متحد نظر آتی تھی لیکن جب جنگ بعاث میں بنو قینقاع نے خزرج کا ساتھ دے کر خوب مدد کی تو بنو قینقاع اور اوس کے یہودی حلیف بنو نضیر وبنو قریظہ کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہوئے جو مسلمانوں کے ہاتھوں بنو قینقاع کی جلاوطنی تک برقرار تھے۔ مسلمانوں کا ان جیسی مضبوط اقوام کے ساتھ معاہدہ کرنا دفاعی اور معاشی کامیابی ہی تصور کی جاسکتی ہے[1]۔

اِس معاہدے کا دائرہ کار صرف مدینہ کے باشندوں کے لئے نہ تھا بلکہ مدینہ کے اطراف میں بسنے والے قبائل بھی اس معاہدے میں شریک کئے گئے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ مدینہ کے وہ تمام قبائل جو ایک دوسرے کے جان کے دشمن ہیں، بھائی بھائی بن کر پُرامن زندگی اور معاشی خوشحالی حاصل کرے اور بوقت ضرورت اسلامی ریاست کے ساتھ متحد ہو کر دشمن کے خلاف لڑنے کے لئے تیار رہے[2]۔

صلح حدیبیہ

معاہدہ صلح حدیبیہ میں کئی ساری حکمتیں تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا تعلق مکہ سے تھا۔ مسلمانوں کا مرکز کعبہ، وہ بھی مکہ میں تھا۔ پانچ وقت کی نماز مکہ کی طرف رخ کرکے پڑتے تھے۔ مسلمانوں کو

---

[1] ندوی، علی ابوالحسن (مولانا). مقالات حول السیرۃ النبویہ. ط. بیروت: دارابن کثیر، ۲۰۰۲ء، ص:۱۶۵

[2] حمید اللہ، (ڈاکٹر). رسول اللہ کی حکمرانی وجانشینی. لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۳ء. ص:۵۰

مکہ کی تباہی سے زیادہ اِن سے صلح عزیز تھی۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی دوراندیشی سے دونوں فریق کے مابین کئی شرائط پر معاہدہ ہوا جس سے مستقل جنگ بندی ہوئی۔ مسلمانوں کو یہود خیبر سے نمٹنے کے لئے ایک اہم موقع فراہم ہوا کہ قریش مکہ کی طرف سے حملے کا خطرہ ٹل گیا۔ اس صلح کی بدولت مدینہ کے مسلمانوں کو مکہ میں اپنے عزیز واقارب سے ملاقاتیں ممکن ہوئی۔ لوگوں نے اسلام کو قریب سے دیکھنا شروع کیا جس سے لوگ متاثر ہو کر ایمان لانے لگے[1]۔

باہمی معاہدوں کے فوائد

مسلمان نیکی اور جائز امور میں معاہدے کر سکتے ہیں جس کی پاسداری اوروفاداری لازم ہو جاتی ہیں۔ معاہدے کئی قسم کے ہوتے ہیں، معاشرتی ،اقتصادی، دفاعی اور مذہبی معاہدوں سمیت تمام ضروریات زندگی میں معاہدے ممکن اور ضروری ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس سے مقصد کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ چونکہ اقتصادیات انسانی معاشرہ کا جزء لاینفک ہے ،اس لئے معاشی معاہدوں کے ذریعے سے تجارت کے فروغ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ معاشرے کے افراد میں معاشی معاہدوں کے انعقاد سے اقتصادی بحران کا حل اور غربت وافلاس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مذہبی معاہدوں سے معاشرے کے مختلف طبقات میں تعلقات کی ایک نوعیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ لوگ ایک دوسرے کے سمجھنے کی کوشش آسانی سے کرتے ہیں۔

باہمی معاہدوں سے تہذیب وثقافت کی پہچان ہوتی ہے جس سے بھلائی وبرائی کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں ایک دوسرے کی صنعت وحرفت سے استفادہ ممکن ہو جاتا ہے۔ دفاعی معاہدوں سے جنگ بندی کے ذریعے معاشرے کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے جو لڑائیوں کی وجہ سے ان میں ماند پڑ جاتی ہیں۔ معاشرتی معاہدوں سے معاشرہ کے دیرینہ مسائل کے حل پر مکمل دسترس حاصل کیا جا سکتا ہے جسکی وجہ سے معاشرہ تباہی وبربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ معاہدوں سے معاشرہ کے کمزور طبقے کے حقوق کا حصول آسان اور ممکن بن جاتا ہے جس کا وجود کالعدم ہو چکا ہوتا ہے۔

---

[1] حمید اللہ،(ڈاکٹر). پیغمبر اسلامؐ. لاہور:بیکن بکس،۲۰۱۳ء.،ص:۲۵۶

فصل چہارم

معاہدوں کا تاریخی پس منظر

فصل چہارم معاہدوں کا تاریخی پس منظر

پس منظر

معاہدوں کی تاریخ اتنی پرانی ہے جب سے تنازعات نے جنم لیا ہے۔ شروع سے انسانی ضروریات ایک دوسرے کے ساتھ منسلک رہی ہے جو آج تک جاری وساری ہیں۔ انسان رنگ ونسل کی طرح مزاج میں بھی مختلف ہیں۔ اس اختلاف کی بنیاد پر ان کے اعمال بھی مختلف ہوتے ہیں۔ انسانی احتیاجات کے پیش نظر معاشرہ کو معاہدوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ معاشرے کے افراد معاملات چلانے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک رہے اور تادیر امن قائم رکھنے میں معاون ثابت ہو جائے۔ اس عالم فانی میں مذہبی طور پر دو قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ جو ادیان سماویہ کے ماننے والے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہے جو ادیان غیر سماویہ کے پیروکار ہیں۔ ادیان کی اِن دو قسموں میں معاہدوں کا ذکر مختلف طریقوں سے آچکا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

ادیان سماویہ میں معاہدوں کا ذکر

ادیان سماویہ سے مراد وہ مذاہب ہے کہ جس کی تعلیمات کی بنیاد وحی ہیں اور ان مذاہب کی تعلیمات و نظریہ حیات اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو۔ اللہ تعالی نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے اپنے بندے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے ہیں اور نبوت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ پر جاکر رکتا ہے۔ سلسلہ نبوت کے جتنے بھی ادیان ہیں اُسے ادیان سماویہ یا الہامی مذاہب کہا جاتا ہے، جس کا ذکر مندرجہ ذیل ہیں:

یہودیت

الہامی مذاہب میں سب سے مقدم دین یہودیت ہے۔ اللہ تعالی نے موسیٰؑ کو نئی شریعت تورات کی شکل میں دی تھی جو کئی نوعیت کے احکام پر مشتمل تھی۔ ان میں ایک حکم ایفائے عہد ہے۔ اللہ تعالی نے تورات میں عہد لینے اور اس پر بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ کتاب استثناء میں ہے:

سو جان لے کہ خداوند ہی تیرا خدا ہے، وہ وفادار ہے۔ جو اُس سے محبت رکھے اور اس کے حکموں کو مانتے ہیں، ان کے ساتھ ہزار پشت تک وہ اپنے عہد کو قائم رکھ کر اِن پر رحم کرتا ہے۔ اور تمہارے اُن حکموں کو ماننے اور اُن پر عمل کرنے سے خداوند تیرا خدا بھی تیرے ساتھ اُس عہد اور رحمت کو قائم رکھے گا جن کی قسم اُس نے تیرے باپ دادا سے کھائی[1]۔

---

[1]) کتاب مقدس (کتاب استثناء، ۷:۹) پاکستان بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور، ص: ۱۷۳

صلح کی اہمیت

صلح کی اہمیت تمام مذاہب میں یکساں ہیں۔ دین یہودیت میں بھی صلح کی اہمیت کا ذکر موجود ہے، چنانچہ صلح کے بارے میں ارشاد ہے کہ صلح کرنے والوں کے لئے راست بازی کا پھل صلح کے ساتھ بویا جاتا ہے[1]۔

مزید ارشاد ہے کہ جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اُس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اُسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لئے کھول دے تو وہاں کے باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں[2]۔

جنگ بندی و مصالحت پر آمادگی

قوم وملک کے لئے جنگی مہمات جس قدر نقصان دہ ہوتی ہیں اتنے ہی زیادہ جنگ بندی سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ جب یشوع نے یریحو[3] اور عی[4] والوں کو نافرمانی کی بدولت تہہ تیغ کر دیا تو جبعون کے باشندوں نے اپنے سفیروں کو یشوع کی خدمت میں بھیج دیا تا کہ یشوعؑ سے عہد باندھے یعنی جنگ بندی کا معاہدہ کرے۔ جب وہ لوگ یشوع کے پاس حاضر ہوئے تو یشوع نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم دور ملک سے آئے ہیں۔ ہمارے بزرگوں اور باشندوں نے ہمیں یہی پیغام دے کر تمھارے پاس بھیج دیا ہے کہ ہم لوگ آپ کے خادم ہیں اور آپ سے عہد باندھتے ہیں چنانچہ یشوع نے اُن سے صلح کی اور اُن کی جان بخشی کرنے کے لئے اُن سے عہد باندھا[5]۔

تورات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد باندھنے کا تذکرہ بھی ہے، کتاب مقدس میں ارشاد ہے: اگر تم لوگ (اے بنی اسرائیل) مجھ سے خلاف ورزی کر کے میری حکم عدولی کروگے، تب میں اپنا عہد جو یعقوب کے ساتھ تھا، یاد کرونگا اور جو عہد میں نے اضحاق اور جو عہد میں نے ابراہام کے ساتھ باندھا تھا اُن کو بھی یاد کرونگا اور اِس

---

[1] کتاب مقدس، (کتاب یعقوب: ۱۸:۳) ص: ۲۲۶

[2] ایضاً، کتاب استثناء: باب ۲۰: آیت ۱۰-۱۱، ص: ۱۹۰

[3] یریحو (Jericho) موجودہ فلسطین میں دریائے اردن کے مغربی ساحل پر واقع ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ مئی ۱۹۹۴ء میں اس شہر کے اندر اسرائیل و فلسطین کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ ہوا تھا۔
(Tell es-Sultan,byHamdan Tata, UNESCO Office Ramallah, page No:206)

[4] عی، موجودہ اردن کے جنوب مغرب میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔(www.moi.gov/viewpages.aspx?)

[5] عہد نامہ قدیم (کتاب یشوع: ۹: ۱۱-۱۴) ص: ۲۱۲

ملک کو بھی یاد کرونگا[1]۔

احکام عشرہ

اللہ تعالی کے اپنے بندوں پر احکام مقرر کرنا اور بندوں کا اُس احکام کو مان کر عمل کرنا ہی عہد ہے۔ سورہ مائدہ میں ارشادی باری تعالی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾[2]

اے مؤمنو! عقد و پیمان کو پورا کرو۔

کتاب خروج میں ہے کہ خداوند نے موسی سے کہا کہ یہ باتیں لکھ کیونکہ ان ہی باتوں کے مفہوم کے مطابق میں تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہوں، سو وہ چالیس دن اور چالیس راتیں وہیں خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا۔ اور اُس نے اُن لوحوں پر اس عہد کی باتوں کو یعنی دس احکام کو لکھا[3]۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں عقود و عہود کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔

دین مسیحیت

الہامی مذاہب میں دوسرا مذہب مسیحیت ہے۔ دین مسیحیت میں عہد و معاہدہ کا ذکر کئی طرح آچکا ہے۔ جب اللہ تعالی ما قبل شریعتوں کے کچھ احکام یا اصولوں کو مابعد شریعت کا حصہ بنادے، تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اصول و ضوابط اپنے التزام میں پہلی شریعت کی طرح نئی شریعت کا حصہ ہے اور اِس کو غیر ضروری شمار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ اِس حوالے سے عہد نامہ جدید میں ارشاد ہے:

کہ اے بھائیوں! میں کہتا ہوں کہ اگرچہ آدمی ہی کا عہد ہو جب اُس کی تصدیق ہوگئی تو کوئی اس کو باطل نہیں کرتا۔ میرا یہ مطلب ہے کہ جس عہد کی خدا نے پہلے سے تصدیق کی تھی اُس کو شریعت چار سو تیس برس کے بعد آکر باطل نہیں کرسکتی کہ وہ وعدہ لاحاصل ہو[4]۔

اللہ تعالی جب اپنے بندوں سے پوری وضاحت سے عہد باندھتا ہے تو اِس عہد کی پاسداری پر بندوں کو انعامات سے بھی نوازتے ہیں۔ اِس وجہ سے عہد نامہ جدید میں جب خداوند نے اسرئیل اور یہوداکے گھرانے سے نیا

---

[1]) عہد نامہ قدیم: (کتاب احبار: ۲۶: ۴۱-۴۲) ص: ۱۲۱

[2]) سورۃ المائدہ: ۵/ ۱

[3]) عہد نامہ قدیم (کتاب خروج: باب ۳۴-۲۷) ص: ۸۷

[4]) عہد نامہ جدید (کتاب گلتیوں: باب ۳: ۱۵-۱۷) ص: ۱۸۰

عہد باندھنے کا ذکر کیا تو ساتھ ہی فرمایا کہ میں اُن کا خدا ہونگا اور وہ میری اُمت ہونگے۔اِن کے گناہوں کو معاف کرونگا۔جب اُنھوں نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پُرانا ٹھہرایا اور جو چیز پُرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہو جاتی ہے[1]۔

ادیان غیر سماویہ میں معاہدوں کا ذکر

ادیان غیر سماویہ سے مراد وہ مذاہب ہیں جن کی بنیاد وحی نہیں عقل ہوتی ہے۔چونکہ مختلف لوگوں کی عقل کا معیار مختلف ہوتا ہے اس وجہ سے ان مذاہب کی تعداد بھی زیادہ ہیں۔ان مذاہب کے ماننے والوں کی ریاستوں میں باہمیمعاہدوں کا ذکر ذکر درج ذیل ہیں:

لگاش(Lagash)اور(Ummah)کے درمیان معاہدہ

۲۵۰۰ق م میں قدیم ترین ریاستوں میں دوریاستیں لگاش اور اُمہ کافی مشہور تھیں۔اِن دونوں ریاستوں کے سرحدی علاقے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک تھے جس کی بناء پر ان دونوں ریاستوں کے مابین ہر وقت کشمکش رہتی تھی۔سرحدی تنازعات کے حل کے لئے لگاش(Lagash)اور(Ummah)کے درمیان اس بات پر معاہدہ ہوا کہ کالے پتھروں کی تعمیر سے ایک دیوار تعمیر کی جائے گی جس سے دونوں اطراف کے اقوام محفوظ ہو جائے۔یہ معاہدہ دنیا کا قدیم اور اولین معاہدوں میں شمار کیا جاتا ہے[2]۔

رعمسیس دوم کا صلح

۱۲۸۳ق م میں قدیم مصر کے فرعون بادشاہ رعمسیس دوم اور Hitticکے بادشاہ کے درمیان جنگ کادش (Kedash)کے بعد معاہدہ صلح امن ہوا۔جنگ کادش دو عظیم اقوام کے درمیان کادش کے مقام پر لڑی گئی جنگ تھی ،جو چار دن تک جاری رہی، جس میں Hittic کے بادشاہ نے فاتح بن کر فرعون کے لشکر کو شکست دی تھی۔دونوں طرف سے معاہدہ صلح پر اتفاق کیا گیا جس کی رُو سے فریقین ایک دوسرے پر نہ حملہ کریں گے اور نہ ہی کسی بیرونی جارحیت کا حصہ بنیں گے بلکہ بیرونی دشمن سے نمٹنے کے لئے دونوں متحد ہو کر لڑیں گے[3]۔

قدیم یونان اور معاہدے

---

[1] عہد نامہ جدید،(عبرانیوں،باب:۸،آیت:۸-۱۲)ص:۲۱۷

[2] International Law and Boundary Disputes in Africa,Gbenga Oduntan,Routledge Taylor&Francis Group-London and New yourk,p-70

[3] The pharaoh who made peace with his enemies, by sameh. M,(www.arabworldbooks.com)

قدیم یونان کی ریاستوں کے اندر آپس میں بھی معاہدات اور صلح ہوا کرتے تھے۔ دوسری یونانی ریاستوں کی طرح ایتھنز میں بھی پہلے بادشاہت تھی جو بعد میں بدل کر جمہوری حکومت کی شکل اختیار کیا۔ ایتھنز واسپارٹہ ایک دوسرے کے حریف تھے۔ جس طرح جنگی مہمات ریاست کی قوت کو تار تار کر دیتی ہے اِسی طرح ریاست جمہوریہ ایتھنز پر جنگی مہمات کا بڑا بوجھ پڑ گیا تھا۔ جب ایتھنز اور اسپارٹہ کی لڑائی میں طرفین کا شدید نقصان ہوا اور ایتھنز نے دم لینے کے لئے اسپارٹہ سے معاہدہ جنگ بندی کرنی چاہی۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ بار ہلکا ہو جائے۔ تو انھوں نے مصالحت شروع کی اور ابتداء ارگوس اور اسپارٹہ سے ہوئی جنہوں نے آپس میں تیس سال تک جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔ جس پر اسپارٹہ والوں نے رضامندی ظاہر کی، تو دونوں طرف سے ۴۶۰ ق م میں معاہدے کے شرائط طے ہوئی۔ جس سے فریقین کے مابین جنگ بندی ہو کر باقی دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایتھنز کو کافی فرصت ملی[1]۔

ایک سالہ امن معاہدہ

قدیم یونان اور ایران کے تنازعات چلے آرہے تھے۔ ایک موقع پر یونان کی طرف سے ایرانیوں سے صلح کے شرائط یہ طے ہوئے کہ ایران کے جنگی جہاز بحیرہ ایجین میں نہ بھیجے جائیں گے۔ ایتھنز سلطنت ایران کے سواحل کو حملوں سے محفوظ رکھیں گے۔ اس معاہدے کی بدولت یونان اور ایران کی کشمکش ختم ہوئی۔ اِس صلح ہو جانے کے بعد جب اہل ایتھنز نے شہر ہمیش تیایا پر قبضہ کر کے بڑا ظالمانہ سلوک کیا تو ہر جگہ سے بغاوت کی آواز آنے لگی اور آخر کار ایتھنز اور پلوپنی سس کی ریاستوں میں ۴۴۶ ق م ایک سالہ معاہدہ صلح پر دستخط ہو گئے۔ دونوں طرف کے حلیفوں کے نام صلح نامے میں درج تھے۔ اس کی ایک شرط تھی کہ اسپارٹہ یا ایتھنز کوئی اپنے اتحاد میں فریق ثانی کے کسی حلیف کو شامل نہ کرے گا۔ البتہ غیر جانب داروں کو اجازت تھی کہ وہ جس کے ساتھ چاہے شریک ہو سکتے ہیں[2]۔

۴۲۱ ق م میں ریاست ایتھنز کے حکمران کلیون بنے جو جنگی مہارت کے حامل حکمران تھے اور اسپارٹہ والوں سے معاہدہ امن کے شدید مخالف تھے۔ انھوں نے حکمران بنتے ہی اپنے اتحادی افواج ساتھ لے کر تھریس (اسپارٹہ) پر حملہ کیا جس میں وہ خود اسپارٹہ کے کمانڈر براسیڈس کے ہاتھوں مارے گئے۔ براسی ڈس جو ایتھنز سے معاہدوں کے شدید مخالف تھے وہ بھی دوران جنگ مارے گئے۔ دونوں طرف کے معاہدہ امن کے مخالفین کے مرتے ہی صلح کی سب سے بڑی رکاوٹ دور ہو گئی۔ غرض دونوں طرف سے صلح کی گفتگو شروع ہوئی اور طویل بحث ومباحثے کے بعد

---

[1]) ہاشمی، سید (مولوی). تاریخ یونان. حیدر آباد دکن: مطبوعہ دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۱۹ء، ص: ۳۳۵

[2]) تاریخ یونان، ص: ۳۴۱

مارچ کے آخر میں صلح نامہ مکمل ہو کر فریقین میں جنگ بندی ہو گئی۔ معاہدہ امن کی یہ قرارداد، جس کے بانی ومبانی نکیاس اور اسپارٹہ کا باشاہ پلیس تو ناکس تھے، پچاس سال کے لئے ہوئی تھی۔ تاریخ میں یہ معاہدہ، معاہدہ نکیاس کے نام سے مشہور ہے[1]۔

صلح نامہ بادشاہی

۳۳۸ق م میں تراسی بلوس اپنے ملک ایتھنز کا ایک کامیاب حکمران تھا۔ انھوں نے اپنے ملک میں جمہوریت کا احیاء کیا تھا۔ لیکن ملک کو ترقی کی طرف گامزن کرتے ہوئے شر پسندوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ ایتھنز کے مقابلے میں اسپارٹہ والوں نے اس موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایران کے دربار میں ان کے خلاف خوب جگہ بنالی اور ایرانیوں سے کیا گیا معاہدہ تازہ کر دیا۔ تمام فریقین شاہ ایران کے دربار میں طلب کئے گئے اور شہنشاہ کا فرمان بہ آواز بلند انہیں سنایا ۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ شاہ اردشیر کے نزدیک مناسب ہے کہ جزائر کلاذومنی اور قبرس دولت ایران سے وابستہ رہیں، باقی تمام یونانی ریاستیں خواہ بڑی ہو یا خواہ چھوٹی، اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار رہیں گی۔ اس فرمان امن کو اگر کسی نے قبول کرنے سے انکار کیا تو میں اپنی ہم خیال ریاستوں کے ساتھ مل کر ایک تباہ کن جنگ کرونگا چنانچہ معاہدے کا متن پتھر پر کندہ کرا کر یونانی ریاستوں کے خاص مندروں میں نصب کر دیا گیا۔ تاریخ میں یہ عہد نامہ صلح نامہ بادشاہی کے نام سے مشہور ہے[2]۔

سلطنت روم میں پیٹری شین اور پلی بین میں اختیارات کی تقسیم کا معاہدہ ۵۰۹ق م

جب روم کی شاہی سلطنت ختم ہوئی تو سلطنت کے دونوں بازوں پیٹر شین اور پلی بین کے مابین اقتدار کی جنگ شروع ہوئی۔ مذہب و قانون دونوں پیٹر شین کے قبضے میں تھے۔ پلی بین بنیادی حقوق سے محروم تھے اس لئے وہ اپنے حقوق حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اِس مقصد کے لئے اُنھوں نے ایک نیا طریقہ ڈھونڈا اور وہ یہ تھا کہ پلی بین اور اس کے دوست یا پیروکار کچھ وقت کے لئے روم چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر کسی مقام پر چلے جاتے اور جب تک کہ سلطنت روما ان کے مطالبات کو پورا کرنے پر آمادہ نہ ہوتی، واپس آنے سے انکار کرتے رہے۔ ہر علیحدگی کے بعد ایک جدید میثاق ہوتا جس سے پلی بین والوں کو نفع ہوتا۔ ۴۹۴ق م میں دونوں طبقوں کے درمیان ایک باضابطہ صلح نامے پر اتفاق ہوا جیسا کہ دو علیحدہ قوموں میں ہوتا ہے۔ اس صلح کا اثر یہ ہوا کہ طبقہ پلی بین ایک آزاد جماعت بطور

---

[1]) تاریخ یونان، ص ۴۰۸

[2]) ایضا، ص: ۴۹۵

ایک علیحدہ سلطنت تسلیم کر لیا گیااور وہ اراضی جو فتح کی گئی تھی نصف غریب اہل روما کو دی گئی اور نصف لاطینیوں کو صلح نامہ کے مطابق دی گئی[1]۔

اسی دوران قرطاجنہ[2] نے ۵۰۹ق م میں روم کے ساتھ تین معاہدے کئے۔ پہلے معاہدے سے مقصود تھا کہ دونوں حکومتوں کے مابین تجارت کے متعلق قواعد طے کئے جائے اور اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ دونوں ایک دوسرے کے حلیفوں سے متعارض نہ ہو۔ دوسرے کا مطلب یہ تھا کہ کیم پانیا کی منڈیوں میں جو روما کے قبضے میں آرہا تھا قرطاجنہ کو تجارت کا حق حاصل ہو جائے۔ تیسرا معاہدہ اُس وقت ہوا جب قرطاجنہ کی حکومت کمزور پڑ گئی تو اہل روما کے ساتھ معاہدے میں مزید توسیع کی طرف محتاج ہوئے اوراس شرائط پر اتفاق کیا گیا کہ قرطاجنہ سسلی کا تخلیہ کر دے۔ اور رومی قیدیوں کو بغیر فدیہ لینے کے رہا کر دے۔ مذکورہ شرائط پر مبنی اس صلح پر اہل روما نے بھی توثیق کی اور دونوں کے مابین ۲۴۱ق م میں صلح ہو گئی[3]۔

روما و کریٹ کے درمیان امن کی کوششوں کے معاہدے

سلطنت روم کا ایک جزیرہ کریٹ کے نام سے مشہور ہے جو عرصہ دراز سے باغیوں اور شرپسندوں کا مرکز تھا۔ اس جزیرے کی شرپسندی سے اس کے ہمسائے بھی بہت پریشان رہتے تھے۔ ٹوتیس نے اپنے زعم میں آکر کریٹ پر حملہ کر دیا، مگر اس کو شکست ہوئی اور مجبوراً وہاں کے سرغنوں سے صلح کرنی پڑی مگر اس کے لئے حکومت روما سے منظوری لینے کی ضرورت تھی مگر سینٹ نے ایسی شرائط پیش کیں جو فاتح و مفتوح دونوں پر عائد تھے، اسی لئے اِن کے مابین معاہدہ صلح نہ ہو سکا۔ دوسری طرف میرین پناہ گزینوں کے مشوروں سے سرٹوریس (ہسپانیہ) سے عہد وپیمان شروع ہوا اور ۷۵ق م کے اواخر میں دونوں میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رُو سے میرین سردار نے روما کی جانب سے متھر اڈائیس کو ان تمام حصوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر دینے کی اجازت دی جو رومیوں کے قبضے میں نہ تھے اور اس کے بدلے میں متھر اڈائیس نے باغیان ہسپانیہ کی امداد کے لئے روپیہ اور جہازوں کے بھیجنے کا وعدہ کرتے ہوئے امداد بھیجی[4]۔

---

[1] احمد، حمید (مولوی). تاریخ جمہوریا روما. حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۶ء. ص:۱/ ۲۸۴

[2] قرطاجنہ، افریقہ کے قدیم ترین شہروں میں ایک ہے۔ شہر کا اصل نام قرطا تھا لیکن جنہ (پاکیزگی) کی طرف اس کی اضافت اس شہر کی خوبصورتی اور پاکیزگی کی وجہ سے ہے۔ (معجم البلدان، ص:۴/ ۳۲۳)

[3] تاریخ جمہوریا روما، ص:۱/ ۲۸۴

[4] تاریخ جمہوریا روما، ص:۴/ ۵۲

عرب اور معاہدے

عرب تاریخ میں کئی معاہدے مشہور ہیں۔ عرب کا مشہور شہر مکۃ المکرمۃ قبل از اسلام انتہائی معزز شہر شمار کیا جاتا تھا۔ اس کی یہ شرف اور شہرت خانہ کعبہ کی موجودگی سے ہے جس سے یہ شہر دین و تجارت کا مرکز بن گیا۔

فرزندان عبد مناف و بنو عبد الدار میں تولیت خانہ کعبہ پر معاہدہ

جب قصی نے اپنی اولاد میں سے عبد الدار کو خانہ کعبہ کے حجابہ، لواء، رفادہ اور سقایہ [1] کا اختیار دیا۔ تو ان کے فوت ہو جانے کے بعد فرزندان عبد مناف یعنی ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل نے اتفاق کر کے اولاد عبد الدار کے ہاتھوں سے یہ اختیارات لینا چاہے، کیونکہ ان مناصب کے لئے فرزندان عبد الدار سے کہیں زیادہ وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے تھے کہ ان کو معاشرے میں شرف بھی حاصل ہے اور قوم میں ان کی عظمت و بزرگی بھی مسلم ہے۔ اولاد عبد الدرداء نے اس مؤقف کا انکار کیا اور دونوں فریق میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے انداز سے سخت قسمیں کھائیں، چنانچہ بنو عبد مناف نے اتفاق کر کے کہا کہ ہم اپنی جماعت کی حمایت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اس موقع پر سب کا ایک ہی نعرہ تھا "ما بل بحر صوفۃ" یعنی یہ عہد و پیمان اُس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ آب دریا دنبے کی اُون کو تر نہ سکے۔ چنانچہ انھوں نے ایک برتن نکالا جسے خوشبو سے بھر کے خانہ کعبہ کے سامنے رکھ دیا۔ تمام لوگوں نے اسی میں اپنے ہاتھ ڈالے اور حلف اُٹھا کر انہیں ہاتھوں سے کعبے کا مسح کیا تاکہ یہ عہد پوری طرح مضبوط ہو جائے۔ اس وجہ سے اس واقعے کے بعد ان لوگوں کا نام مطیبین پڑا یعنی خوش بُو میں بھرنے والے۔

دوسرے فریق نے ایک خون سے بھرا ایک تھال لے کر اس میں ہاتھ ڈالتے رہے اور سب نے عہد کیا کہ ہم اپنی جماعت کو رسوا نہیں ہونے دیں گے، چنانچہ ان لوگوں کے دو مختلف نام مشہور ہوئے۔ ایک احلاف یعنی حلف اُٹھانے والے اور دوسرا العقد الدم یعنی خون چاٹنے والے۔ جب دونوں طرف سے جنگ کی کافی تیاریاں ہوئی اور قریب تھا کہ گھمسان کا رن پڑے کہ اسی دوران چند لوگوں کی کوشش سے معاہدہ صلح ممکن ہوا، چنانچہ معاہدے کے

---

[1]) حجابہ، خانہ کعبہ کا ہر دیکھ بھال اور خدمت گذاری کو کہا جاتا ہے۔ لواء سے مراد وہ خاص جھنڈا ہے جسے لڑائیوں و جنگوں میں لہرایا جاتا تھا۔ حجابہ و لواء دونوں کی ذمہ داری اولاد عبد الدار کی تھی۔ قریش مکہ ایام حج میں حاجیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ ان کے اس عمل کو رفادہ کہا جاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری اولاد بن ہاشم کی تھی۔ (سیرت ابن ہشام، ص:۱/۱۲۷)، سقایہ، لغت میں پینے کی جگہ یا برتن کو کہا جاتا ہے۔ قریش مکہ حج کے دوران حاجیوں کو پانی پلاتے تھے۔ جس کی ذمہ داری زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بھی اولاد بنی ہاشم میں عباس بن عبد المطلب کے پاس تھی۔ (زحیلی، وہب بن مصطفی (ڈاکٹر). التفسیر المنیر. دمشق: دار الفکر المعاصر، ۲۰۰۲ء، ص:۱۰/۱۴۳)

مندرجات پر مکمل یک جہتی کا اظہار کیا گیا جس کی تفصیلات یہ تھیں کہ سقایہ ورفادہ بنو عبد مناف بن قصی کو دیا جائے اور حجابہ ولواء حسب دستور بنو عبد الدار کے پاس رہے گا، چنانچہ اس معاہدہ کی بدولت لڑائی کی فضاء ختم ہوئی اور امن وسکون بحال ہوا[1]۔

تجارتی معاہدے

سرزمین عرب پر ہاشم ایک شریف آدمی تھا۔ انھوں نے قیصر روم سے قریش کے لئے یہ عہد لیا تھا کہ ان کے ملک میں امن وامان اور حفاظت کے ساتھ سفر کر سکیں اور جب راستوں پر اپنا مال واسباب لے کر گذریں تو کرایہ ومحصول نہ دینا پڑے۔ قیصر نے یہ اجازت نامہ لکھ دیا اور نجاشی (فرمانروئے حبشہ) کو بھی لکھا کہ قریش کو اپنے ملک میں داخل ہونے دے کیونکہ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے اور ان ممالک میں سفر کی انہیں ضرورت لاحق تھی[2]۔

عبد المطلب اور قبیلہ خزاعہ کے مابین معاہدہ

عرب میں عبد المطلب متحمل مزاج شخص تھے۔ خزاعہ کے لوگوں نے آکر ان سے کہا:

(نَحْنُ قَوْمٌ مُتَجَاوِرُونَ فِي الدَّارِ. هَلُمَّ فَلْنُحَالِفْكَ)[3]۔

ہم لوگ گھر کے اعتبار سے آپس میں ہمسایہ ہیں کیوں نہ ہم باہمی امداد ونصرت کا عہد وپیمان کرلیں۔

عبد المطلب نے یہ درخواست قبول کرکے اپنے ہمراہ سات بندوں کو لے کر دارالندوہ آئے، جہاں پر فریقین نے ایک دوسرے کی مدد پر اتفاق کیا اور ایک عہد نامہ لکھوا کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ عبد المطلب نے کہا:

"سَأُوصِي زُبَيْرًا إِنْ تَوَافَتْ مَنِيَّتِي ...بِإِمْسَاكِ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ بَنِي عَمْرِو"

جب میری موت قریب آئے گی تو میں زبیر کو وصیت کر جاؤنگا کہ میرے اور بنی عمرو کے معاہدے پر قائم رہے[4]۔

حرب فجار

---

1) ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بغدادی (امام). طبقات الکبری. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص:۱/۸۹

2) ایضاً، ص:۱/۹۰

3) ایضاً، ص:۱/۶۹

4) طبقات ابن سعد، ص:۱/۶۹

حرب فجار[1] کا باعث یہ ہوا کہ نعمان بن منذر (والی حیرہ) نے تجارت کے لئے بازار عکاظ میں کچھ لطیمہ[2] بھیجا جو عروہ بن عتبہ نے اپنی پناہ میں لیا۔ قبیلہ بنی بکر کا ایک چالا کشخص براض بن قیس نے عروہ پر حملہ کیا اوراسے قتل کر کے خیبر کی طرف بھاگ نکلا۔ قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان دشمنی بڑھ گئی اور دونوں طرف سے جنگ کی تیاریاں شروع ہوئی۔ قریش کی طرف سے سرداران عبد اللہ بن جدعان اور ہشام بن مغیرہ سمیت تمام لوگ اپنے قبیلے کا جھنڈا لیکر نکلے۔ قبیلہ قیس کے ابوبراء اور سبیع بن ربیع سپہ سالار تھے۔ شدید لڑائی شروع ہوئی یہاں تک کہ دونوں طرف سے کافی لوگ مارے گئے۔ جنگ کے دوران ہی عتبہ بن ربیعہ نے جو اس وقت جوان تھے، صلح کے لئے آواز دی اور اسی شرط پر مصالحت کی کہ مقتولوں کا خون بہا ادا کی جائے۔ اس شرط پر دونوں طرف سے اتفاق ہوا اور لڑائی ختم ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی جنگ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ حصہ لیا تھا اور اس پر کبھی نادم نہیں ہوئے تھے[3]۔

حلف الفضول

عرب معاہدوں کی تاریخ میں سب سے زیادہ قابل قدر اور معزز معاہدہ حلف الفضول[4] تھا۔ رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس بیس سال کی عمر میں شریک ہوئے تھے۔ سب سے پہلے زبیر نے اس کی دعوت دی اور کھانے کا انتظام کیا چنانچہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے لوگ عبد اللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے۔ سب نے اللہ تعالی کا نام لیکر ان الفاظ کے ساتھ حلف لیا کہ جب تک دریا میں صوف کے بھگونے کی شان باقی ہے ہم مظلوم کا ساتھ دیں گے ت اور معاش میں ہم اس کی خبر گیری کریں گے۔ قریش نے اسی بناء پر اس حلف وعہد کا نام حلف الفضول رکھا۔ رسول اللہ ﷺ حلف الفضول میں شرکت باعث فخر سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

---

[1]) حرب فجار، فجار بکسر الفاء بروزن قتال ہے، فجار فجر سے ہے بمعنی فسق وفجور، چونکہ یہ لڑائی حرمت والی مہینوں میں لڑی گئی تھی اس لئے اسے حرب فجار کہتے ہیں۔ (البدایہ والنھایہ، ص:۱/ ۲۷۰)

[2]) تجارت کی غرض سے مشک جس برتن میں رکھا جائے' اسے لطیمہ کہا جاتا ہے۔ (معجم الوسیط، ص:۲/ ۸۲۷)

[3]) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۱۳۰

[4]) چند قبائل قریش یعنی بنی ہاشم، بنی مطلب، بنی اسد بن عبد العزی، بنی زہرہ اور بنی تمیم نے آپس میں یہ عہد کیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا۔ خواہ مکے کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، یہ سب ان کی مدد وحمایت میں اُٹھ کھڑے ہونگے اور اس کا حق دلوا کر رہیں گے۔ تاریخ عرب میں یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (سیرت ابن ہشام، ص: ۱/ ۱۳۳)

میں عبداللہ ابن جدعان کے گھر جس حلف میں شریک ہوا تھا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ اس کے بدلے مجھے سرخ رنگ کے اونٹ ملیں تو میں اس کو توڑ دوں، وہ مظلوم کا ساتھ دیتے اور اگر مجھ کو اب بھی اسی میں بلایا جائے تو میں قبول کر لونگا، حلف الفضول یہی ہے [1]۔

عہد رسالت میں معاہدے (میثاق مدینہ)

عہد رسالت کے معاہدوں میں سب سے اہم سیاسی معاہدہ میثاق مدینہ ہے۔ اس کا پہلا حصہ مسلمانوں کے مابین بھائی چارہ قائم کرنے میں جبکہ دوسرا حصہ خصوصاً یہود مدینہ کے ساتھ قومی وحدت اور پُرامن طریقے سے معاشرہ میں زندگی گذارنے جیسے مقاصد پر مشتمل ہیں۔ یہ معاہدہ ہجرت کے پہلے سال تحریر کیا گیا۔ ان کی کل دفعات ۴۷ ہیں۔ اس معاہدہ سے مسلمانوں کی سیاست پر یہ گہرا اثر ہُوا کہ اسلامی ریاست بنانے کی راہ ہموار ہوئی اور باشندگان مدینہ میں ایسے تعلقات قائم ہوئے جس سے مدینہ کے اندر امن کی فضاء قائم ہُوئی [2]۔

صلح حدیبیہ

جمہور سیرت نگاروں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کیم ذی قعدہ بروز پیر ۶ ھجری ۶۲۸ میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ [3]۔ مقام حدیبیہ میں قریش مکہ کے ساتھ کامیاب مذاکرات کے بعد ایک تاریخی معاہدہ ہوا جو اسلامی تاریخ میں ایک اہم سیاسی معاہدہ تصور کیا جاتا ہے۔ جس کی بناء پر مسلمان ایک علیحدہ قومیت کی صورت میں سیاسی طور پر سامنے آئے۔ لوگ اسلام کو قریب سے دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے اور بالآخر فتح مکہ کی صورت میں مسلمانوں کو بہت بڑی اور ایسی کامیابی ملی کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہُوا [4]۔

عہد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں معاہدے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یمامہ سے واپسی کے بعد مدینہ آنے کی بجائے عراق کی طرف پیش قدمی کرے تاکہ وہاں کے عربی و عجمی لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کی طرف بلائے۔ اگر یہ لوگ میری دعوت دین قبول کریں تو ان کو بھی مسلمانوں جیسے حقوق حاصل ہونگے

---

[1] سہیلی، عبد الرحمان بن عبد اللہ بن ابی الحسن (حافظ). الروض الانف. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص: ۱/ ۹۱

[2] پیغمبر اسلام، ص: ۲۱۴

[3] ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر دمشقی (حافظ). صحیح السیرۃ النبویہ. عمان: مکتبہ اسلامیہ. ص: ۴/ ۱۶۴

[4] سیرت رحمت عالم، ص: ۵۱۵

۔جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقام حیرہ پہنچے تو ایاس بن قبیصہ نے سر کردہ سرداروں کو ساتھ لے کر وفد کی شکل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو ان لوگوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ گفتگو کے دوران جب جزیہ ادا کرنے اور جنگ کرنے کا ذکر کیا گیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم جنگ کرنا نہیں چاہتے بلکہ آپ ہم سے جزیہ کے عوض اپنی شرائط پر صلح کر لیجئے جیسا کہ آپ مسلمانوں نے اہل کتاب سے کی ہیں چنانچہ اُن لوگوں نے ساٹھ ہزار صاع پر معاہدہ صلح کیا[1]۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد اہل نجران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اِن کے لئے تحریری فرمان جاری کیا کہ میں نے اہل نجران کی جانوں، زمینوں، مال واملاک، عبادت گاہوں اور راہبوں کو اللہ کی پناہ اور رسول اللہ کی ذمہ داری میں لیا ہے، لہذا کوئی بھی مسلمان اس سے کسی قسم کا تعرض اور زیادتی نہ کرے[2]۔

عہد فاروقی میں اہل نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی خلیفہ ہوئے تو اہل نجران کو نجران یمن سے جلاوطن کر کے نجران عراق بسا دیا تھا کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے یہ تحریر کیا کہ اہل نجران کو اللہ کی ضمانت و امان حاصل ہے۔ یہ لوگ شام اور عراق کے جس امیر کے پاس سے بھی گذرے، اُسے چاہیے کہ زمین کی کھیتی میں ان کی مدد کرے۔ان پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے اور نہ ان پر کوئی ظلم وجبر کرے، چنانچہ یہ تمام عیسائی نجران عراق میں رہائش پذیر ہوئے[3]۔

اہل ایلہ سے معاہدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی معاہدے ہوئے ان میں سے ایک معاہدہ ایلیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے باشند گان ایلیا کے ساتھ مقام جابیہ پر معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ اس حوالے سے اہم ہے کہ اس میں مذہبی رواداری کا خوب ذکر کیا گیا ہے کہ اِس معاہدے کی بدولت اہل ایلیا کے جان ومال محفوظ ہونگے۔ گرجوں کے لئے یہ رعایت ہے کہ نہ وہ مسمار ہونگے اور نہ ان کا مرتبہ کم کیا جائے گا اور ایلیا والوں کے دینی اعمال سے کوئی مواخذہ نہیں ہو گا[4]۔

---

[1]) قاضی، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم. کتاب الخراج. بیروت: دارالمعرفہ، ۱۹۷۹ء.، ص:۴۲۱

[2]) ایضاً،، ص:۲۷۴

[3]) ایضاً، ص:۲۷۵

[4]) حمید اللہ، (ڈاکٹر). مجموعۃ الوثائق السیاسیہ. طبع ششم. بیروت: دارالنفائس، ۱۹۹۶ء.، ص:۲۹۵

عہد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو نجران کے عیسائی ان کے پاس مدینہ آئے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو جو نجران پر مقرر کیا تھا، یہ حکم نامہ جاری کیا کہ عراق میں نجران کے جو باشندے ہیں ان کے سرداروں نے میرے پاس آکر شکایت کی ہے اور وہ شرطیں دکھائی ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ طے کئے تھے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کو جو نقصانات پہنچے ہیں ان کا بھی پتہ چل گیا ہے لہذا میں نے ان کے جزیہ میں سے تیس جوڑوں کی تخفیف کر دی ہیں اور وہ زمین ان کو دی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یمنی زمین کے عوض صدقہ کی تھی۔ ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کہ یہ ہمارے ذمہ میں ہیں۔ ہمارے اور ان کے درمیان تعلقات بھی ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا صحیفہ پڑھ کر ان پر پوری طرح عملدرآمد یقینی بنادے۔ جب صحیفہ پڑھ لو تو اُسے انھیں واپس دے دینا۔ چنانچہ عامل نے خلیفہ کے حکم کو بجالاتے ہوئے اِن کے ساتھ خوب حسن سلوک کا معاملہ
کیا[1]۔

عہد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند خلافت سنبھالتے ہی عراق تشریف لے گئے تو اہل نجران کے سردار اسقف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی اور کہا اے امیر المؤمنین! میں آپ سے آپ کے ہاتھ کی تحریر اور زبان کی سفارش طلب کرتا ہوں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ہمیں ہمارے سابقہ علاقوں میں واپس بھیج دیجیے۔ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس بھیجنے سے انکار کیا اور فرمایا: تیرا بُرا ہو، حضرت عمر کے فیصلے بہت موزوں ہوتے تھے۔ جس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے لئے یہ تحریر لکھوادی کہ تمھارے لئے حضرت محمد ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے جو تحریر کیا تھا، اس کو میں نے پُورا کر دیا لہذا اب جو مسلمان بھی ان کے یہاں جائے۔ اُسے ان وعدوں کو پورا کرنا چاہیے نہ ان کو دبایا جائے نہ ان کے ساتھ ظلم کیا جائے۔ اب اہل نجران پر میزبانی، قاصدوں اور سربراہوں کو اشیاء ضرورت کی فراہمی کی ذمہ داری بھی نہیں کیونکہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے عہد کے لئے تھا جب یہ لوگ نجران یمن میں رہتے تھے اب یہ ذمہ داریاں باقی نہیں رہی کیونکہ یہ لوگ اب نجران عراق میں سکونت پذیر ہیں[2]۔

---

1) کتاب الخراج، ص:۲۷۶

2) ایضا، ص:۲۷۸

تاریخ منشور عظیم

یہ معاہدہ آزادی کے حصول کا ایک پروانہ تھا جو انگلستان کے بادشاہ جان سے ۱۲۲۵ میں حاصل کیا گیا۔ یہ انسانی تاریخ کا ایک اہم معاہدہ تھا جس کے ذریعے برطانوی عوام نے اتفاق سے اپنے بادشاہ جان کو مجبور کیا کہ وہ اپنے آپ کو قانون کے دائرے میں رکھے۔ اس کوشش میں برطانوی عوام کو کامیابی ملی اور یہ معاہدہ تاریخ منشور عظیم کے نام سے مشہور ہُوا(1)۔

معاہدہ جنیوا

جنیوا موجودہ سوئزرلینڈ کے ایک شہر کا نام ہے جس کے اندر اتفاق رائے سے یہ معاہدہ طے پایا کہ جنگ کے دوران طبی امداد مہیا کرنے والے افراد اور مختلف سازوسامان کی حفاظت ہوگی اور انہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ معاہدہ جنیوا کئی مراحل پر مشتمل معاہدہ ہیں: سب سے پہلے ۱۸۶۴ء میں جنیوا شہر کے اندر مختلف ملکوں کے نمائندے ایک کانفرنس میں شریک رہے جس میں باہمی اتفاق سے ایک مسودہ تیار کیا گیا جس کا مقصد جنگوں کے دوران طبی سہولیات مہیا کرنے والوں اور دوائیوں کی حفاظت کرنا دونوں فریقوں پر لازم کیا گیا۔ ۱۹۰۶ء میں جنیوا کے اندر ایک اور معاہدہ ہوا جس پر تمام ملکوں کے نمائندوں نے دستخط کئے۔ پہلے معاہدے کی طرح اس میں بھی زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے والوں اور دوائیوں کی حفاظت پر اتفاق کیا گیا اور ساتھ ساتھ یہ مقصد بھی واضح کر دیا گیا کہ زخمیوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ جنگ کے دوران سفاکانہ طرز عمل اختیار نہیں کیا جائے گا اور بلآخر اس کی ممانعت پر سمجھوتہ طے پایا۔

۱۹۱۹ء میں پہلی جنگ عظیم کے بعد جنیوا کے مقام پر تیسرا معاہدہ ہوا جس میں جنگی قیدیوں کے تحفظ پر خاص توجہ دی گئی اور جنگ سے متاثر ہونے والے شہریوں کی حفاظت کے اہتمام کا عہد تمام رکن ممالک سے لیا گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۶ء میں دوبارہ اس معاہدے میں ترمیم کرنے کے لئے رکن ممالک کے مابین بات چیت شروع ہوئی اور ۱۹۴۹ء میں نتیجہ خیز ثابت ہو کر ایک بین الاقوامی قانون کی حیثیت اختیار کر گیا جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ جنگی قیدیوں کے ساتھ انصاف سے پیش آنا اور زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال کرنا ضروری ہے خواہ وہ کسی بھی قوم یا قبیلے سے تعلق رکھتا ہو۔ اب اس کے ارکان ممالک کی تعداد ۱۹۶ میں ہیں(2)۔

---

[1] 1215:The Year of Magna carta, by Danyy Danziger, John Gillingham, page-276,(Published by Simon and Schuster, New York

International Law:A Treaties, Vol-1, Page-707,by Lassa Oppenheim,Ronald ([2] Roxburgh,
School of Trinity College, CAMBRIDG- The Law Book Exchange,1920,

پاکستان میں معاہدوں کا تصور

پاکستانی تاریخ میں بھی کئی قسم کے معاہدوں کا ذکر موجود ہے۔ بہت سارے اہم واقعات باہمی معاہدوں کی بدولت حل کئے گئے ہیں۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں جتنی رکاوٹیں کھڑی کی گئی تھی ایسے ہی آزادی کے بعد اس کے استحکام میں کہیں زیادہ سازشیں کی گئی لیکن مسلمانوں کے بروقت باہمی اتحاد واتفاق نے اِن سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حصول پاکستان کی کوششوں میں مشرقی پاکستان کے عوام بھی برابر کے شریک رہے۔ مشرقی ومغربی پاکستان کا اتحاد شروع سے برقرار تھا، لیکن ملک دشمن عناصر نے اِس اتحاد کو تباہ کرنے کے لئے مسلسل سازشوں کا جال بچھایا اور بلآخر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے نام سے ایک نیا ملک بن گیا۔ اِس تنازعے میں بھارت وپاکستان کے سربراہوں میں مذاکرات کے کئے ادوار ہوئے اور معاہدے کے مسودے میں کئی مرتبہ ترمیم کی گئی جس کے بعد اعلامیہ جاری کیا گیا جسے شملہ معاہدے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دونوں سربراہان مملکت نے معاہدے پر دستخط کئے، جس کے اہم نکات یہ تھے:

- فریقین میں جلد از جلد محاذ آرائی ختم کی جائے۔
- تمام باہمی اختلافات کو بات چیت کے ذریعے حل کیا جائے۔
- دونوں فریق اِس بات کے پابند رہیں گے کہ اپنی سرحدوں کا تعین کرے۔

۱۸ اگست ۱۹۷۳ء میں پاکستان وبنگلہ دیش کے درمیان جنگی قیدیوں کی واپسی یقینی بنانے کے لئے ایک معاہدہ ہُوا تھا۔ ۲۱ فروری ۱۹۹۹ء میں پاکستان وبھارت کے درمیان ایٹمی جنگ کے خطرے کو ختم کرنے کے لئے دونوں سربراہان مملکت کے مابین قیام امن کا ایک معاہدہ ہوا جو اعلان لاہور کے نام سے مشہور ہے۔ موجودہ دور میں بھی پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا اور اہم تجارتی معاہدہ اقتصادی راہداری کا منصوبہ ہے جو پاک چین اشتراک سے اس کے تمام منصوبے مکمل کئے جائیں گے[1]۔

---

[1]) مرتضیٰ انجم، بین الاقوامی امن معاہدے. لاہور: ادارہ تحقیقات، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۴۴

فصل پنجم

معاہدے کے اصول وضوابط

فصل پنجم معاہدے کے اصول وضوابط

اصول وضوابط

مستحکم ریاست اور پُر امن معاشرے کی بنیاد اچھے تعلقات پر منحصر ہے جو باہمی معاہدوں سے حاصل ہوتے ہیں۔معاہدوں سے اجتماعی زندگی کے بنیادی مسائل حل ہوتے ہیں۔اس کے بغیر اجتماعی تعلق مشکل ہوتا ہے۔معاہدوں کی بدولت انسانی معاشرت میں باہمی تعلق کی فضاء تشکیل پاتی ہے۔چونکہ ہر قوم کی تہذیب اس کی طرز زندگی پر اثرانداز ہوتی ہے اس لئے معاہدوں میں بھی اس تہذیب کا اثر نمایاں ہوتا ہے، جس سے کچھ ایسے اصول وضوابط مقرر کئے جاتے ہیں جن کو بروئے کار لاکر معاہدے کا انعقاد ممکن ہو جاتا ہے۔مذہب اسلام کے اندر دشمنوں سے معاہدے کرنے کے اصول و قوانین تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔جن کا لحاظ رکھنے سے باہمی اختلافات دور ہو جاتے ہیں۔جنگ وجدال اور فتنہ وفساد کا خاتمہ کرکے پر امن معاشرہ کی تشکیل نو آسان ہو کر دنیامیں امن قائم ہو جاتا ہے۔ دین اسلام جنگ وجدال کی بجائے صلح اور امن وامان کو بڑی اہمیت دیتاہے۔اگر دشمن مصالحت وجنگ بندی کے لئے آمادہ ہو، تواس پیشکش کو قبول کیا جائے اور مسلمان اللہ پر توکل کرکے صلح کرے۔اسی اصول کی جانب اللہ تعالی نے اشارہ فرمایاہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾[1]

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہو تو تم بھی اِس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

مسلمان دشمن سے مرعوب ہو اور ڈر کے مارے دشمن سے مصالحت پر آمادہ ہو جائے، تو مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ دشمنوں سے صلح کرے، کیونکہ اس سے جہاد کا اہم فریضہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔باری تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ﴾[2]

توتم ہمت نہ ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف نہ بُلاؤ اور تم تو غالب ہو۔

دین اسلام کی تعلیم ہے کہ جب عہد ہو جائے، تو اس کی پاسداری ضروری ہے۔خواہ دشمن کے ساتھ کیوں نہ ہو، لیکن کیا دشمنوں کے ساتھ معاہدے کئے جاسکتے ہیں؟ مسلمانوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے دشمنوں کو معاوضہ

---

[1]) سورۃ الانفال:۸/۶۱

[2]) سورۃ محمد:۴۷/۳۵

دیگر معاہدہ کرنا جائز ہے ؟ کیا جنگ بندی کے علاوہ اور مقاصد کے حصول کے لئے معاہدے کئے جاسکتے ہیں ؟ ان سوالوں کے جوابات کے لئے ذیل میں کچھ ایسے ضوابط کا ذکر کیا جاتا ہے جو اسلامی معاہدوں کی بنیاد ہیں:

پہلا اصول: جائز امور یعنی احکام شریعہ کا مخالف حکم نہ ہو

معاہدہ کے اصولوں میں سب سے پہلا اور جامع اصول جائز امور ہے۔ جائز امور سے مراد وہ احکام ہیں جنہیں اللہ تعالی اور اُس کے رسول ﷺ نے جائز قرار دیا ہو۔ صرف انہی میں معاہدے ہوسکتے ہیں، حرام اور ناجائز امور میں نہیں۔ یہی مفہوم میثاق مدینہ میں بھی موجود ہے کہ اس معاہدے کے پابند افراد اور گروہ باہمی اختلافات اور تنازعے کا مقدمہ اللہ اوراس کے رسول محمد ﷺ کے سامنے پیش کرینگے [1]۔

ناجائز امور کی شرط

ناجائز امور کی کوئی بھی شرط معاہدے میں قبول نہیں، کیونکہ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ انہوں نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے اس پر صلح کی کہ وہ لوگ اپنے بچوں کو اپنے دین کے رنگ میں نہیں رنگیں گے اور یہ کہ ان پر دوگنے صدقے کی ادائیگی لازم ہوگی [2]۔

زراعت کے بدلے معاہدہ

مال کے علاوہ بھی تمام جائز کاموں میں معاہدہ ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر کھیتی باڑی پر معاہدہ کرنا یا ان کے علاوہ پیشہ ورانہ صلاحیتوں والی قوم سے ان کی صنعت و حرفت پر صلح کرنا جائز ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ نعمان بن زرعہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بنو تغلب کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ ان پر جزیہ مقرر کیا جائے، کیونکہ وہ مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے، تو نعمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

اے امیر المؤمنین! بنو تغلب والے عرب ہیں اور جزیہ کو پسند نہیں کرتے۔ ان کے پاس مال بھی نہیں وہ صرف کھیتی باڑی کرتے ہیں، مویشی پالتے ہیں اور دشمن پر غالب آجاتے ہیں، چنانچہ حضرت عمر نے ان سے اس شرط پر صلح کرلی کہ بنو تغلب والے دوگنا صدقہ ادا کریں گے اور یہ بھی شرط لگائی کہ وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہ بنائیں گے [3]۔

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۲/ ۲۷۲

[2]) السنن الکبری للبیهقی، باب نصاری العرب تضعف علیهم، حدیث نمبر:۱۹۲۶۶، ص:۹/ ۲۱۶

[3]) ابوعبیدہ، قاسم بن سلام بن عبد اللہ ہروی بغدادی. کتاب الاموال. بیروت. دار الفکر، ۱۹۹۱ء. ص:۱/ ۶۵۰

شرط فاسد سے پاک معاہدہ

اللہ تعالی کی طرف سے جائز کردہ امور میں باہمی طور پر معاہدہ کرنا مشروع ہے اور یہ معاہدہ ہر اُس شرط فاسد سے پاک ہو، جو شریعت میں ممنوع ہو اور جس کی پاسداری بھی ضروری نہیں۔ مثلاً اگر دشمن یہ شرط لگا دے کہ مسلمان قیدیوں کو رہا نہیں کریں گے یا وہ ہمارے جس مال پر قابض ہو گئے ہو، وہ انہی کے پاس رہنے دیا جائے یا عقد ذمہ میں ایک دینار سے کم ٹیکس لاگو کرنے کی شرط لگا دیں یا مسلمان ہمارے لئے شراب وغیرہ کا انتظام وانصرام کرے، چنانچہ اس طرح کوئی بھی شرط لگا دی جائے تو اس سے معاہدہ فاسد ہو جائے گا[1]۔

حرمت سود

دین اسلام میں سودی کاروبار ممنوع ہیں۔ سود اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے اعلان جنگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں میں بھی سود خوروں کو اپنی ذمہ داری سے محروم کرنے کا ذکر فرمایا ہے، چنانچہ جب اہل نجران سے معاہدہ ہوا تو شرائط میں ایک شرط یہ تھی کہ اہل نجران میں سے جو شخص اپنے خاندان سے سود لے، وہ ہماری ذمہ داری سے محروم ہے[2]۔ اگر معاہدین میں ایک فریق اُدھار پر خریدی ہوئی چیز واپس کرنا چاہے، تو اصل قیمت سے لوٹانا ضروری ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے وائل بن حجر حضرمی[3] کے لئے فرمان لکھا تو اس میں یہ مضمون بھی تھا مشتری کے ہاتھ اُدھار شئے فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت وصول ہونے سے قبل اپنی قیمت سے کم پر خریدنا ربا اور سود ہے[4]۔

حرام اشیاء کی ممانعت

مسلمانوں کے لئے آپس کے معاہدوں میں حرام اشیاء کا لین دین ک جائز نہیں۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل طائف سے معاہدہ کیا تو اس میں یہ فرمان تھا کہ نشہ آور نبیذ حرام ہے[5]۔

---

[1]) نووی، ابوزکریا م یحی بن شرف (امام). روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین. دمشق: مکتبہ اسلامیہ. ص:۴/۵۱

[2]) امتاع الاسماع، ص:۱/۵۰۲

[3]) وائل بن حجر حضرمی کندی حضرموت، بلاد یمن کے بڑے بادشاہ تھے۔ ظہور نبوت کے بعد اپنی باشاہی چھوڑی اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین دن پہلے اس کے آنے کی خوشخبری دی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی: اللھم بارک فی وائل وفی ولدہ۔ (سمعانی، عبدالکریم بن محمد بن منصور (امام). الانساب. بیروت: دارالجنان. ص:۲/۲۳۰)

[4]) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۷۳

[5]) البدایہ والنھایہ، ص:۲/۳۷۵

قبیلہ جہینہ کے لئے عہد نامہ لکھواتے وقت ارشاد فرمایا کہ مردہ جانوروں کی کھال اور پٹھوں سے انتفاع مت حاصل کرو اور آپس کے معاملات میں سودی کاروبار باطل ہے[1]۔

معاہد کے مال کا حکم

مشرک کا مال جس سے صلح ہو، غنیمت سے ملکیت میں نہیں آسکتا بلکہ اسے لوٹا دیا جائے گا اور معاہدہ میں طے کئے گئے رقم سے زیادہ لینا حرام ہیں، کیونکہ رسول اللہ نے بھی زیادہ لینے سے منع کرکے ارشاد فرمایا: شاید تم ایک قوم سے جنگ کروگے، پھر وہ تمھارے سامنے آکر مال دے کر اپنی جانیں اور بیوی بچے چھڑائیں گے اور تم ان سے صلح کرلوگے، پس جس پر صلح ہوئی ہے اس سے زیادہ ان سے نہ لینا کیونکہ زیادہ لینا جائز نہیں[2]۔اگر باغیوں سے معاہدہ کرنا ہو تو اس معاہدہ کے بدلے مال کا مطالبہ نہیں کیا جائیگا۔کیونکہ جنگ بندی پر مال کا مطالبہ کرنا جزیہ کے معنی میں آتا ہے اور جزیہ صرف کافروں سے لیا جاتا ہے، مسلمانوں سے نہیں[3]۔

دوسرا اصول: عدل وانصاف

معاہدوں کا دوسرا روشن اصول یہ ہے کہ معاہدوں میں عدل وانصاف کا قیام ہو۔ دین اسلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کے علاوہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہر معاملہ میں عدل وانصاف کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾[4]

ترجمہ: اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے۔

عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ میں امن قائم رہتا ہے۔وہی قومیں ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے جو عدل انصاف کو بنیاد بنادے۔قوموں کے عروج وزوال کا سبب ہی عدل وانصاف ہے۔

بغیر اطلاع کئے حملہ کرنے کی ممانعت

غیر مسلموں سے معاہدہ پر اتفاق کرلینے کے بعد ان سے جنگ کرنا ممنوع ہے اور بغیر اطلاع کئے ان پر حملہ

---

1) سمہودی، علی بن احمد حسنی شافعی ابو الحسن. وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص:۱۲۵۹

2) ابن تیمیہ، مجد الدین عبد السلام (امام). المنتقی من اخبار المصطفی. مصر: مکتبہ تجاریہ، ۱۹۹۰ء. ص:۲/ ۸۳۲

3) بدائع الصنائع، ص:۵/ ۱۰۹

4) سورۃ المائدۃ:۵/ ۸

کرنا عدل وانصاف کی رُو سے جائز نہیں، چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے یہود اُذرح سے معاہدہ کیا تو تین شقوں میں سے آخری شق یہ تھی کہ اہل اُذرح پر حملہ انہیں پہلے سے متنبہ کرنے کے بغیر نہ کیا جائے[1]۔

بنو قریظہ کا بار بار عہد توڑنا

اگر دشمن معاہدہ کی خلاف ورزی کرے تو عدل وانصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان بھی معاہدہ توڑ سکتے ہیں جیسا کہ باری تعالی کا ارشاد یہود بنی قریظہ کے بارے میں ہے، جس وقت ان لوگوں نے کفار کا ساتھ دے کر معاہدہ توڑ ڈالا تھا اور کھلے عام عہد شکنی کی تھی:

﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ﴾[2]

اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا خوف ہو تو آپ بھی برابری کے طور پر معاہدہ توڑ دیں اللہ تعالی خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اسی طرح کفار کی ایک جماعت اپنے بادشاہ کی اجازت سے معاہدہ توڑے، تو گویا سبھی کفار نے عہد توڑ دیا اور اگر اس جماعت نے اپنے حکمران کی اجازت کے بغیر عہد توڑا ہو یا مسلمان ملک کے حدود میں دراندازی کی ہو، تو صرف ان ہی کے حق میں نقض عہد تصور ہو گا[3]۔

یہود خیبر سے معاہدہ میں احسان کرنا

جب خیبر کے یہودیوں نے کئے گئے معاہدے کی خلاف ورزی کی، تو اِس نقض عہد کے سبب رسول اللہ ﷺ نے اِن سے جنگ کی اور ان کے کھیتوں، باغوں اور زمینوں پر غالب آ گئے لیکن ان کے مال واملاک کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ آپ ﷺ نے عدل وانصاف کی بنیاد پر ان سے اس شرط پر صلح کر کے انھیں خیبر سے جلاوطن کرنے کا حکم دیا اور ساتھ فرمایا: ان کی سواریاں جس قدر سامان اُٹھا سکیں، ساتھ لے جائیں لیکن سونا، چاندی اور اسلحہ اللہ کے رسول کے ہیں۔ کسی چیز کو غائب نہ کرے اور نہ چھپائیں۔ اگر ایسا کیا تو ذمہ عہد سے نکل جائیں گے[4]۔

علاقے کی تخصیص

معاہدہ کرتے وقت معاہِدین میں کسی کے لئے کچھ اشیاء یا علاقے کی تخصیص کی جائے تو عدل وانصاف کا تقاضا

---

1) ابن کثیر، عمادالدین اسماعیل بن عمرو دمشقی (حافظ). البدایہ والنهایۃ. بیروت: دارالفکر، ص:۵/۶۷

2) سورۃ الانفال:۸/۵۶

3) بدائع الصنائع، ص:۷/۱۰۹

4) ابن حبان، محمد بن حبان بن معاذ بن معبد بن تمیمی (امام). صحیح ابن حبان. بیروت: مؤسسہ. ص:۱۱/۶۰۷

ہے کہ ملکیت اسی ہی کے لئے ثابت ہو اور غیر کی مداخلت نہ ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے بنو ثقیف سے معاہدہ کرکے تحریر فرمایا کہ وادی وج کی جھاڑیاں اور شکار سمیت تمام اشیاء کے مالک بنو ثقیف ہے، اِن کے علاوہ کسی کے لئے اِس وادی میں مداخلت جائز نہیں[1]۔ اہل جُرش کے چراگاہوں پر اس کا قبضہ تسلیم قرار دیتے ہوئے فرمایا انصاف کی رُو سے اہل جُرش کے چراگاہوں میں مالکان کی اجازت کے بغیر اپنے مویشی ہانک دینا حرام ہے[2]۔

منفعت میں شرکت

جب کوئی قوم یا ملک اسلامی ریاست کا حلیف بن جائے تو اسلامی ریاست کے دشمن کے ساتھ معاہدہ کے وقت جو منفعت مسلمانوں کو حاصل ہو جائے تو عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ اس میں غیر مسلم حلیف بھی برابر شریک ہوں گے جیسا کہ مدینہ منورہ میں یہودیوں سے معاہدہ میں یہ بھی درج تھا کہ دشمن سے صلح کی صورت میں اگر کسی نوع کی منفعت ہو تو مسلمانوں کے ساتھ دوسرے شرکائے قراداد بھی اس سے مستفید ہوں گے[3]۔

غیر مسلموں سے عدل وانصاف

غیر مسلموں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا اسوہ رسول ﷺ ہے، چنانچہ میثاق مدینہ میں ہے کہ قریش اپنے قبائل کی طرف سے قدیمی طے شدہ اور اسلام کی طرف سے مصدقہ دیت کی ادائیگی میں انصاف وعدل کے ساتھ ذمہ دار ہیں اور کوئی بھی گروہ دیت کی مقرر حدوں میں تخفیف کی راہ پیدا نہ کرے۔ مسلمان کے لئے کسی یہودی کے ایسے معاملے میں مدد کرنے پر کوئی حرج نہیں جس سے وہ یہودی مسلمان کے انصاف پر اطمینان حاصل کر سکے[4]۔ اگر عیسائی لوگ مسلمانوں کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے تو ان کے ساتھ بھی عدل و انصاف کیا جائیگا[5]۔

تیسرا اصول: دیانت وامانت

امانت کا مفہوم

معاہدہ کرنے کا تیسرا سنہرا اصول امانت ہیں۔ امانت اسلامی اخلاقیات میں سے ایک بہترین خلق ہے۔ اس

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۲/ ۲۸۵

[2]) ایضاً:ص:۲/ ۲۹۰

[3]) مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص۳۸

[4]) ایضاً:ص:۳۸

[5]) مقریزی، تقی الدین احمد بن علی. امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال. بیروت: دارالعلمیہ. ،ج۳، ص ۵۰۳

سے مراد حقوق کی ادئیگی اور اس کی محافظت ہے۔امانت کا تقاضا ہے کہ مسلمان حقدار کو اسکا حق دے اور اللہ تعالی کے لئے عبادت میں اس کا حق ادا کرکے اپنے آپ کو حرام کاموں سے بچائے رکھے۔امانت انسان کے تمام دنیوی و اخروی امور کو شامل ہوتی ہے خواہ اُس کا تعلق زبان سے ہو یا عمل سے۔امانت تمام پیغمبروں میں ایک مشترکہ صفت تھی۔انبیاء کرامؑ اپنی امتوں کو دین کی تعلیم دیتے ہوئے امانت کا ذکر فرماتے۔جسے قرآن پاک نے یوں ذکر کیا ہے:

﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾[1]

ترجمہ: کہ ادائیگی رسالت میں ہم امانت دار ہیں، خیانت نہیں کرتے۔

نبی اکرم ﷺ کو بچپن ہی سے قوم نے صادق وامین کا لقب دیا تھا۔غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں خصوصاً معاہدوں کے اندر امانت کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔اس میں ہر قسم کی خیانت ممنوع ہے۔

خیانت کی ممانعت

معاہدہ کرتے وقت مسلمان جب کسی غیر مسلم کے مال کی حفاظت کا ذمہ لیں، تو اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا خیانت کہلاتا ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے اہل مقناہ کے لئے یہ تحریر لکھوائی کہ تمھارے اموال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہیں، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ امانت میں خیانت کرے[2]۔دین اسلام میں خیانت کرنا ایک قبیح امر اور حرام ہے۔نبی اکرم ﷺ نے شاہان یمن کو تحریری پیغام دیا جس میں یہ تفصیل تھی کہ باہم خیانت اور ایک دوسرے کی تذلیل مت کرنا، رسول اللہ ﷺ تم میں سے امیر وغریب سب کا دوست ہے[3]۔

امانت ودیانت کا ایک رہنما اصول

اللہ تعالی نے اس اصول کی پوری طرح وضاحت کی ہیں، چنانچہ باری تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ﴾[4]

اور اگر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو ان کا عہد اہیں کی طرف پھینک دو۔

کسی قوم سے عہد شکنی کا ڈر ہو جائے تو کھلے عام ان کو آگاہ کیا جائے کہ ہم معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے، ان کے خلاف تیاری اس اعلان کے بعد کی جائے کیونکہ اعلان کے ساتھ حملہ کرنا ایک قسم کی خیانت ہے۔اللہ تعالی خائنین

---

[1]) سورۃ الشعراء:۲۶/۱۰۷

[2]) کتاب الاموال، ص:۱/۲۶۷

[3]) کتاب الخراج، ص:۳۸۰

[4]) سورۃ الانفال:۸/۵۷

کو پسند نہیں فرماتے۔ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کفار خیانت کرنے پر اتفاق کرلیں تو معاہدہ توڑنے کا اعلان کرنے کی ضرورت نہیں، چونکہ کفار نے عہد توڑ دیا ہے اب دوبارہ توڑنے کی ضرورت نہیں۔ میثاق مدینہ میں ہے کہ کوئی مسلمان کسی مشرک کو مسلمان کے خلاف پناہ نہ دے گا، نہ کسی ایسے مال کا ضامن ہو گا جو مشرک نے ناجائز طور سے مسلمان کے مال سے حاصل کیا ہو[1]۔

ضائع شدہ مال کا عوض

معاشی معاہدوں میں دوطرفہ مال کا لین دین اور تبادلہ ہوتا ہے، اگر ایک فریق دوسرے کے پاس مال امانت کے طور پر رکھ دے اور وہ اِس سے ضائع ہو جائے، تو امانت دار کو اِس کا عوض دینا ضروری ہے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو ثقیف سے معاہدہ کیا تو اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ بنو ثقیف کا دوسروں کے پاس مال یا ریوڑ امانت تھا اور وہ امانتی سے ضائع ہو گیا، تب بھی امانت دار کو انہیں کا بدل یا ثمن ادا کرنا ہو گا[2]۔

چوتھا اصول: رواداری

رواداری کا مفہوم

معاہدہ طے کرنے کے بعد مخالف مذہب کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور مراعات سے پیش آنا اور ضرورت کے وقت ان کی امداد و ہمدردی کرنا رواداری کہلاتا ہے۔ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کی تعلیم دی ہے، نیز معاہدات نبوی میں بھی روداری کا ذکر ہے جس سے مقصود ان کے حقوق کی مکمل ادائیگی ہیں۔ اس میں جہاں تک یہودیوں اور اس کے پیشواؤں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم ہیں، وہی عیسائیوں اور ان کے راہبوں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آنے کا حکم ہے۔ معاہدہ صلح کے بعد ذمیوں کو ہر قسم کی اذیتیں دینا ممنوع ہے۔

مسلمانوں کے امیر کے قتل کرنے کی کوشش

معاہدے میں شریک حلیف اگر مسلمانوں کے امیر کے قتل کرنے کی کوشش کرے تو اس پر معاہدہ صلح نہیں ٹوٹتا، کیونکہ فتح خیبر کے بعد ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس زہر آلود بکری کا گوشت لے کر آئی۔

((أن امرأةً يهوديةً أتت رسولَ الله – صلَّى الله عليه وسلم – بشاةٍ مَسمُومةٍ، فأكَلَ منها، فجيء بها إلى رسولِ الله – صلَّى الله عليه وسلم –، فسألها، عن ذلك، فقالت: أردتُ لأَقْتُلَكَ، فقال: "ما كان اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيُسَلِّطَكِ على ذلك –أو قال: عليّ– "قال: فقالوا: ألا نقتُلُها؟ قال: "لا"، قال: فما زِلْتُ أعْرِفُها في

---

[1] مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص ۳۶

[2] ایضاً، ص: ۱۷۹

لَهَوَاتِ رسولِ الله – صلَّى الله عليه وسلم))[1]

آپ ﷺ نے اس میں سے کھالیا۔ پھر اس عورت کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ بولی: میں نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی تجھے میرے قتل پر مسلط کرنے والا نہ تھا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: کیا ہم اس عورت کو قتل نہ کر دیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے جبڑوں میں اس کا اثر برابر دیکھتا رہا۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس جیسے فعل سے عہد و معاہدہ نہیں ٹوٹتا۔

توہین رسالت سے صلح ختم ہو گا

معاہِد مسلم ہو یا غیر مسلم، توہین رسالت کا مرتکب ہو جائے تو اس سے معاہدہ صلح ختم ہو گا، کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے بارے میں ہے کہ وہ ایک راہب پر تلوار لیکر حملہ آور ہوئے جس نے جناب رسول اللہ کو گالیاں دی تھیں اور فرمایا: ہم نے تم سے اس بات پر صلح نہیں کی کہ تم ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دو[2]۔

معاہدہ ہونے کے بعد طرفین مل جُل کر ایک فریق کی حیثیت سے رہیں گے لیکن اس کے مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، چنانچہ جب مدینہ میں یہود سے معاہدہ ہوا تو اس میں یہ تفصیل تھی کہ قبیلہ بنی عوف کے تمام یہود کو مسلمانوں کے ساتھ ایک فریق کی حیثیت سے مل کر رہنا ہو گا اور مسلمان اور یہودی دونوں اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے[3]۔

اسلام لانے میں زبردستی کرنے کا حکم

دین اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ جبراً کسی کو مسلمان نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے عامل یمن عمرو بن حزم کے ساتھ معاہدہ کیا تو اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ کسی یہودی یا نصرانی کو جبراً مسلمان نہ کی جائے[4]۔

گرجاؤں اور معبد خانوں کی حفاظت کا حکم

غیر مسلموں کے عبادت خانوں اور خانقاہوں کا احترام کیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران

---

[1]) سنن ابی داود، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سماً، حدیث نمبر: ۴۵۱۰، ص: ۴/ ۲۹۴

[2]) ہندی، علاء الدین علی متقی بن حسام الدین (شیخ). کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال. بیروت: مؤسسہ رسالہ، ۱۹۸۵ء، المصالحہ، حدیث نمبر: ۱۱۵۱۱، ص: ۴/ ۵۱۱

[3]) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، ص: ۳۸

[4]) حلبی، علی بن ابراہیم بن احمد برہان الدین. انسان العیون فی سیرۃ الامین. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ص: ۲/ ۳۴۴

سے معاہدہ کرتے ہوئے ان کے عبادت خانوں کے بارے میں فرمایا کہ:

اہل نجران کے گرجے، عبادت خانے اور خانقاہیں خواہ پہاڑوں میں ہو یا ریگستانوں میں، وادیوں میں ہو یا میدانوں میں سب کی ذمہ داری میرے ذمہ ہیں[1]۔

دینی شعائر کی حفاظت

معاہدوں کے دوطرفہ تعلقات میں صرف جانوں اور مالوں کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی جاتی بلکہ دین اور اس کے شعائر کی حفاظت بھی ضروری ہوتی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مقناہ کے لئے جو یہود تھے فرمان جاری کیا تھا کہ اپنے اوپر حکمرانی کے لئے اپنا پسندیدہ سردار منتخب کرے یا اللہ تعالیٰ کے رسول کا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ تمھارے دین، اموال اور جانوں کی حفاظت اور تمھارے مذہب کے رسوم وعقائد کا تحفظ مسلمانوں کے ذمہ ہے[2]۔

اقوام اور ممالک کے درمیان دوطرفہ تعاون کا تقاضا ہے کہ ایک فریق پر دشمن حملہ آور ہو تو دوسرے فریق کے لئے ان کی مدد ونصرت لازمی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنو جُعیل کی مدد ونصرت قبیلہ نصر، سعد بن ابی بکر اور ثقالہ کے خلاف لازمی قرار دی تھی[3]۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی ضمرہ وبنی غفار سے دشمن کے خلاف متحد ہونے کے لئے دوطرفہ تعاون اور تعلقات پر معاہدے کئے تھے[4]۔

پانچواں اصول: دوطرفہ تعاون

معاہدوں کا ایک اہم اصول دوطرفہ تعاون ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین آپس میں معاملات کے حل کے لئے دوطرفہ تعاون کو فروغ دینے پر اتفاق کرلیں۔ تعاون کے ذریعے سے تعلقات میں پختگی آجاتی ہیں۔

دفاعی امور

معاہدات نبوی میں دوطرفہ تعاون پر مبنی کئی نوعیت کے مختلف معاہدے ہوئے۔ جس میں کبھی یہ تعاون دفاعی امور میں ہوتا جیسے مسلمانوں اور قبیلہ خزاعہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا، جس میں کہا گیا کہ مدینہ شہر کی ہر صورت حفاظت کی جائے گی۔ یہود مدینہ سے بھی حفاظت مدینہ پر معاہدہ ہوا تھا۔ جس کی وضاحت میثاق مدینہ میں یوں درج ہے کہ مسلمانوں کی جنگوں میں ان کی مالی اعانت کرنا ہر یہودی پر واجب ہوگا اور مسلمان جب تک اپنے

---

[1]) کتاب الاموال، ص: ۱/ ۳۴۵

[2]) طبقات ابن سعد، ص: ۲/ ۲۸۸

[3]) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، ص: ۸۴

[4]) کتاب الاموال، ص: ۱/ ۲۶۳

دشمنوں سے برسر پیکار رہیں یہود ان کی مالی اعانت کرتے رہیں گے۔ایک فریق دوسرے فریق کی حق تلفی گوارانہ کرے گی بلکہ ایک دوسرے گروہ کے مظلوم کی حمایت کرنا اس کا فرض ہوگا۔ہر فرد اپنے ہمسائے کی طرفداری اپنے نفس کی مانند کرتا رہے گا[1]۔

اس معاہدے کی رُو سے عارضی معاشی بحران مختصر مدت میں ختم ہوااور مدینہ کی حفاظت کا ذمہ تمام باشندگان مدینہ پر عائد کی گئی تاکہ ایک قوت بن کر قریش مکہ کے خلاف کھڑے ہوجائے۔

سفیروں کا تبادلہ

معاہدہ طے ہونے کے بعد دوطرفہ تعاون کی بدولت سفیروں کا آنا جانا معمول بن جاتا ہے اور طرفین پر سفیروں کی تعظیم ضروری ولازمی ہوجاتاہے کہ ان کو ہر قسم کی سہولیات مہیا کی جائیگی۔رسول اللہ ﷺ نے امرائے ایلہ کے لئے فرمان جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے سفیروں کی تعظیم کرو، کیونکہ سفیروں کی خوشنودی میری خوشنودی ہے[2]۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا

دوطرفہ تعلقات میں غیر مسلموں سے بھلائی سے پیش آنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں میں اس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی اہل حنین، خیبر اور مقناہ میں رہنے والوں کے ساتھ بھلائی کرے اسے اس کے احسان سے بہتر معاوضہ دیا جائے گا[3] اور دفاعی تعاون کی اشد ضرورت پر رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے بھی معاہدہ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کو یمن اور معرہ پر حملے کی ضرورت آئے، تو مسلمانوں کی مدد ونصرت کے لئے اہل نجران پر ضروری ہے کہ مسلمانوں کو تیس گھوڑے اور تیس زرعیں عاریۃً دینا ہوں گی جن کے اتلاف پر ان کی قیمت ہمارے ذمہ ہوگی[4]۔

معاشی تعاون

اقتصادی تعاون کے حوالے سے اعلی مثال اسوہ رسول ﷺ میں وہ بھائی چارہ ہے جس میں مہاجرین وانصار کے مابین مؤاخاۃ کا قیام عمل میں لایا گیا۔جس سے مدینہ کی معاشی تنگی اور اقتصادی بحران قلیل مدت میں حل ہوا۔

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۲/ ۲۵۰

[2]) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، ص:۶۹

[3]) ایضاً، ص:۶۷

[4]) ایضا، ص:۱۱۰

مجرم کی واپسی

اگر مجرم اپنے جرم یا سزا بھگتنے کے ڈر سے اسلامی ریاست چھوڑ کر معاہدین کے ہاں امان لے کر پناہ لیں، تو اس کی امان کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اسے مسلمانوں کے حوالہ کیا جائیگا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہود جرب کے لئے عہد نامہ لکھوایا تو اس میں یہ درج تھا کہ مسلمان یہود کے پاس پناہ لیں تو اسے مسلمانوں کے حوالے کیا جائیگا[1]۔

چھٹا اصول: مدت و معاملات کا تعین

معاہدے کے اصولوں میں ایک یہ ہے کہ مدت و معاملات کا تعین ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ باہمی معاہدوں میں معاملات کی نشاندہی ہو اور اِس کا دورانیہ واضح طور پر مذکور ہو۔

مدت کا تعین

معاہدے کی مدت مقرر ہونی چاہیے۔ معاہدہ نہ ہمیشہ کے لئے ہو اور نہ ہی آزاد، کہ اس کی مدت ہی مقرر نہ کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ اپنے معاہدوں میں معاملات و مدت کے تعین کا خصوصی ذکر فرماتے تھے۔ چنانچہ بنو ثقیف کے لئے فرمایا کہ قریش کے انگوروں کی آبپاشی پر ثقیف کو پیداوار کا نصف حصہ ملے گا اور بنو ثقیف پر جو دوسروں کا قرض ہے، اگر دے سکتا ہے تو ٹھیک ورنہ آئندہ سال جمادی الاول تک میعاد ہے[2]۔ قبیلہ عذرہ کے سردار زمل کے لئے مدت کا تعین کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ منکر کے لئے صرف دو ماہ کی مہلت ہے[3]۔ رسول اللہ نے صلح حدیبیہ میں دس سال مدت کی شرط رکھی تھی۔ ان دس برسوں میں اگر مسلمان تین اغراض میں سے کسی ایک کے لئے مکہ میں آئیں، تو اہل مکہ پر ان کی جان و مال کی ذمہ داری ہے: حج کی ادائیگی، عمرہ یا تجارت کے لئے[4]۔

معاملات کا تعین

جہاں تک معاملات کا تعین ہے تو اس میں بھی ضروری ہے کہ معاہدے کے تمام شرائط مکمل واضح اور متعین ہو اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو، جو بعد میں فتنہ وفساد کا سبب بنے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو ثقیف کے لئے علاقہ مختص کرتے ہوئے فرمایا کہ وادی وج کی جھاڑی، شکار اور درخت بنو ثقیف کی ملکیت ہے، کسی غیر کا تصرف نہیں[5]۔

---

1) طبقات ابن سعد، ص:۲/ ۲۸۵

2) سیرت ابن ہشام، ص:۱/ ۲۵۶

3) مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص:۱۷۲

4) عسقلانی، احمد بن علی بن حجر (حافظ). فتح الباری. بیروت: دار الفکر، ص:۵/ ۳۴۰

5) الروض الانف، ص:۲/ ۳۴۵

اور جب قبیلہ ھوازن سے معاہدہ ہُوا تو رقاد بن عمرو کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فلج کے تمام منافع کا وثیقہ لکھا[1]۔

دو طرفہ معاہدے میں فریق ثالث کی شمولیت

دو فریق کے مابین امن پر مصالحت ہو جائے تو فریق ثالث بھی شامل ہو سکتا ہے۔ اس نئے فریق کو اختیار حاصل ہو گا جس فریق کے ساتھ شریک ہونا چاہے، شریک ہو جائے۔ نیا فریق بھی ان شرائط کا پابند ہو گا جن کا پابند ان کا حلیف ہے۔ صلح حدیبیہ کی شرائط میں یہ بھی تھا کہ جو قبیلہ مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہے یا قریش مکہ کا حلیف بننا چاہے، دونوں فریقوں کا حلیف بن سکتا ہے، چنانچہ اس پر قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا حلیف بنا اور بنو بکر نے قریش کا ساتھ دیا۔

ساتواں اصول: وفاداری

معاملات کے حل میں ایفائے عہد ایک بہترین اصول ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ متفقہ معاہدے کے مندرجات پر پوری طرح عمل کر کے اس کی پاسداری کا خاص خیال رکھا جائے۔ مسلمانوں اور دشمن کے درمیان جن شرائط کے تحت معاہدے ہو جاتے ہیں، فریقین پر اس کی پاسداری ضروری ہیں۔ دین اسلام میں مسلمانوں اور دشمن کے درمیان ہر قسم کے معاہدوں کی پاسداری وپابندی کا حکم ہے اور یہ کہ اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے معاہدہ کیا تو شرائط طے کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ ان امور و شرائط پر ایفائے عہد کی ذمہ داری بھی اللہ تعای اور سول پر ہے۔ جب تک اہل نجران اس معاہدے کے پابند رہیں گے ہماری طرف سے اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں کی جائیگی[2]۔

عہد وپیمان کا پاس نہ رکھنا بدعہدی کہلاتا ہے جسے نفاق کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا گیا۔ حدیث رسول میں ہیں:

((وإذا عاهدَ غدَرَ))

جب منافق عہد وپیمان کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے[3]۔

---

[1] مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ، ص: ۲۰۰

[2] ایضا، ص: ۱۱۲

[3] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث نمبر: ۳۳، ص: ۱/ ۱٦

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی قوم معاہدات کی خلاف ورزی کرتی ہیں اور اس کی پاسداری کا خیال نہیں رکھتی، تو اللہ تعالی ان پر دشمن مسلط کر دیتا ہے[1]۔

معاہدے کی صحیح شرائط طے کرنے کے بعد ان کی پاسداری واجب ہو گی۔ کیونکہ جب اکیدر سے معاہدہ ہُوا اور معاملات پر شرائط طے پائی تو اس معاہدے کی پاسداری پر زور دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے مال واملاک اور کھیت وگھاس کے جنگل اس وقت تک محفوظ رہیں گے جب اس معاہدے کی پاسداری مسلسل کی جائے، کیونکہ اللہ کے عہد کی پابندی ضروری ہے[2]۔ معاہدہ میں غدر (یعنی دھوکہ دہی) سے اجتناب کرنا ضروری ہے، چنانچہ اتنی مدت کا وقفہ لازمی ہے جتنی مدت میں معاہدہ توڑنے کی خبر کفار کو ہو جائے۔ معاہدہ صلح کی شرائط میں ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو معاہدہ صلح ٹوٹ جائے گا یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے حق میں بھی۔

صلح حدیبیہ میں ابو جندل کا واقعہ

صلح حدیبیہ میں شرائط طے ہو جانے کے بعد جب معاہدہ لکھا جارہا تھا تو اسی اثناء میں سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل جو مسلمان ہو چکے تھے، کفار کی اذیتوں سے تنگ آکر مکہ سے بھاگ پڑے اور نبی اکرم ﷺ کے ہاں پناہ لینی چاہی۔ جس پر ان کے والد سہیل نے کہا: اے محمد! معاہدہ کے مطابق اس کو واپس کرو۔ اگرچہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کفار کی تکالیف سے تنگ آچکے تھے لیکن جناب نبی کریم ﷺ اپنے معاہدے پر برقرار رہے اور ابو جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو جندل! صبر کرو اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو۔ اللہ تعالی تمھارے ساتھ دیگر مظلومین کے لئے آسانی کی راہ نکال دے گا۔ چونکہ ہمارے اور ان کے درمیان صلح ہو چکی ہے، لہذا ہم اب بد عہدی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح مشرکین مکہ نے حدیبیہ سے قبل حضرت ابو بصیر کو ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قید کر رکھا تھا۔ ایک دن قریش کے قید سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ اہل مکہ نے اپنے دو سپاہی ابو بصیر کی واپسی کے لئے مدینہ بھیجے۔ رسول اللہ نے ابو بصیر کو بلا کر فرمایا کہ ہمارے اور اہل مکہ کے معاہدے کے مطابق آپ ان لوگوں کے ہمراہ مکہ چلے جایئے، چنانچہ انھوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے واپسی کا فیصلہ کیا[3]۔

بنو قریظہ کا بار بار عہد توڑنا

---

[1]) عمری، جلال الدین، (مولانا). "اسلامی ریاست اور بین الاقوامی معاہدے". سہ ماہی رسالہ، جلد:۴، شمارہ:۱۸، علی گڑھ. ص:۴۶

[2]) ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر دمشقی (حافظ). صحیح السیرۃ النبویہ. طبع اول. عمان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۸۰ء. ص:۲/۱۲۴

[3]) صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجھاد والمصالحۃ، حدیث نمبر: ۲۷۳۱، ص:۳/۱۹۳

باہمی معاہدے میں فریقین میں سے ایک فریق کھلم کھلا معاہدہ کی خلاف ورزی کرے، تو یہ معاہدہ از خود ختم ہو جائے گا۔ فریق ثانی اپنے تحفظ کے لئے بغیر اطلاع کئے اقدامات کر سکتا ہے، چنانچہ جب رسول اللہ نے یہود میں سے بنو قریظہ کے ساتھ معاہدہ کیا تو سب سے پہلے بدر کے موقع پر انہی یہود نے کفار کو ہتھیار دے کر عہد شکنی کی، جس کے بعد تجدید معاہدہ کے لئے اُنھوں نے بارگاہ رسالت میں درخواست دی، جسے قبول کیا گیا۔ پھر اُنھوں نے غزوہ خندق کے موقع پر دوبارہ دشمنوں کا ساتھ دیا۔ جب اس طرح ایک سے دو مرتبہ ان سے عہد شکنی ہوئی تب اِن سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالی یہود بنو قریظہ کے بارے میں فرماتے ہیں، جنہوں نے بار بار عہد شکنی کی:

﴿الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ﴾[1]

جن لوگوں سے تم نے صلح کا عہد کیا ہے پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑے ڈالتے ہیں۔

میثاق مدینہ میں ہے کہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ظالم اور مفسد کے سوا اور کوئی شخص نہیں کر سکتا اور جو مسلمان اس معاہدے میں شامل ہے۔ اگر وہ دل سے اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان لا چکا تب ان کے لئے کسی مفسد کی حمایت جائز نہیں۔ مفسد کو پناہ دینا بھی اس کی حمایت میں شامل ہیں۔ ایسے بے انصاف مسلمان پر دنیا و آخرت دونوں میں اللہ تعالی کی لعنت اور عذاب ہے[2] اور صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر قریش تجارت کے لئے مدینہ کی راہ سے مصر یا شام کی طرف جائیں، تو مسلمان ان کی جان و مال کے ذمہ دار ہونگے[3]۔

آٹھواں اصول: مصلحت

معاہدے کے اصولوں میں ایک مصلحت بھی ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ مصلحت کے طور پر معاہدہ کرنا جائز ہے، چنانچہ جنگ بندی کا معاہدہ امام یا نائب دونوں کر سکتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت امام کی اجازت کے بغیر معاہدہ کرے اور اس میں مسلمانوں کے لئے مصلحت بھی ہو تو یہ معاہدہ صلح صحیح ہو گا، کیونکہ معاہدے کا دارومدار مصلحت پر ہے اور یہاں بھی مصلحت پائی جاتی ہے۔

مصلحت کا مفہوم

معاہدہ صلح اس وقت ممکن ہوتا ہے جب مسلمان کفار کے مقابلے میں رجنگ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ مسلمانوں کی کمزوری بھی صلح کی مصلحتوں میں سے ایک مصلحت ہے۔ اگر کفار کی طرف سے قبول اسلام کی امید ہو تب بھی

---

[1]) سورۃ الانفال:۸/۵۶

[2]) ابن سید الناس، محمد بن احمد یعمری. عیون الاثر فی فنون المغازی. بیروت: دار القلم، ۱۹۹۰ء، ص:۲/۲۳۰

[3]) سیرت ابن ہشام، ص:۱/۲۳۵

معاہدہ صلح ہو سکتا ہے جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے صفوان ابن امیہ کے ساتھ معاہدہ کئے رکھا تاکہ وہ اسلام کی طرف راغب ہو جائے اور بالآخر وہ مسلمان ہوا[1]۔

اضطراری حالت میں صلح کرنا

مسلمانوں کے لئے اضطراری حالت میں کفار کو عوض دے کر صلح کرنا جائز ہے اور مسلمان کفار سے بھی معاوضہ لے سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے صلح مباح قرار دیا ہے اور یہ اباحت مطلق رکھا ہے، چنانچہ اس کی وضاحت اس آیت کریمہ سے واضح ہو جاتی ہے:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾[2]

اگر کفار صلح کی طرف مائل ہو تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جائے۔ اور اللہ پر بھروسہ کرے۔

اس آیت کے پس منظر میں صلح عوض یا بلا عوض دونوں طرح جائز ہے کیونکہ صلح کی مصلحت شر کو دور کرنا ہوتا ہے لہذا یہ مقصد و مصلحت جس طرح بھی حاصل ہو، جائز ہے۔ کفار کیطرف سے جنگ بندی کے مطالبہ کا مثبت جواب دینا مباح اور جائز ہے، واجب نہیں اور اس میں مصلحت کی شرط بھی ملحوظ ہوتی ہے[3]۔

مال کے بدلے صلح کرنا

دشمن سے صلح ایسی شرطوں پر جو بظاہر مسلمانوں پر ظلم ہو، ضرورت و مصلحت کے وقت جائز ہے تاکہ موجودہ بڑا خطرہ دفع ہو سکے۔ اگر مسلمانوں کو نقصان کا اندیشہ ہے تو مسلمان مال دے کر صلح کر سکتے ہیں۔ جنگ خندق میں مختلف قبائل نے اہل مکہ کے ساتھ مل کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران رسول اللہ نے حملہ آوروں میں سے قبیلہ غطفان کے سربراہ عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے اپنے ایک دوست کے ذریعے مصالحت کرنی چاہی، جس میں طے پایا کہ اگر یہ لوگ اپنے قبیلہ غطفان کو حملہ آوروں سے الگ کر کے واپس لے جائیں، تو رسول اللہ انہیں مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک تہائی سالانہ خراج کے طور پر ادا کر دیا کریں گے، چنانچہ مسودہ میں لکھا گیا لیکن انصار کے حضرت سربراہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے موقف پر رسول اللہ ﷺ نے اس پر عملدرآمد روک دیا[4]۔

---

1) آثار الحرب، ص:٦٦٩

2) سورۃ الانفال:٨/٦٩

3) زحیلی، وھبہ بن مصطفی (ڈاکٹر). الفقہ الاسلامی وادلتہ. طبع چہارم. دمشق: دار الفکر، ٢٠١١ء. ص:٢٨/٨

4) سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمہ (امام). المبسوط. بیروت: دار المعرفہ، ١٩٩٣ء. ص:١٤٩/١٠

باب دوم　　معاہدات نبوی اور معاشی اثرات

فصل اول　　پیدائش دولت

فصل دوم　　تقسیم دولت

فصل سوم　　صرف دولت

فصل چہارم　　معاشی اصلاحات

فصل اول

پیدائش دولت

فصل اول پیدائش دولت کا مفہوم

مفہوم

قدرتی اور مصنوعی ذرائع کو استفادہ کے لئے زیر عمل لانا اور اِس کے ذریعے انسانی ضروریات پوری کرنا پیدائش دولت کہلاتا ہے۔کسان کا زمین سے پیداوار حاصل کرنا اور مزدور کی محنت سمیت مختلف پیشہ ورانہ جیسی خدمات سب پیدائش دولت کے اعمال ہے۔پیدائش دولت کا انحصار انسانی ضرورت پر ہے۔اگر حاجات مختصر اور محدود ہو تو پیدائش دولت کے ذرائع بھی محدود ہوں گے۔حاجات کی وسعت سے اعمال پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔شروع میں انسان کی ضروریات کم ہوتی تو اعمال دولت بھی محدود ہوا کرتے تھے۔موجودہ دور میں ضروریات زندگی میں اتنی وسعت آئی ہے کہ ان کو پورا کرنے کے لئے ناقابل یقین حد تک ذرائع آمدنی کے بے شمار ایسے معاشی وسائل درکار ہیں جس سے مختلف الطبع لوگ اپنے مزاج اور صلاحیت کی بناء پر حاجات پُوری کرے یہاں تک کہ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں پیدائش دولت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔پیدائش دولت کے بنیادی عوامل میں زمین، محنت اور دولت شمار کیا جاتا ہے[1]۔

اسلام میں تصور ملکیت

اللہ تعالی زمین سمیت کل کائنات کا خالق ہے۔ہر چیز کی حقیقی ملکیت اُسی کے لئے ہے۔اس کائنات میں انسان کی حیثیت ایک نائب جیسی ہے۔نائب کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ مالک کی تابعداری کرے۔زندگی کی ہر پہلو کی طرح معاش میں بھی رب کائنات کی اطاعت ضروری ہے۔یہ اِسلامی نظام کی خصوصیت ہے کہ انسان کو مکمل ملکیت سے محروم نہیں کرتا اور نہ ہی اس کو مالک مختار کل بنا دیتا ہے کہ کہیں بغاوت کی چوٹیوں کو چھُو نہ لیں بلکہ اِس نظام کے تحت اصل ملکیت اللہ تعالی کے لئے ہے اور اس میں انسان کی حیثیت ایک خلیفہ جیسی ہے۔اللہ تعالی نے پرہیز گاروں کی تیسری صفت یہ بیان کی ہیں کہ اللہ تعالی کے دیئے ہوئے مال میں خرچ کرتے ہیں:

﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾[2]

جو ہم نے رزق دیا ہے اُن میں سے خرچ کیا کرتے ہیں۔

اسلامی نظام معیشت افراط و تفریط سے پاک معتدل نظام ہے۔جس کا ہر اقتصادی پہلو عادلانہ طریقے پر مبنی

---

1) حکیم، محمود احمد ظفر. معیشت و اقتصاد کا اسلامی تصور. طبع اول. لاہور: دارالاشاعت، ۲۰۰۶ء. ص: ۳۰۴

2) سورۃ البقرہ: ۲/ ۴

ہے۔اِس میں سرمایہ کی اہمیت سمیت مزدور کے حقوق بھی پوری طرح متعین کئے گئے ہیں جس میں کمی وزیادتی کی اجازت نہیں۔

بوقت ہجرت رسولؐ اہل مدینہ کی معاشی حالت

مدینہ کا پرانا نام یثرب[1] تھا۔اس کے باشند گان میں یہود کے قبائل بھی تھے۔ مدینہ کی معاشیات پر اس کا مکمل طور پر کنٹرول تھا۔ دوسروں کے ساتھ بڑے بڑے معاملات رہن اور سود کی صورت میں کیا کرتے تھے۔ چونکہ کسان لوگوں کو اپنے فصلوں کے لئے قرض کی ضرورت ہوتی تھی لہذا یہود ان کو سود پر قرض بھی دیتے تھے[2]۔ مدینہ کی سرزمین قابل کاشت اور زراعت کے لئے موزوں تھی کیونکہ اس میں چشموں کی کثرت تھی جو سالہا سال چشموں کے پانی سے کھجور کے باغات اور کھیتوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ جہاں چشمے ناپید تھے وہاں پانی کی سیرابی کے لئے کنوؤں سے پانی لیا جاتا تھا۔ زمین کی زرخیزی کی بدولت یثرب میں زراعت کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی جیسی تھی۔ اس زرخیزی کی بناء پر قرآن کریم کی متعدد آیات میں جنات نخیل، اعناب اور زروع اخری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی زراعت سے اہل یثرب کے غذائی ضروریات پوری ہوتی تھی۔ زرعی اجناس میں سب سے زیادہ اور وافر مقدار میں کھجور کے باغات تھے۔ جس کی کاشت کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے یثرب کو وادی النخیل[3] کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اہل یثرب کھجور کا لین دین کر کے اپنی معاشی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے کھجور کے اندر یہ خصوصیت رکھی ہے کہ اس کے تمام اجزاء قابل استعمال ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس کے پتوں سے چھت بھی بنادی جاتی تھی[4]۔

یثرب کے اندر کھجور کی مختلف انواع تھی جس میں کچھ عمدہ اور بعض ناپائیدار تھی۔ کھجوروں کی انواع میں

---

[1] مکہ مکرمہ کے شمال مشرق میں ۴۵۰ کلومیٹر کے فاصلے سے واقع مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا۔ اس شہر کا نام یہاں کے سب سے پہلے رہنے والے شخص یثرب کی طرف منسوب تھا۔ یثرب بن قانیہ بن مہلائیل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوحؑ، ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام یثرب کی بجائے طیبہ رکھا جو مدینۃ الرسول کے نام سے مشہور ہوا۔ آج کل مدینہ طیبہ اور مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔(یاقوت، شہاب الدین بن عبد اللہ حموی. معجم البلدان. بیروت: دار صادر. ص:۵/ ۴۳۰

[2] مقالات حول السیرۃ النبویہ، ص:۱۶۷

[3] مدینہ منورہ کو وادی النخیل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس شہر میں انگور و کھجور کے باغات بکثرت تھے۔(مکہ والمدینہ فی الجاھلیہ ص:۱/ ۲۹۲)

[4] شرف، احمد ابراہیم. مکہ والمدینہ فی الجاھلیہ وعھد الرسول. بیروت: دار الفکر العربی، ۱۹۹۹ء. ص:۱/ ۲۸۰

الصیحانی، ابن طاب، عرق زید، عجوہ، العرفان اور جنیب [1] قابل ذکر ہیں۔ بویرہ، قبیلہ بنو نضیر کے زمینوں میں اُگنے والے زردی مائل وہ کھجوریں جس پر وہ بہت فخر کیا کرتے تھے، مشہور و معروف اقسام میں جانی جاتی تھی [2]۔

غذائی اجناس میں دوسری بڑی جنس شعیر (جَو) کی تھی۔ اہل یثرب جَو کھجوروں کے باغات میں کاشت کیا کرتے تھے۔ محصولات میں اس کا دوسرا بڑا درجہ تھا جس کی مقدار ایک رُبع تھی [3]۔ غذائی اجناس میں کھجور اور شعیر کے علاوہ گندم اور پھلوں میں انگور، انار، اور سبزیوں میں لوبیا، لہسن کاشت کی جاتی تھی۔ کاشت کاری نصف، ثُلث یا رُبع کے طور پر کی جاتی تھی۔ مؤجر زمین دیتا اور مستاجر اُجرت لیتا تھا [4]، میثاق مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ یہود مدینہ سے لین دین کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گھرانے کے خرچے کے لئے یہودی کے پاس زرع رکھ کر ان سے شعیر یعنی جَو بطور قرض لیا تھا [5]۔

مؤاخاۃ مدینہ کے معاشی اثرات

جب مسلمان دین حق کی خاطر مکّہ سے مدینہ کی طرف آکر آباد ہونے لگے تو مہاجرین تاجر پیشہ اور مدینہ کے لوگ زراعت کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو سب سے بڑا چیلنج مہاجرین کی آباد کاری تھا کیونکہ مدینہ کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت اتنی مستحکم نہ تھی کہ اس بوجھ کو برداشت کر سکے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلا معاہدہ مہاجرین و انصار کے مابین بھائی چارہ کی صورت میں قائم کیا اور مہاجرین کی آباد کاری کے مسئلے پر قابو پالیا۔ اُس وقت مدینہ کے ذرائع آمدنی میں سب سے اہم زراعت تھی۔ چونکہ اکثر انصار زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت میں مہارت رکھتے تھے اس لئے اِن کو زراعت کا تجربہ نہیں تھا لیکن کسی پر بوجھ بھی بننا نہیں چاہتے تھے کیونکہ قناعت پسند تھے۔ اس وجہ سے مہاجرین نے اسی شرط پر زمینیں لیں کہ وہ زمینوں پر انصار کی جگہ کام کریں گے اور ہر سال پیداوار کا نصف انصار کو دیا کریں گے، باقی رکھ لیں گے چنانچہ دونوں فریق باہمی رضامندی سے کھیتوں کے کاشت میں برابر شریک رہے اور دن بھر کی محنت سے اپنی ضروریات پوری کیا کرتے رہے۔

---

[1] الصیحانی، مدینہ کے مشہور کھجوروں کی ایک ایسی قسم تھی جو دوسرے شہروں میں اس کا ملنا محال تھا۔ العرفان کھجوروں کی وہ قسم جو زیادہ سرخی مائل رنگ اور وزن دار تھے۔ کھجوروں میں سب سے بہترین قسم جنیب ہے۔ (آثار البلاد واخبار العباد، ص:۱/۱۴۱)

[2] قاضی، ابن العربی، محمد بن عبد اللہ مالکی۔ المسالک فی شرح مؤطا مالک۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۲۰۰۷ء۔ ص:۱/۵۹۲

[3] امتاع الاسماع، ص:۱/۳۲۸

[4] شرف، احمد ابراہیم۔ مکہ والمدینہ فی الجاھلیہ وعھد الرسول۔ بیروت: دار الفکر العربی، ۱۹۹۹ء۔ ص:۱/۲۹۳

[5] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئۃ، حدیث نمبر:۲۰۶۸، ص:۳/۵۶

جب خیبر[1] فتح ہُوا تو مسلمانوں کے ہاتھوں بڑی غنیمت آئی جس کے بعد مہاجرین نے اپنے انصاری بھائیوں کو زمینیں واپس کر دیں۔ حضرت اُم انس رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ایک کھجور کا درخت دیا تھا جو اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے قبضے میں تھا۔ جسے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اُم ایمن رضی اللہ عنہ سے لیکر اُم انس رضی اللہ عنہا کو واپس دیا اور اُم ایمن رضی اللہ عنہ کو اپنے باغ سے ایک اور درخت دیا[2]۔

صلح حدیبیہ کے معاشی اثرات

سن ٦ ھ میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے دو طاقتور دشمن تھے مشرکین مکہ اور یہود خیبر، جن سے بیک وقت نمٹنا آسان نہ تھا۔ اس لئے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اِن میں سے مشرکین مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر صلح کی جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جب اس صلح کی بدولت مشرکین مکّہ سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دوسرے دشمن یہود کو زیر کرکے خیبر فتح کیا[3]۔ معاہدہ حدیبیہ سے قبل مسلمانوں کی معاشی حالت کافی کمزور تھی۔ غزوہ خندق کی کھدائی میں ایک صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے بھوک کی شکایت کی اور پیٹ پر پتھر باندھتے دکھایا جس پر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اُٹھا کر دو پتھر باندھتے دکھائے۔

((عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَجَرَيْنِ))[4]

معاہدہ حدیبیہ کے بعد خیبر کا علاقہ فتح ہو کر غنائم مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ تو کچھ ہی دنوں میں معیشت کافی بہتر ہوئی اور غربت ختم ہونے لگا۔ جس کی شہادت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ))[5]

کہ غنائم خیبر کے بعد ہی ہم سیر و شکم ہوئے اور بھوک مکمل ختم ہوئی۔

---

1) مدینہ منورہ کے شمال میں ١٦٥ کلو میٹر کے فاصلے سے واقع زرخیز علاقے کا نام خیبر ہے۔ یہاں ہجرت مدینہ سے قبل بھی کثیر تعداد میں کھجوروں کے باغات تھے۔ تاریخ میں اس شہر کا نام خیابر بھی ہے کہ اس میں سات بڑے قلعے تھے جس کے نام یہ ہیں: حصن ناعم، حصن ابی الحقیق، الشق، النطاۃ، السلالم، الوطیح اور الکتیبہ۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خیبر ٧ ھ میں فتح کیا تھا۔ (معجم البلدان، ص:٢/٤٠٩)

2) صحیح مسلم، باب رد المھاجرین الی الانصار منائحھم، حدیث نمبر:١٧٧١، ص:٣/١٣٩١

3) پیغمبر اسلام صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ص:٢٧٥

4) سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب معیشۃ اصحاب النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث نمبر:٢٣٧١، ص:٤/٥٨٥

5) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث نمبر:٤٢٤٢، ص:٥/١٤٠

مزراعت کامفہوم

اللہ تعالی نے زمین کے اندر اُگنے اُگانے کی صلاحیت اس لئے رکھی ہے کہ انسان اس سے اپنی معاشی ضروریات پُوری کرے اور اسے قابل انتفاع اس لئے بنادیا ہے کہ یہ تمام مخلوق کے لئے اسباب معیشت کا بڑا ذریعہ ہے۔ زمین سے فائدہ حاصل کرنے کے طریقوں میں ایک مزارعت ہے۔ عرف شرع میں اس کی تعبیر یُوں ہے:

((عِبارَةٌ عَنْ الْعَقْدِ عَلَى الْمُزَارَعَةِ بِبَعْضِ الْخَارِجِ بِشَرَائِطِهِ الْمَوْضُوعَةِ لَهُ شَرْعًا))[1]

زمین کی پیداوار میں سے معین شرائط کے ساتھ باہمی معاملہ کرنامزارعت کہلاتا ہے۔

دوسری تعریف ہے:

"طَرِيقَة لاستغلال الْأَرَاضِي الزراعية باشتراك الْمَالِك والزارع فِي الاستغلال وَيقسم الناتج بَينهمَابِنِسْبَة يعينها العقد أَو الْعرف"[2]

مالک زمین اپنی ملکیت کسی ایسے شخص کو دے جو آلات زراعت اور جانورں کے ذریعے کاشت کاری کرنے پر تیار ہو جائے اِس شرط کے ساتھ جس پر دونوں فریق متحد ہو یعنی فریقین پیداوار کے نصف یا تہائی پر اتفاق کرے۔ مزارعت کو مساقات اور مخابرہ[3] بھی کہاجاتا ہے اور مزارعت کی یہ صورت بااتفاق فقہاء مشروع ہے۔

یہود خیبر سے مزارعت کامعاہدہ

اسلامی قانون یہ ہے کہ مسلمانوں کالشکر کسی علاقے کو فتح کرے تو مفتوحہ سرزمین انہی باشندوں کو کاشت کے لئے نصف بٹائی پر دی جاسکتی ہے[4]، کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ نے خیبر والوں کا مال ان کی بدعہدی کی وجہ سے بانٹ دیااور آپ ﷺ نے انہیں خیبر سے نکالنا چاہا۔ تو وہ بولے آپ ہمیں یہاں سے نہ نکالے۔ ہم یہ زمین آباد رکھیں گے اور اس کی دیکھ بھال کریں گے۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اتنے غلام نہ تھے کہ کھیتی باڑی کا کام سنبھالتے۔ آخر آپ ﷺ نے انہیں اس شرط پر خیبر کی زمین دی کہ پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو ادا کرے اور جہاں تک آپ ﷺ چاہیں گے انہیں یہاں رکھیں گے اور اہل خیبر میں سے جو لوگ

---

[1]) بدائع الصنائع، ص:۶/۱۷۵

[2]) ابراھیم مصطفی واحمد زیات. المعجم الوسیط. طبع دوم. قاھرہ: دار الدعوہ، ۲۰۱۲ء. ص:۱/۳۹۲

[3]) مزارعت کا دوسرا نام مخابرہ ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ مزارعت کا معاہدہ کیا تو خیبر نام کی وجہ سے اہل عرب نے اس مزارعت کو مخابرہ کا نام دیا۔ (کتاب المبسوط، کتاب المزارعہ، ص:۲۳/۲)

[4]) صحیح بخاری، کتاب المزارعۃ، باب اذالم یشترط السنین فی المزارعۃ، حدیث نمبر:۲۳۲۹، ص:۳/۱۰۵

جلاوطنی پر رضامند ہوئے آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کی سواریاں جس قدر سامان اُٹھا سکیں، لے جائیں اور رسول اللہ ﷺ کے لئے صفراء، بیضاء اور حَلَقہ ہیں، ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ کسی چیز کو غائب نہ کریں اور نہ چھپائیں۔ اگر ایسا کیا تو ذمہ وعہد سے نکل جائیں گے۔ جب نکلنے لگے تو اُنھوں نے حُیی ابن اخطب [1] کا ایک زیورات بھرا صندوق جو بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد خیبر لایا گیا تھا، چھپالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حُیی کے چچا سعیہ بن عمرو سے فرمایا کہ حیی کے صندوق کا کیا ہُوا ؟ جسے وہ بنو نضیر سے لایا تھا۔ وہ جھوٹ بول کر کہنے لگا کہ اُس صندوق کی مالیت لڑائیوں اور خرچوں میں ختم ہو چکی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا زمانہ قریب اور مال زیادہ ہے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سعیہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اُس سے تفشیش کر کے پُوچھا کہ وہ صندوق کہاں ہے۔ آخر کار سعیہ مجبور ہو کر کہنے لگے کہ میں نے حُیی کو اِس کھنڈر میں جاتے ہُوئے دیکھا تھا چنانچہ اِس کی نشاندہی پر مذکورہ جگہ سے وہ صندوق بر آمد ہُوا [2]۔

محنت واجرت

محنت واجرت بھی عاملین پیدائش میں سے ایک ہے۔ یہود خیبر سے معاہدے کے بعد مدینہ کے اندر محنت ومزدوری کے حوالے سے کافی اچھے اور نمایاں اثرات مرتب ہُوئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کے علاقوں میں محنت ومزدوری کے لئے آزادانہ آمدورفت شروع کی۔ چنانچہ ایک دفعہ انصار مدینہ میں سے دو افراد عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محنت مزدوری کے لئے خیبر گئے۔ جب دونوں اپنی روزی تلاش کرنے کے لئے بستی میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تو اتفاق سے محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی لاش ایک ندی میں پڑی دیکھی تو مدینہ آکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے واقعے کا ذمہ دار خیبر کے یہودیوں کو ٹھہرایا۔ آپ ﷺ نے تفصیلات جاننے کے لئے یہود کے نام خط لکھا:

((إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي ذلِكَ. فَكَتَبُوا: إِنَّا وَاللهِ مَا قَتَلْنَاهُ لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ. فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ عِنْدِهِ)) [3]

---

1) حُیی بن اخطب بنو قریظہ کے سر دار حضرت ام المؤمنین صفیہ کے والد اور حضرت ہارون علیہ السلام کے اولاد سے تھے۔ (سیرۃ حلبیہ، ص:۲/۷۴۷)

2) صحیح ابن حبان، حدیث نمبر:۵۱۹۹، ص:۱۱/۶۰۷

3) مالک، مالک بن انس بن مالک بن عامر مدنی (امام) موطا امام مالک. بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء. حدیث نمبر:۲۳۵۲، ص:۲/۲۵۹

تمھاری بستی میں فلاں شخص کی لاش پائی گئی ہے، مقتول کی دیت ادا کرو ورنہ تم پر حملہ کیا جائیگا۔ اِس خط کا جواب یہود نے یہ دیا کہ نہ ہم نے کسی کا قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ یہودی قسامۃ کے لئے تیار تھے مگر مقتول کے وارثوں نے کہا کفار کی قسم کا اعتبار ہی کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے قضیہ ختم کرنے کے لئے بیت المال سے دیت ادا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی کمائی کو قابل ستائش قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد پاک ہے:

((ما أَكَلَ أحدٌ طعاماً قَطُّ خيراً مِن أن يَأكُلَ مِن عَمَلِ يَدِهِ، وإنَّ نبيَّ اللهِ دَاوُدَ كانَ يأكُلُ مِن عَمَلِ يَدِهِ))[1]

اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں اور اللہ کے نبی داود ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔

تجارت

تجارت کے ذریعے سے دو ملکوں کے مابین درآمدات[2] وبرآمدات[3] سے اموال کا تبادلہ ہو جاتا ہے جس سے ملکی خوشحالی کے ساتھ بیرونی مصنوعات کا حصول بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ سرزمین مدینہ کی زرخیزی کی بدولت اکثر اہل مدینہ کا معاشی دارومدار زراعت اور غذائی اجناس کے لین دین کا تھا۔ جس سے اِن کی محدود ضروریات معیشت پورے ہوتے تھے لیکن اِس کے ساتھ تجارت بھی عام تھا کیونکہ تجارت کے بغیر کوئی بھی ریاست کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتے۔ مدینہ میں قبل از اسلام بھی تجارت کا رواج تھا۔ کئی اہل مدینہ کی گزر وبسر کا انحصار ہی اسی تجارت پر تھا۔ جب مہاجرین وانصار میں بھائی چارہ قائم کیا گیا تو اس کے تجارت پر بھی بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ اُس وقت تجارت کی اقسام تھیں داخلی وخارجی، داخلی تجارت میں مقامی لوگوں کے درمیان روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کا کاروبار کیا جاتا تھا جس سے شہری ودیہاتی لوگ آپس میں گھوڑوں، مال مویشی، گھی اور روئی کا تبادلہ قیمتاً کیا کرتے تھے۔ یثرب میں کئی نامور بازار بھی تھے۔ اِن میں سب سے بڑا اور مشہور بنو قینقاع کا بازار تھا۔ عام ضروریات زندگی کے علاوہ خصوصی طور پر یہ زیورات کی مصنوعات کے حوالے سے کافی مشہور تھا[4]۔

جب محصولات مدینہ سے ضروریات مکمل طور پر پوری نہیں ہو رہی تھی جس کی بناء پر دوسرے ممالک سے تجارت کا سلسلہ شروع ہوا۔ غریب لوگ اپنے سازوسامان رہن میں رکھتے تھے۔ لوگ کھجوروں میں بیع ثمار، اعناب

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث نمبر:۲۰۷۲، ص:۳/۵۷

[2]) ملکی ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ اشیاء جو بیرون ملک سے منگوائی جاتی ہے، درآمدات کہلاتا ہے۔

[3]) تجارت کی غرض سے جو اشیاء بیرون ملک بھیجی جاتی ہے، اسے برآمدات کہا جاتا ہے۔

[4]) مکہ والمدینہ فی الجاھلیہ وعھد الرسول، ص:۱/۳۴۰

میں بیع مزابنہ اور گندم وجوار میں بیع محاقلہ کی طرف محتاج ہوئے۔مالداروں کی اس طرز سے غریب مزید غریب ہونے لگے۔جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین وانصار میں بھائی چارہ قائم کیا۔جس کی بناء پر مہاجرین نے مدینہ کے بازاروں کارخ کر کے اپنی تجارت شروع کی، چنانچہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی پیشکش کو ٹھکرا کر بنو قینقاع کے بازار کی طرف چل پڑے اور اپنا کاروبار شروع کیا[1]۔یہودی بنو قینقاع کی جلاوطنی کا سبب بننے والا واقعہ بھی اسی بازار میں پیش آیا تھاجب ایک یہودی سنار نے مسلمان عورت سے بدتمیزی کی جس پر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔وہاں موجود تمام یہودیوں نے مل کر مسلمان کو شہید کیا۔رسول اللہ ﷺ نے اس بدعہدی کی بناء پر انہیں جلاوطن کیا تھا[2]۔

مدینہ کے مشہور بازار

مدینہ کے مشہور بازاروں میں ایک سوق بزبالہ[3] تھاجب مسلمانوں اور یہود کے درمیان کشمکش شروع ہوئی تو مسلمانوں نے بڑی تعداد میں اِس بازار کی طرف رُخ کیا اور دوسرا بڑا بازار قباء کے مقام پر سوق عقبہ تھا۔بقیع کے مقام پر بھی بقیع الخیل بازار تھاجس میں بنو سلیم کے لوگ گھوڑوں کو فروخت کے لئے لایا کرتے تھے[4]۔

شہر مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ان بازاروں کی اہمیت میں اور اضافہ ہُوا یہاں تک کہ مؤاخاۃ مدینہ کی بدولت جہاں تک مسلمان مہاجرین کو علاقائی سالمیت ملی تو دوسری طرف معاشی طور پر بھی کافی استحکام ملا جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کچھ ہی عرصہ میں ایک کامیاب اور مالدار تاجر کے طور پر سامنے آئے۔

عطیہ جاگیر

عہد رسالت میں زمین اور جائیدادافراد کی صلاحیتوں اور کارناموں کے مطابق بطور جاگیر عطا کی جاتی تھی جس سے ایک طرف بنجر زمینوں کو کارآمد بنانا اور زمینوں کی پیداوار میں اضافہ مقصود تھاتو دوسری طرف نومسلم کی تالیف قلب کے لئے جاگیر بھی عطا کی جاتی تھی۔اِس غیر آباد زمینوں پر ملکیت اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے لئے ہے جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایاہے کہ قدیم اور غیر آباد زمینیں اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہے بعد ازاں تمہارے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ماجاء فی قول اللہ تعالی: فاذاقضیت الصلاۃ فانتشروافی الارض، حدیث نمبر:۲۰۴۸، ص:۳/ ۵۳

[2] سیرت ابن ہشام، ص:۲/ ۴۷۔۴۸

[3] سوق بزالہ دور جالیت میں مدینہ کے اطراف میں لگنے والا مشہور بازار تھا۔(اخبار المدینہ، ص:۱/ ۱۸۴)

[4] نمیری، ابوزید عمر بن شتہ. اخبار المدینہ. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء. ص:۱/ ۱۸۴

لئے ہے یعنی ایسی زمینیں ٹکڑے کر کے لوگوں میں تقسیم کی جائیگی اور اِن کی ملکیت رہے گی[1] اور جب یہود خیبر سے تمام پیداوار کے آدھے حصے کا معاہدہ کیا تو اِس کے علاوہ بھی زمین تھی جسے قابل انتفاع بنانے کے لئے مختلف افراد کو جاگیر کے طور پر دی گئی[2]۔

قابل انتفاع بنانے کے لئے جاگیر دینا

غیر آباد زمین کو منافع بخش بنانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اموال بنی نضیر میں سے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو جائیداد بطور جاگیر عطاء کرنے یہ تحریر لکھ دی کہ موضع سوارق کی تمام اراضی جو کہ موضع مورع اور مؤقت کے درمیان ہے، نشیبی اور ہموار دونوں قسم کی اراضی زبیر کو بطور جاگیر عطا کی جاتی ہے جس میں کھجور کے درخت اور دیگر کثیر اشجار تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اس زمین کو کاشت کے قابل بنادیا جس سے کھجور کی پیداوار میں اضافہ ہو کر مدینہ کی معیشت کے استحکام میں برابر کا حصہ ڈالا۔ اِسی طرح حضرت ابو بکر ،عبد الرحمٰن بن عوف اور سماک ابن خرشہ الساعدی رضی اللہ عنہم کو بھی بنو نضیر کے اموال میں جاگیریں دی گئی[3]۔

محفوظ راستوں کی ضمانت دینا

مسلمان قافلوں کو نقل و حمل کے لئے محفوظ راستوں کی اشد ضرورت تھی۔ جن قبائل نے محفوظ راستوں کی ضمانت پر معاہدہ کیا اُن کو بھی جاگیریں عطا کی گئی کیونکہ جس طرح زمینی پیداوار کے اضافے سے معیشت مستحکم ہوتی ہے اِسی طرح قافلوں کی آمد ورفت کے لئے محفوظ راستوں کو مہیا کرنا بھی تجارت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اِن قبائل کے ساتھ معاہدہ کرنا ضروری امر تھا جس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ طے کے بنی معن سے یہ معاہدہ کیا کہ جب تک یہ لوگ قیام صلوۃ، ادائے زکوۃ اور مسلمانوں کو محفوظ راستوں کی ذمہ داری کے پابند رہیں گے تو اِن کے شہر، بستیاں، چشمے، اور ندی نالے، مویشی کے باڑے سب اُن کی ملکیت رہے گی[4]۔

تالیف قلب کے لئے عطیہ جاگیر

آنحضرت ﷺ نے ربیع اور مطرف کو حسب ذیل امور کی پابندی پر یعنی قیام نماز، ادائے زکوۃ اور

---

[1] کتاب الاموال، ص:۱/ ۴۴۴

[2] بلاذری، احمد بن یحی بن جابر بن داؤد (متوفی:۲۷۹ھ)۔ فتوح البلدان۔ بیروت: مکتبہ الھلال، ص:۱/ ۳۵

[3] امتاع الاسماع، ص:۹/ ۳۹۲

[4] طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۴۳

اطاعت رسول پر وادی العقیق[1] بطور جاگیر وثیقہ دیا جواِس سے قبل یہ مقامات کسی مسلمان کے نہیں تھے[2]۔ سعید بن سفیان الرعلی کے لئے یہ فرمان تحریر کیا کہ سعید کو سَوارقیہ کے باغات اور محل بطور جاگیر عطا کئے جاتے ہیں۔ جو شخص اِس میں مداخلت کرے اُس کا حق تسلیم نہ کیا جائے[3]۔

گلہ بانی

مدینہ کے محاصل میں سے ایک گلہ بانی یعنی جانوروں کے چرنے اور خرید و فروخت کا پورا رواج تھا جو اہل مدینہ کی معاشی ضروریات پورا ہونے کا ذریعہ بھی تھا۔ اِس پیشے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مابَعَثَ الله نبياًإلاَّرَعَى الغَنَمَ". فقالأَصحابُهُ:وأنتَ؟فقال":نَعَمْ، كُنْتُ أرعاها على قَرارِيطَ لأهلِ مكَّةَ))[4]

اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بھی؟ فرمایا: میں بھی مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چرایا کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بکریاں چرانا کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ عزت وافتخار کام کرنے والوں کے لئے ہے، نہ کہ بے کار لوگوں کے لئے[5]۔

حمٰی کا مفہوم

حمٰی یعنی چراگاہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس میں مال مویشی کی دیکھ بھال کی جاتی ہے اور ان کے لئے چارے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے اجتماعی ضروریات کے پیش نظر ایک مخصوص علاقے کو چراگاہ متعین کیا تھا جو اسلامی ریاست کے ماتحت تھی جس میں کسی کی انفرادی ملکیت نہیں تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاحِمى إلاَّلله ولرسولِهِ"))[6]

---

[1] وادی العقیق مدینہ کے شمال میں نقیع کی طرف چلتے ہوئے قصر مراجم اور زغابۃ کے درمیان واقع ہے۔(وفاء الوفاء، ص:۳/۱۸۶)

[2] طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۲۹

[3] ابن الاثیر، علی محمد بن عبد الواحد (امام). اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ. بیروت: دار العلمیہ ص:۲/۲۳۸

[4] صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، حدیث نمبر:۲۲۶۲، ص:۳/۸۸

[5] قرضاوی. یوسف (علامہ). اسلام میں حلال و حرام. لاہور: دار الابلاغ پبلشرز، ۲۰۱۳ء. ص:۱۹۳

[6] صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، باب لا حمی الا اللہ ولرسولہ ﷺ، حدیث نمبر:۲۳۷۰، ص:۳/۱۳۵

حمیٰ کا حق اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے گھوڑوں کے لئے مدینہ میں ایک معروف جگہ نقیع کو بطور چراگاہ مخصوص کیا تھا[1]۔

اللہ تعالی اور رسول اللہ کے حمیٰ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمین اللہ کی راہ میں جہاد پر جانے والے گھوڑوں کے لئے مخصوص کی جائے، ایسا رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ صدقہ کے مویشیوں کے لئے زمین مخصوص کر دی جائے تاکہ جانوروں کو مستحقین میں تقسیم سے پہلے ان کو جمع رکھا جاسکے چنانچہ ایسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا[2]۔

جیسا کہ محمد بن عبداللہ ثقفی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سب سے پہلے بصرہ کے اندر گھوڑوں کے بچوں کی پرورش میں پہل کرنے والے ابو عبداللہ نافع تھے۔ انھوں نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! ہماری طرف بصرہ میں ایسی زمین ہے جو خراج کی نہیں ہے اور نہ مسلمان کو اس زمین کی کمی کا کوئی نقصان ہو گا۔ اگر آپ مناسب سمجھے تو یہ زمین مجھے بطور جاگیر عطا کر دیجئے تاکہ اس میں اپنے گھوڑوں کے لئے چارہ پیدا کروں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: کہ اگر وہ زمین ایسی ہے جیسا کہ یہ بیان کر رہے ہیں تو انہیں بطور جاگیر دی جائے[3]۔

امان نامہ برائے قبیلہ باھلی

حضور ﷺ نے قبیلہ باھلی کے لئے امن نامہ لکھواتے ہوئے یہ درج کیا کہ جو شخص ایسی بنجر زمین آباد کرے جو مویشی کے باڑے اور چراگاہ میں کام آتی ہو ایسے کاشتکار کے مویشیوں میں نصاب یہ ہے کہ تیس عدد گائے میں ایک۔ چالیس عدد بکریوں پر ایک اور چار عدد اونٹ پر ایک بکری ہے۔ عامل چراگاہ ہی میں صدقے کے جانور وصول کرے۔ اگر باھلہ پابندی قبول کرے تو وہ اللہ کی امان میں ہے[4]۔ اہل جُرش کے ساتھ معاہدہ میں طے پایا کہ

---

1) کتاب الاموال، ص:۱/ ۳۷۵

2) ایضا، ص:۱/ ۳۶۴

3) ایضاً، ص:۱/ ۴۱۲

4) طبقات ابن سعد، ص:۴/ ۴۱۲

اسلام لاتے وقت جن چراگاہوں پر اِن کا قبضہ تھا اِسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِن چراگاہوں میں مالک کی اجازت کے بغیر کوئی شخص مویشی نہ ہانکے[1]۔

جانوروں کو فدیہ میں دینا

معاہدات نبوی میں جانوروں کو فدیئے میں دیئے جانے کا ذکر موجود ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے بنو ثقیف کے ساتھ امن معاہدہ کا شق نمبر ۲۱ میں تھا کہ اگر ثقفی جنگی قیدی ہو تو اِس کے عوض ثقفی کو چھ عدد اونٹنی تین سال اور تین عدد دو سالہ دینے ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت میں بھی جزیہ کے مویشی آتے تھے[2]۔

جاگیر بطور عطیہ دینا اسلامی تعلیمات کی رُو سے جائز ہے لیکن اس کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ عدل وانصاف کی بنیاد پر جائز مقاصد کیلئے مہیا کی جائے۔ عطیہ جاگیر سے اگر ایک طرف بنجر زمینیں کارآمد بنا کر پیداوار بڑھائی جاسکتی ہے تو دوسری طرف اس سے جانوروں کیلئے چارے کا انتظام کرکے اس کی افزائش نسل میں بھی خوب اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

جزیہ

اسلامی ریاست کے بیت المال کے ذرائع آمدنی میں سے ایک جزیہ[3] کی وصولی ہے۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو ذمی کہا جاتا ہے جو ایک معاہدہ کے تحت اسلامی ملک کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مسلمانوں پر اِس شخص کی جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری لازمی ہے۔ اگر کوئی شہری اِس کی ادائیگی سے انکار کرے تو اسلامی ریاست سے ان کی جان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا جاتا ہے[4]۔

جزیہ کی دو قسم ہیں:

ا۔ پہلی قسم وہ جزیہ ہے جس کی مقدار آپ ﷺ یا آپ ﷺ کا نائب مقرر کرے۔ جزیہ عام طور پر دینار ودرہم کی صورت میں لیا جاتا ہے لیکن اگر اسلامی ریاست کے لئے ضروری مصنوعات درکار ہو تو ان کو بھی نافذ کرسکتے

---

1) امتاع الاسماع، ص:۲/ ۸۰

2) کتاب الاموال، ص:۱/ ۱۶۹

3) جزیہ مال کی ایک معین مقدار ہے جو اسلامی ریاست کے تحت غیر مسلم رہنے والے شہریوں سے ترکِ قتال اور ان کی جان ومال کی حفاظت کے بدلے سالانہ لیا جاتا ہے۔ (روح المعانی، ص:۷/ ۲۰۱)

4) روح المعانی، ص:۷/ ۲۰۱

ہیں۔ مسلمان حکمران کو جزیہ رکھنے میں اختیار حاصل ہے۔ایک قوم پر ایک دینار اور دوسرے پر زیادہ رکھنے کا حق رکھتاہے۔اس بارے میں جب حضرت مجاہدؒ سے پُوچھا گیا، کیابات ہے کہ شامیوں پر تو چار دینار ہیں اور یمن والوں پر ایک دینار، تو کہنے لگے ایسااِن کی خوشی کی وجہ سے کیا گیاہے یعنی ہر ایک شخص سے اس کی مالی حیثیت کے مطابق جزیہ لیاجائے گا[1]۔ نبی کریم ﷺ نے یہود جرباواُذرح سے معاہدے میں یہ شرط بھی رکھی تھی کہ آپ لوگ اللہ اوراُس کے رسول کی پناہ میں ہے جب تک آپ لوگ بدستور ہر سال ماہ رجب میں ایک سو دینار ادا کریں گے[2]۔ منذر بن ساوی کے لئے تحریر لکھی کہ تمھاری ماتحت رعایا میں جو لوگ یہودیت اور مجوسیت پر قائم ہیں ان کے ذمے مُعافری[3] کی قیمت یعنی ایک دینار جزیہ ہے[4]۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کو بطور عامل جزیہ وصول کرنے کے لئے بحرین بھیجا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کی تھی اور اِن پر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا تھا[5]۔ اور جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دومہ کے بادشاہ اُکیدر کے پاس بھیجا گیا تو اُنھوں نے اُسے گرفتار کرکے پیش کیا جسے رسول اللہ ﷺ نے معاف کیا اور اس کے ساتھ جزیہ پر صلح کرلی[6]۔ اہل ہجر کے نام مکتوب میں ذکر کیا گیاہے کہ جو شخص خوشی سے اسلام نہ لائے اِن کو مجبور نہیں کیا جائیگا لیکن اُسے جزیہ دیناہو گا۔ جس کے پاس اراضی نہیں اِس پر چار درہم اور سالانہ ایک دینار دیناضروری ہے[7]۔

۲۔ دوسری قسم وہ جزیہ ہے جس کی مقدار ذمی لوگ خود مقرر کردیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران والوں سے دوہزار جوڑوں[8] پر صلح کرلی کہ آدھے صفر میں ادا کرے اور آدھے رجب میں۔ اگر یمن میں دغابازی کی گئی تو عاریۃ تیس زرعیں، گھوڑے اور اُونٹ مسلمانوں کو دیں گے جس سے مسلمان جنگ کرسکے۔ مسلمان اِس بات کے پابند رہیں

---

1) صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الحرب، حدیث:۳۱۵۵، ص:۴/ص۹۶

2) امتاع الاسماع، ص:۹/ص۳۷۴

3) معافری یمنی چادر کی ایک قسم ہے جو یمن میں تیار کی جاتی ہے۔(سنن ابی داوٗد، الخراج، باب فی اخذ الجزیۃ، حدیث نمبر:۳۰۴۰، ج۳، ص۱۳۱)

4) کتاب الاموال، ص:۱/۱۳۴

5) صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، باب الجزیۃ والموادعۃ مع اھل الحرب، حدیث نمبر:۳۱۵۸، ص:۴/۹۶

6) سنن ابی داود، کتاب الخراج، باب فی اخذ الجزیۃ، حدیث نمبر:۳۰۳۹، ص:۳/۱۳۱

7) طبقات ابن سعد، ص:۲/۱۹

8) جوڑے سے مراد ایک چادر اور شلوار ہے۔(ملا علی قاری، علی بن سلطان، (علامہ). مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح. بیروت: دارالکتب العلمیہ. کتاب الجھاد، باب الجزیۃ، حدیث نمبر:۴۰۳۴، ص:۷/۵۴۷

گے کہ یہ مال اہل نجران کو لوٹا دیا جائے گا۔ نہ اُن کا کوئی عبادت خانہ ڈھایا جائے گا اور نہ وہاں سے کوئی پادری نکالا جائے گا جب تک کوئی نئی بات پیدا نہ کریں اور نہ سود کھائیں[1]۔ اور بحرین والوں کو لکھا کہ تم میں سے ہر ذمی شخص پر سالانہ ایک دینار یا اس کی قیمت کا کپڑا ہے[2]۔

انفرادی ملکیت

پیدائش دولت میں انفرادی ملکیت کا تصور بھی ہے جن کی نظیریں معاہدات نبوی میں ملتی ہے۔ جب بنو نضیر کے اموال پر قدرت حاصل کرنا صلح کی بدولت ممکن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ذاتی خرچ کے علاوہ باقی تمام اموال مسلمانوں میں بانٹ دیئے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اموال اُن اموال میں سے تھے جو اللہ تعالی نے اپنے رسول پر لوٹا دیئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کے حصول میں نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اُونٹ یہ اموال بالخصوص نبی کریم ﷺ کے تصرف میں تھے[3]۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بُویرہ میں بنو نضیر کے درخت جلانے اور کٹوانے کا حکم دیا کیونکہ یہ اللہ تعالی کے حکم سے تھا کہ فاسقوں کو رُسوا کرے[4]۔

اجتماعی ملکیت

اہل مقناہ و بنی جنبہ کے لئے اللہ تعالی کے رسول ﷺ نے جو حد مقرر کی ہے اس کا حق تسلیم کیا جائے گا۔ باقی جتنے بھی زائد اجناس و اسلحہ جات ہیں وہ اللہ کے رسول کا حق ہے اور اس کے علاوہ حسب ذیل تین اشیاء میں سالانہ چوتھائی حصہ بیت المال میں جمع کردو۔

کھجور کی پیداوار میں سے، شکار کردہ مچھلی میں، عُورتوں کے ہاتھ کا کتا ہوا سوت[5]۔

اکبر بن عبد القیس سے معاہدہ

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنام اکبر بن عبد القیس فرمان تحریر کیا گیا کہ قبیلہ عبد القیس اللہ اور اُس کے رسول کی پناہ میں ہے لہذا اس قبیلے کے گردونواح جتنے بھی لوگ رہائش پذیر ہیں اِن پر تین شرائط کی پابندی ضروری

---

[1]) سیرت ابن ہشام، ص:۱/ ۷۲

[2]) فتوح البلدان، ص:۱/ ۸۵

[3]) صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب حکم الفئی، حدیث نمبر:۱۷۵۷، ص:۳/ ۱۳۷۶

[4]) ایضا، کتاب الجہاد والسیر، باب جواز قطع اشجار الکفار، حدیث نمبر:۱۷۴۶، ص:۳/ ۱۳۶۵

[5]) امتاع الاسماع، ص:۲/ ۶۷

ہے کہ عبد القیس کو اجناس کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔اِس قبیلے کے کھیتوں اور زمینوں کے لئے بارانی پانی میں رُکاوٹ پیدا نہ کرے۔جب پھل پک جائے تو اِن کو سپلائی کرنے میں تاخیر نہ کی جائے[1]۔

اہل نجران سے معاہدہ

جب نبی کریم ﷺ نے اہل نجران سے معاہدہ کیا تو اُن لوگوں سے بطور جزیہ سالانہ دو ہزار یمنی حلے دو قسطوں میں ادا کرنے کا حکم دیا، ایک ہزار حلے ماہ رجب اور ایک ہزار ماہ صفر میں۔ساتھ ایک اوقیہ چاندی، فی کس چار درہم یا ایک یمنی چادر یا فی کس یمن کا ایک سوتی تھان دینا لازمی قرار دیا۔

یہ بھی ضروری امر ہے کہ اگر خراج کے اشیاء میں تبادلہ کیا جائے تو دونوں کا توازن مساوی رکھنا ضروری ہے۔اگر حُلہ جات کی بجائے دوسری اجناس دینا چاہے تو دونوں کی قیمت کی برابری ضروری ہے[2]۔

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۸۳

[2]) ایضاً، ص:۱/۲۶۷

فصل دوم

تقسیم دولت

فصل دوم　　　　تقسیم دولت کا مفہوم

تقسیم دولت کا مفہوم

معاشرے کے افراد میں دولت کی تقسیم ایک موازنہ ہے جس میں دولت ہر فرد معاشرہ کو اس کی صلاحیت وکارکردگی کی بنیاد پر معاوضہ کے طور پر دی جاتی ہے۔چونکہ انسانی ضروریات کی تمام چیزیں عاملین پیدائش تیار کرتے ہیں، اس لئے دولت انہی لوگوں میں تقسیم کی جائے گی۔چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں عاملین پیدائش چار ہیں، سرمایہ، محنت، زمین اور آجر۔اس لئے تمام دولت انہی چار پر تقسیم کی جائے گی۔جبکہ اسلامی نظرئے کے مطابق پیدائش کے حقیقی عوامل تین ہیں سرمایہ، زمین اور اجرت۔لہذا دولت کی تقسیم انہی تین پر کی جائیگی[1]۔

اہمیت

اسلامی نظامِ معیشت کے عملی نفاذ سے افرادِ معاشرہ کے درمیان معاشی بے اعتدالی ختم ہو کر دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جاتا ہے۔اسلامی نظامِ معیشت میں تقسیم دولت کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے بلکہ پیدائش دولت اور پُوری معیشت کا انحصار ہی تقسیم دولت پر ہے۔چونکہ ہر شخص کی صلاحیت الگ الگ ہوتی ہے اس لئے ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق ہی دولت کا حصہ ملے گا۔باصلاحیت افراد کو زیادہ ملتا ہے اور کم صلاحیت کی وجہ سے جو لوگ محروم رہ جائیں یا کم حصہ پائے اِن کا حق بھی مالداروں کی دولت پر قائم رہتا ہے۔معیشت کے پائیدار استحکام کے لئے اور معاشرے کے افراد کی حقیقی خوشحالی کا انحصار اس بات پر ہے کہ پیداشدہ دولت کی تقسیم کچھ اس انداز میں ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر نہ رہ جائیں تاکہ معاشرے کا ہر فرد باوقار طریقے اور مناسب معیار سے اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرسکے۔تقسیم دولت کی منصفانہ تقسیم سے ہی رسد وطلب میں توازن برقرار رہتا ہے جس سے مہنگائی اور اقتصادی بحران کا خطرہ ٹل جاتا ہے[2]۔

قرآن پاک کی رُو سے تقسیم دولت کا نظریہ

اللہ تعالی نے اس عالم فانی میں انسان کو افضل ترین مخلوق شمار کیا ہے۔حقوق معیشت میں تمام انسان مساوی ہیں لیکن ان کے درجات میں تفاوت حقیقت ہے جس طرح انسان کے جسم کی بناوٹ ایک دوسرے سے مختلف ہے اِسی طرح اِنسانوں کے رزق میں بھی مختلف درجات ہے جو اصل میں اِس کے حُسن کا دارومدار ہے۔چنانچہ اِس بارے

---

1) عثمانی، شفیع (مفتی). اسلام کا نظام تقسیم دولت. کراچی: ادارہ المعارف. ص:۲۴

2) حکیم، محمود احمد ظفر. پیغمبر اسلام اور تجارت. طبع اول. لاہور: بیت العلوم، ۲۰۰۶ء. ص:۳۱۸

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾[1]

کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب ہم نے دنیا کے رزق میں جو رسالت سے کم درجے کا ہے، اختیار نہیں دیا ہے تو وہ نبوت و رسالت جو اِس سے کئی گناہ بڑا ہے اُس میں کیسے اختیار دے سکتے ہیں۔ دنیاوی معیشت میں تفاوتِ درجات تصور نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ یہ حکمتِ الٰہی ہی ہے کہ بعض لوگوں کو عزت و ریاست میں فضیلت دی تو کچھ لوگوں کو خدمت کے لئے ماتحت بنا دیا یعنی غلام آقاؤں کا خیال رکھا کرے تا کہ ایک کا مال دوسرے کا عمل ہو اور یہ نظام معیشت چلتا رہے۔ اگر معیشت میں یہ تفاوت نہ ہو تو نظام معیشت کا چلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اِس کے ساتھ مزید ارشاد ہے کہ آخرت دنیا کے تمام کی تمام عیش و عشرت سے افضل ہیں اور کفار جو مال دنیا میں جمع کر رہے ہیں اللہ کی رحمت اِس سے کئی گناہ زیادہ ہے[2] اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی دنیا کی معیشت کے درجات میں تفاوت کا واضح پیغام دیا ہے:

((إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ))[3]

اللہ تعالیٰ نے تمھارے اخلاق تقسیم کیا ہیں جیسا کہ تمھارا رزق تمھارے مابین تقسیم کیا ہے۔

تفاوتِ رزق کا مقصد ہی یہی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے کام کاج میں ہاتھ بٹھائے، مالدار غریب کا اور قوی کمزور کی مدد کرے۔ اسلامی نظام معیشت ہی میں اسی عالم کا بقاء ہے کیونکہ اس نظام کے ذریعے سے ہر شخص کو معاشی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور فتنہ وفساد اور بغاوت کا مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے[4]۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ میں تقسیم دولت

میثاق مدینہ کے دفعات میں فدیہ و دیت کی ادائیگی کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ دیت سے مراد وہ مال ہے جو قاتل کسی مقتول کے ورثاء کو دیتے ہیں۔ جس کی مقدار سو اونٹ یا مروجہ وقت میں اِس کی قیمت ہو گی۔ فدیہ سے

---

[1]) سورۃ الزخرف:۴۳/۳۲

[2]) تفسیر بحر العلوم، ص:۳/۲۵۶

[3]) طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی شامی (امام). المعجم الکبیر. قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، حدیث نمبر: ۸۹۹۰، ص:۹/۲۰۳

[4]) الانساب، ص۵/۱۰۰

مراد ایسا معاوضہ جو قیدی خود یا اس کے رشتہ دار قید سے رہائی کے لئے دوسری قوم یا ملک کو دیتے ہے۔میثاق مدینہ میں دیت وفدیہ اس لئے شامل کیا گیا کہ معاہدے کے تمام فریقین اِس کی وضاحت سے واقف تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس کی توثیق کرکے برقرار رکھا تاکہ دولت چند ہاتھوں میں محصور ہوکر نہ رہ جائے اور گردش دولت کی راہیں مزید کھل جائے کیونکہ دیت وفدیہ کی رقوم معمولی نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک شخص اِس کی ادائیگی کرسکتا ہے بلکہ یہ خطیر رقم ہے جو قاتل یا قیدی کا قبیلہ اس کی ادائیگی کرتا ہے۔مال کی اِس منصفانہ تقسیم سے گردش دولت کا عمل پوری قوم میں پھیل جاتا ہے۔میثاق مدینہ میں یہود کو معاہدے میں شامل کرنے کا ایک فائدہ یہ تھا کہ مدینہ کی حفاظت اِن پر لازم کردی گئی لیکن دوسری طرف اِن سے جنگی حالت میں مالی مدد کا معاہدہ بھی ہُوا تھا جس سے بڑا معاشی فائدہ یہ ہوا کہ یہود جو مالدار قوم تھی، اِن کی دولت کی گردش غریب مسلمانوں کی طرف کی گئی تاکہ دولت چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں محصور ہوکر نہ رہ جائے۔[1]

ارتکاز دولت کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ اموال کو مناسب جگہوں پر پہنچانے کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے۔چنانچہ عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سلام پھیرا اور بہت جلدی کے ساتھ ازواج مطہرات کے حجروں میں سے ایک حجرے میں تشریف لے گئے۔لوگوں کو آپ ﷺ کی عجلت پر بڑی حیرت ہوئی جب واپس آئے تو ارشاد فرمایا: کہ مجھے یاد آیا کہ میرے گھر میں سونا رکھا ہوا ہے، مجھے اچھا معلوم نہ ہوا کہ رات اِس حالت میں گذاروں کہ وہ میرے پاس رہے، اس لئے میں نے تقسیم کا حکم دیا[2]۔

اموال بنو نضیر

میثاق مدینہ کی بدولت مدینہ کے تمام یہود قبائل سے معاہدہ ہو چکا تھا جس میں بنو نضیر بھی تھے۔یہ لوگ مدینے سے دو میل فاصلے پر رہائش پذیر تھے۔اِن کی بد عہدی اُس وقت معلوم ہوئی جب عمرو بن ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے خطاکے طور پر دو افراد قتل ہوگئے، تو از روئے صلحنامہ یہ ضروری تھا کہ فریقین ایک دوسرے کے ساتھ مالی امداد کریں گے۔ اس کا خون بہا ادا کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے حلیف بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔اُن لوگوں نے امداد کی بجائے آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی، جس کی اطلاع آپ ﷺ کو بذریعہ وحی کی گئی جس کی پاداش میں آپ ﷺ نے بنو نضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا۔اموال بنی نضیر مال فئے تھا جس

---

[1]) غفاری، نور محمد. نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی. طبع دوم. اسلام آباد: مکتبہ ابوذر غفاری، ۱۹۹۹ء. ص:۱۸۱

[2]) صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من صلی بالناس، حدیث نمبر:۸۵۱، ص:۱/۱۷۰

پر اللہ کے رسول کا مکمل حق تھا لیکن پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے اموال بنو نضیر کو صرف مہاجرین میں (جو محنت ومزدوری کیا کرتے اور انصار کے مکانوں میں رہتے تھے) تقسیم کیا تاکہ دولت میں گردش ہو اور مال امیروں سے منتقل ہو کر غریبوں کے ہاتھ لگے[1]۔

انصار مدینہ کا ایثار

رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے اموال ملتے ہی انصار کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا:

((لَيْسَتْ لإخوانكم الْمُهَاجِرِينَ أَمْوَالٌ، فَإِنْ شِئْتُمْ قُسِّمَتْ هَذِهِ وأموالكم بينكم وبينهم جميعا،وإن شئتم أمسكتم أَمْوَالَكُمْ وَقُسِّمَتْ هَذِهِ فِيهِمْ خَاصَّةً،فَقَالُوا.بَلْ قَسِّمْ هَذِهِ فِيهِمْ وَاقْسِمْ لَهُمْ مِنْ أَمْوَالِنَا مَا شِئْتَ))[2]

تمھارے بھائی مہاجرین کے پاس مال نہیں اگر آپ لوگ چاہے تو اِن کے درمیان یہ مال تقسیم کر دو، جس پر انصار نے جواب دیا کہ حضور اِن کو یہ بھی دے اور ہمارے اموال میں سے جتنا چاہے اِن کے لئے مقرر کر لے۔

جس پر اللہ تعالی نے قرآن کریم میں انصار کی تعریف ومدح فرمائی کہ یہ انصار حضرات اپنی ضروریات کے باوجود دوسرے مسلمانوں کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ یہ تقسیم انصار مدینہ کے سردار حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی تائید سے ہوئی جس پر باقی دو سردار حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے بھی رضامندی ظاہر کیں۔اِن اموال میں انصار مدینہ کے صرف دو حضرات کو حصہ ملا تھا جو انتہائی ضرورت مند تھے حضرت سھل بن حنیف اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہما۔اِس کے علاوہ صرف حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک تلوار عطا کی گئی جو ابن ابی الحقیق کی ممتاز تلوار تھی[3]۔

كَيْ لَايَكُون دُولَةَ آیت کا مفہوم

جاہلیت میں قبیلے کا سردار مال غنیمت پُورا ہڑپ کر جاتے اور لشکر میں کسی کو حصہ نہیں دیتے تھے بلکہ پورا مال ذاتی اخراجات میں خرچ کیا کرتے تھے۔اللہ تعالی نے اِس نظریئے کو رد کرتے ہُوئے گردش دولت کا نظریہ دیا تاکہ اِس دولت میں ضرورت مند برابر کے شریک رہے[4] اور اموال بنو نضیر کے بارے میں مزید فرمایا:

---

[1]) صحیح مسلم،کتاب الجہاد والسیر،باب حکم الفئی،حدیث نمبر:۱۷۵۷،ص:۳/۱۳۷۶

[2]) فتوح البلدان،ص:۱/۳۰

[3]) شامی،محمد بن یوسف صالح(امام). سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد.بیروت:دار الکتب.ص:۲/۳۴۰

[4]) تفسیر طبری،ص:۲۳/۲۷۵

﴿كَيْ لَايَكُون دُولَة بين الأغنياء منكم﴾[1]

تاکہ دولت صرف مالداروں کے ہاتھ میں محصور ہو کر نہ رہ جائے۔

ذاتی ملکیت کے باوجود مال تقسیم کرنا

نبی کریم ﷺ مال غنیمت پر مکمل حق رکھنے کے باوجود تقسیم کیا کرتے تھے تاکہ یہ مال ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کر سکے اور ان کے قبضے میں آکر کارآمد بنا دیا جائے یہاں تک کہ لشکر والوں کو ان کے حق کے علاوہ زیادہ دیا کرتے تھے جیسا کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مال غنیمت کے خمس میں سے جو ہمارا حصہ نکلتا تھا اس کے علاوہ بھی رسول اللہ نے ہمیں مال عطا فرمایا[2]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا أُعْطِيكُمْ وَلاَ أَمْنَعُكُمْ، إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ))[3]

نہ میں تمھیں دیتا ہوں اور نہ تم سے روکتا ہوں، میں تو بانٹنے والا ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے واپس رکھتا ہوں۔

معاہدہ خیبر کی مفتوحہ زمین

معاہدہ خیبر سے قبل غزوہ خندق کے موقع پر ایک دن صبح آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے تو یہ منظر دیکھا:

((خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ قَالَ: «اللَّهمّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ، فَاغْفِرْ الأنصار وَالْمُهَاجِرَهْ» فَقَالُوا مُجِيبِينَ لَهُ: نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا ..عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا))[4]

رسول اللہ ﷺ خندق کی طرف گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ مہاجرین و انصار سردی کی صبح میں خندق کھود رہے ہیں، اور اِن کے پاس کوئی نوکر چاکر نہیں تھے کہ اِس کام کو کر دے۔ آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی، اے اللہ! اصل عیش آخرت کا عیش ہے۔ مہاجرین و انصار کی مغفرت فرما۔

غنائم خیبر

---

[1]) سورۃ الحشر: ۵۹/۷

[2]) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب الانفال، حدیث نمبر: ۱۷۵۰، ص: ۳/۱۳۶۹

[3]) صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالیٰ: فان للہ خمسه وللرسول، حدیث نمبر: ۳۱۱۷، ص: ۴/۸۵

[4]) ایضاً، حدیث نمبر: ۴۰۹۹، ص: ۵/۱۰۷

سربراہ مملکت کو چاہیے کہ اپنی ریاست کے استحکام کے لئے بے کار پڑی زمین کو کارآمد بنانے کے لئے باصلاحیت افراد میں بانٹ دے تاکہ اِس کے پیداوار سے معاشی ضروریات پُوری ہوسکے۔جب نبی کریم ﷺ نے خیبر کا علاقہ فتح کرلیا تو کافی بنجر زمین ملکیت میں آئی۔ آپ ﷺ نے بے کار پڑنے کی بجائے اِس کو حسب ذیل افراد کے مابین تقسیم کیا:

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ کے مایہ ناز تاجر تھے۔ہجرت مدینہ کے بعد زراعت کا کاروبار بھی نہایت وسیع تھا۔ آنحضرت ﷺ نے خیبر میں ایک وسیع جاگیر مرحمت فرمائی تھی۔اُنھوں نے خود بھی بہت سی قابل زراعت اراضی خرید کر کاشتکاری شروع کی تھی یہاں تک کہ صرف مقام جرف کے کھیتوں میں بیس اُونٹ آبپاشی کا کام کرتے تھے[1]۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

غزوہ خیبر سے قبل حضرت سعد رضی اللہ عنہ مالی مشکلات کے شکار تھے۔،جب خیبر کی مفتوحہ اراضی میں جاگیر ملی تو معاشی حالات کچھ بہتر ہُوئے[2]۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی معاش کا اصل ذریعہ تجارت تھا۔جب مدینہ پہنچے تو زراعت کا شغل بھی شروع کیا اور رفتہ رفتہ اس کو نہایت وسیع پیمانہ پر پھیلا دیا۔جب خیبر کی جاگیر ملی تو اِس میں اور بھی ترقی ملی۔ غیر معمولی دولت وثروت کا مالک بنتے ہی لاکھوں دینار و درہم اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے[3]۔

پیداوار خیبر میں فاتحین کا حصہ

تقسیم دولت کی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر اور خیبر کا علاقہ فتح کرکے مال غنیمت تمام مسلمانوں میں تقسیم کیا۔بنو نضیر کا مال آپ ﷺ کے پاس آنے والے وفود کیلئے مختص تھی۔فدک کی زمینیں ابناء السبیل اور خیبر کی تمام غنیمت تین حصے کئے۔ایک حصہ اپنے اہل وعیال کیلئے باقی دو حصے عام مسلمانوں میں تقسیم

---

[1]) ندوی، شاہ معین الدین. سیر صحابہ. کراچی: دارالاشاعت. ص:۲/۱۰۵

[2]) ایضاً، ص:۲/۱۲۴

[3]) سیر صحابہ، ص:۲/۹۵

فرمائی(1)۔ خیبر میں صرف الکتیبہ رسول اللہ ﷺ کا خمس ٹھہرا، اس کے علاوہ باقی الشق اور النطاۃ وغیرہ مسلمانوں میں تقسیم کئے گئے۔ تمام مال غنیمت ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ کے لئے اٹھارہ حصے مقرر ہوئے جو مہمانوں اور نادار لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ باقی اٹھارہ حصے تمام مجاہدین میں تقسیم کیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے مختص الکتیبہ علاقے کی کل پیداوار آٹھ ہزار وسق کھجور تھی۔ یہود خیبر سے معاہدے کے بعد نصف بٹائی پر رسول اللہ کے حق میں چار ہزار صاع مقرر تھے اور جب جَو کی فصل میں کل پیداوار تین ہزار وسق ہوتی تو اس میں نصف پندرہ سو رسول اللہ ﷺ کے حق میں آتی جسے تمام کو مسلمانوں میں تقسیم کیا کرتے تھے(2)۔

فاتحین خیبر کے لئے پیداوار میں ایک خاص حصے بھی مقرر کئے جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں: حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے لئے ۱۵۰ وسق، حضرت عبد اللہ ابن ابی قحافہ ، حضرت ربیعہ بن حارث اور حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہم کے لئے ۱۰۰ وسق مقرر کئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب ، حضرت ابوبقہ اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہم کے لئے ۵۰ وسق متعین کئے تھے(3)۔

حرم کے لئے حصہ مقرر کرنا

اجتماعی ضروریات کی بناء پر حاکم وقت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ مفاد عامہ کے لئے قومی آمدنی میں مخصوص حصہ لے سکتا ہے چنانچہ خیبر کی پیداوار میں سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے حرم کے لئے حصہ مختص کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ حرم کے تمام حصوں کے لئے ۱۸۰ وسق، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لئے ۴۰، حضرت فاطمہ بنت رسول رضی اللہ عنہا کے لئے ۸۵، حضرت مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہ کے لئے ۱۵ اور حضرت ام رمیثہ رضی اللہ عنہا کے لئے ۵ وسق مقرر کئے تھے(4)۔

مستقبل میں تقسیم کرنے کا وعدہ

ضرورت کی بناء پر رئیس مملکت کسی ملک یا قوم کے ساتھ دولت کی تقسیم کا ایسا معاہدہ کر سکتا ہے جس سے عوام کی فلاح و بہبود اور معاشی ضروریات کی تکمیل ہو۔ چنانچہ جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ رسول اللہ

---

1) کتاب الاموال، ص:۱/ ۱۸۳

2) واقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد (امام). کتاب المغازی. بیروت: عالم الکتب، ص:۱/ ۶۹۲

3) ایضاً، ص:۲/ ۶۹۴

4) ایضا، ص:۲/ ۶۹۳

ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ سے مخصوص علاقوں کی درخواست کی جسے آپ ﷺ نے منظور کیا اور ان کے لئے یہ معاہدہ لکھا:

جب اللہ تعالی رسول اللہ ﷺ کو فتوحات سے سرفراز فرمائے گا تب اِس قبیلہ والوں کو مندرجہ ذیل دیہات دیئے جائیں گے اور یہ جاگیر استمراری ہوگی بیت عینون[1] اور حبرون[2]۔

جب فتوحات اسلامی کا دائرہ وسیع ہوا اور شام کے علاقے مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اِن کے لئے دوبارہ وثیقہ لکھا کہ انھیں حبرون وبیت عینون دونوں مواضعات بشمول اِن کی اراضی، پہاڑوں، پانی کے نکاس، کھیتوں، چشموں اور وحشی گائیوں کو جاگیر میں دیئے جاتے ہیں۔ اور شرط لگادی کہ یہ جاگیر اِن کی اولاد در اولاد منتقل کی جائے گی۔[3]

معاہدات نبوی ﷺ میں نظام زکوۃ کا تصور

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر زکوۃ کو نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ زکوۃ ہر اُس مسلمان پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی جس کے پاس سونا، چاندی اور مال تجارت یا اِس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو، تو مسلمان اپنے مال سے ڈھائی فیصد حصہ نکال کر ضرورت مندوں پر صرف کریں گے۔ اللہ تعالی نے زکوۃ دینے کی خوب تاکید اور زکوۃ کی عدم ادائیگی پر سخت وعید کی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾[4]

جو لوگ سونا و چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اِسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے وردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔

---

[1] عینون عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ شام کی طرف جاتے ہوئے بحر قلزم کے ساحل پر واقع ایک شہر کا نام ہے۔ (معجم البلدان، ص: ۴/ ۱۸۰)

[2] حبرون: فلسطین کے ایک شہر کا نام ہے جو الخلیل کے نام سے مشہور ہے۔ اس شہر کا نام الخلیل اس وجہ سے ہے کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔ حبرون میں سب سے پہلے مرنے اور دفن ہونے والی شخصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت سارۃ رضی اللہ عنہا تھی۔ (معجم البلدان، ص: ۲/ ۲۱۲)

[3] ابن زنجویہ، احمد بن مخلد بن قتیبہ. الاموال. ریاض: مرکز فیصل لدراسات الاسلامیہ، ص: ۲/ ۳۵۹

[4] سورۃ التوبہ: ۹/ ۳۵

دین اسلام میں نظام زکوۃ ایک ایسا مربوط نظام ہے جس میں تمام عاملین پیداوار سے ایک خطیر رقم سرمایہ داروں کی جیب سے نکل کر غریبوں کے پاس پہنچ جاتی ہے جس سے تقسیم دولت وسیع پیمانے پر مزید پھیل جاتی ہے۔معاہدات نبوی ﷺ میں مختلف قبائل کے ساتھ دولت کی تقسیم کے معاہدے ہوئے تھے جن سے مقصود یہ نہیں تھا کہ محض دولت تقسیم کی جائے بلکہ اِس کا فی الفور فائدہ یہ ہُوا کہ عہد رسالت میں ہی عرب قبائل میں آسودگی آنے لگی تھی جس کی مثالیں تاریخ کے ابواب میں تفصیل سے موجود ہیں۔اِن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

قبیلہ بنی ثعلبہ کے لئے زکوۃ کی ادائیگی پر امان دی گئی تھی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ معاہدہ کر کے تحریر کیا کہ اِن میں سے جو شخص ایمان قبول کر لینے کے ساتھ نماز وزکوٰۃ ادا کرے اور غنیمت میں سے خمس دے،اس کے لئے اللہ تعالی کا ذمہ لیا جاتا ہے[1] اور جنادہ ازدی کے لئے پناہ ہے اگر وہ قیام نماز وادائے زکوۃ اور خمس وقت پر ادا کرے[2]۔

زکوۃ کی ادائیگی کی بدولت اکثر اقتصادی مسائل حل ہو جاتے ہیں اور مال میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کی وصولی کی شرط پر قبیلہ بنی ضباب کو راستے اور پہاڑیاں عطا کی تھی کہ جب تک یہ قیام صلوۃ اور ادائے زکوۃ پر قائم رہیں گے اور کوئی شخص اِس سے تعرض نہیں کریگا[3]۔

معاہدہ برائے عمرو بن جہنیہ کے لئے

رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کی ادائیگی کی بناء پر عمرو بن جہنیہ کے لئے یہ فرمان جاری کیا تمہیں نشیبی وبالائی دونوں قسم کی مزروعہ وغیر مزروعہ اراضی پر قبضہ دیا جاتا ہے۔اِس میں وہاں کے پہاڑی ٹیکرے اور اِس کا دامن بھی شامل ہے جن کی گھاس اور پانی پر بھی تمھارا مالکانہ حق تسلیم کیا جاتا ہے بشرطیکہ تم خمس ادا کرو اور بکری اور اُونٹ میں زکوۃ دیا کرو[4]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اِن قبائل سے معاہدے کرنا اور اِس میں زکوۃ کی ادائیگی کی شرط رکھنا اُس علاقے کی زکوۃ کو ضرورت مندوں میں تقسیم کرنا تھا تاکہ اِس سے لوگ مستفید اور خوشحال ہو سکے۔رسول اللہ ﷺ کے کئی

---

1) اسد الغابہ، ص:۳/۴۳

2) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۷۰

3) ایضاً،ص:۱/۲۸۱

4) ایضاً،ص:۱/۲۸۳

معاہدوں میں مربوط نظام زکوۃ نے اگر ایک طرف طبقاتی فرق کو مٹادیا تو دوسری طرف علاقائی غربت وافلاس کے خاتمے میں بھی اہم رول ادا کیا جس سے مدینہ کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مال بھی گردش میں رہا۔

زکوۃ کے معاشی اثرات

زکوۃ کے معاشی اثرات حسب ذیل ہیں:

- نظام زکوۃ نے مدینہ کے غربت کے خاتمے میں بڑااہم رول ادا کیا۔
- اس کے ذریعے سے حتی الامکان معاشی ضرورتوں کی تکمیل کی گئی۔
- زکوۃ کی بروقت ادائیگی سے لوگوں کامالکانہ قبضہ برقرار رکھا گیا۔
- لوگوں کوامن کے پروانے ملے۔
- زکوۃ لینے کامقصد ہی یہی تھا کہ مستحقین کو بروقت امداد پہنچ جائے۔

نظام عشر

زمینی پیداوار کی زکوۃ کو عشر کہاجاتاہے۔ عشر کی مقدار ڈھائی فیصد کی بجائے ۱۰ فیصد ہے چونکہ زمینی پیداوار میں انسانی محنت کا عمل دخل بنسبت زکوۃ کم ہوتاہے اِس لئے اس کا مقدار زکوۃ سے کم ہے۔ بارانی زمینوں پر دسواں اور نہری پر بیسواں حصہ عشر دیناواجب ہوتاہے جس کا مقصد یہ ہوتاہے کہ مستحقین کو بروقت غلہ پہنچ جائے[1]۔

نبی کریم ﷺ نے کئی قبائل کے ساتھ معاہدے کئے تھے جن کی شرائط میں سے ایک شرط عشر کی ادائیگی تھی۔ حارث بن عبد کلال سے یہ معاہدہ ہُوا کہ ادائیگی زکوۃ، غنیمت میں سے اللہ وسول کا خمس اور مندرجہ ذیل ادائے صدقات پر عمل کرو۔ پیداواری غلہ میں چاہی کی کاشت پر بیسواں اور بارانی زمینوں میں دسواں حصہ ہے۔ پانچ عدد اونٹ پر ایک بکری اور تیس گائیوں پر ایک جوان گائے ہے[2]۔

ایک دوسرے معاہدے میں مذکور ہے کہ حاصل کردہ غنیمت میں اللہ کے نام پر خمس لینااور زکوۃ میں شرح ذیل وصول کرنا ہے کہ پیداواری غلہ میں چاہی کی کاشت پر بیسواں اور بارانی زمینوں میں دسواں حصہ ہے۔ اور جانوروں کانصاب درجہ ذیل ہیں دس عدد اونٹ پر دو بکری، چالیس گائیوں پر ایک گائے اور چالیس بکریوں پر ایک بکری کا زکوۃ دینالازم ہے[3]۔

---

[1]) اسلام کا نظام تقسیم دولت، ص:۳۵

[2]) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۸۰

[3]) ایضاً، ص:۱/ ۲۸۳

زمینی پیداوار کے لئے عطیہ زمین

اسلام دولت کے ارتکاز کی ممانعت اور منصفانہ تقسیمِ دولت کی تعلیم دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں بہت ساری فتوحات ہوئی تھی اور کافی ساری زمینیں اور جاگیریں رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں آئی۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو مفتوحہ علاقوں کو نجی ملکیت بنا سکتے تھے لیکن ذاتی جائیداد بنانے کی بجائے اپنے معاہدوں کے ذریعہ کسی کو جاگیریں عطا کی اور کئی ساروں کو ان کی جاگیروں پر ان ہی کی ملکیت برقرار رکھی اور فتح کے باوجود اِن سے زمینیں نہیں لی گئی بلکہ اِن کی حوصلہ افزائی کے لئے بڑی بڑی رعایتیں بھی دی گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کی سربلندی کے لئے کئی قبائل کے سرداروں کو اِن کی زمینوں پر قبضہ برقرار رکھنے کی پالیسی قائم رکھی تھی جس سے مقصود ایک طرف اسلام پر قائم رہنا تھا تو دوسری طرف اِن علاقوں کی پیداوار سے مکمل استفادہ کرنا تھا تاکہ اسلامی ریاست کی مختلف معاشی ضروریات پوری ہو جائے۔ دولت کی منصفانہ تقسیم اور مختلف قبائل کے ساتھ معاہدے حسب ذیل ہیں:

معاہدہ برائے بنی قرۃ

رسول اللہ ﷺ نے بنی قرہ کو یہ تحریری فرمان عنایت فرمایا کہ مظلمہ کی تمام اراضی، چشمے، پہاڑ اور میدانوں پر اِن کا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے مویشی اسی کی چراگاہ میں چرائیں [1]

اور معاہدہ بنام عمیر میں ہے کہ جب تم نے قبول اسلام وادائے زکوۃ کر لیا تو ہم نے بھی تمھاری جان ومال کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اِس پُوری سرزمین پر تمھارا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے جس میں تم نے آباد رہ کر اسلام قبول کیا۔ اِس میں وہاں کے پہاڑ، چشمے اور اِن کی نالیاں بھی شامل ہیں۔ اِس بارے کوئی شخص تم پر ظلم نہ کر سکے گا نہ تم پر کوئی بار ہو گا[2]۔

معاہدہ برائے ذومرحب (حضرموت) کے نام

یہ تحریر ربیعہ، اس کے بھائی اور ان کے چچاتینوں کے لئے ہیں کہ حضرموت میں اِن کی منقولہ جائیداد از قسم شہد کے چھتے، کنویں، پانی کے منبع، چشمے اور درخت پر اِن کا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِن کی زمینی پیداوار میں پھلوں اور بیری کے درختوں کے سوا ہر اُس شئے پر اِن کا قبضہ رہے گا جو ان کے قبضے اور تصرف میں ہے۔ جو شخص اِن چیزوں میں مداخلت کرے اللہ اور سول اِس سے بری ہے[3]۔ بنی شیخ از قبیلہ جُہنیہ کہ وہ صفینہ کی جس اراضی پر قابض ہیں

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۷۹

[2]) ایضاً، ص:۱/۲۷۸

[3]) مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص:۱۵۲

بشمول مزروعہ حصوں کے یہ تمام اراضی صفینہ کے سپرد کی جاتی ہے۔اِس اراضی میں مداخلت اور قبضہ کرنے والوں کا استحقاق تسلیم نہ ہو گا بلکہ معطی علیھم کو دیا جائے گا[1]۔

تقسیم دولت اور جاگیر

عہد رسالت میں جیسے فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا اِسی کے ساتھ اسلامی ریاست کی واضح پالیسیاں مختلف قبائل کے لئے سامنے آئی۔معاہدات نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آخری حد تک کوشش تھی کہ غیر مسلم اوّلاً اپنی رضامندی سے ایمان لائے۔اگر ایمان نہ لاتے تب جزیہ دیکر اپنی زمینوں میں پُرامن طریقے سے رہتے۔یہود مدینہ کے تمام قبائل میثاق مدینہ میں برابر کے شریک تھے جب تک اِن کی طرف سے بدعہدی نہیں کی گئی اِن کو اسلامی ریاست کی طرف سے سلامتی حاصل تھی جب انھوں نے بدعہدی شروع کی تب رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کیا۔عہد رسالت میں نومسلموں کی تالیف قلب کے لئے اسلامی ریاست کی طرف سے ایسے اقدامات کئے جاتے تھے کہ جس سے وہ مسلمان ہونے کے بعد درپیش چیلنجز کا مقابلہ کر سکتے تھے۔اگر وہ کسی قبیلے کا سردار ہوتا تو اِس کی سرداری قائم رکھی جاتی۔زرعی پیداوار کے لئے اِن کے زیر اثر کوئی اراضی ہوتی تو وہ بھی بطور جاگیر عطا کی جاتی۔جن جاگیروں سے لوگ اسلام لانے سے پہلے خوب استفادہ کیا کرتے،تو مسلمان ہونے کے بعد بھی اِن کو وہی جاگیریں عطا کی گئی تاکہ اِس سے مکمل فائدہ حاصل ہوتا رہے اور اُس علاقے کی سلامتی اور معاشی بحالی برقرار رہ سکے۔اِس خاص مقصد کے لئے جن لوگوں کو جاگیریں دی گئی، حسب ذیل ہیں:

معاہدہ برائے عوسجہ بن حرملہ جہنی

عہد رسالت کی علاقائی خودمختاری کی بڑی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عوسجہ کے لئے جاگیر مختص کرتے ہوئے معاہدہ تحریر کیا کہ یہ جاگیر عوسجہ کے لئے ہے جس کی حدود یہ ہیں:ایک طرف سے بلکثۃ تامصنعہ دوسری طرف جغلات تاحدِ جبل القبلہ،اِس جاگیر میں کسی مداخلت صحیح نہیں۔اگر کوئی قابض ہو جائے تو اِس کا استحقاق تسلیم نہ کیا جائے بلکہ عوسجہ کا قبضہ بحال رکھا جائے گا[2]۔

تحریری معاہدہ برائے مالک ابن نمط

رسول اللہ ﷺ نے مالک بن نمط کے مسلمان ہونے کے بعد عطیہ جاگیر کا معاہدہ کرتے ہوئے تحریر کیا:

---

1) ایضاً، ص:۱۶۲

2) سمہودی، علی بن احمد حسنی شافعی ابوالحسن. وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی. بیروت: دار العلمیہ. ص:۴/۱۱۰

اِن کے سربراہ اور ہم قوم بھی مسلمان ہو جانے کے بعد اس معاہدے میں شامل ہو سکتے ہیں: جناب الھضب، حقاف الرمل اور ذی المشعار تینوں مواضعات کی نشیبی و پتھریلی زمین اور ٹیلے سب پر اِن کا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اِن مواضعات کا سبز اور خشک ہر قسم کا چارہ اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں[1]۔

وائل بن حجر سے معاہدہ

جب وائل بن حجر مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی ملکیت برقرار رکھی اور ان سے معاہدے کی تحریر یہ تھی کہ اے وائل! تم مسلمان ہو چکے ہو، تمھاری جملہ اراضی اور قلعوں پر تمھارا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ تم سے دس پر صرف ایک عدد صدقہ لیا جائے گا جس عدد کا تعیین دو عادل شخص کریں گے[2]۔

---

[1]) مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص:۱۴۵

[2]) مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص:۱۵۵

فصل سوم

صرف دولت

فصل سوم　　　صرفِ دولت کا مفہوم

صرفِ دولت

اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا فانی میں تمام مخلوقات کی ضرورتوں کو پُورا کرنے کے لئے مختلف نوعیت کے کئی سارے وسائل پیدا کئے ہیں۔ اگر فرشتے تسبیح و تقدیس میں مصروف ہوتے ہیں تو انسان اپنی جان و جسم کے لئے تگ و دوڑ کرتا ہے۔ صَرفِ دولت کے باب میں انسان کے اِس رویے و طرز کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو وہ ضروریات زندگی کی تسکین کے لئے اختیار کرے۔ صَرفِ دولت تمام معاشی سرگرمیوں کا مرکز و محور ہے یہاں تک کہ دولت کا سارا نظام ہی صَرف کے گرد گھومتا ہے۔ پُرامن معاشرتی زندگی کی معاشی خوشحالی صَرف کی بدولت ہی قائم رہتی ہے۔ اگر معاشرہ میں ہر فرد عیاشانہ طرز زندگی اختیار کرے تو مال کے بے دریغ استعمال سے غربت وافلاس میں اضافہ ہو جاتا ہے اور مال استعمال نہ کرنے سے منجمد ہو کر بے فائدہ رہ جاتا ہے جس سے قومی معیشت ترقی کی بجائے زوال پذیر اور عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے[1]۔

صَرفِ دولت کا اسلامی تصور

دین اسلام کی رُو سے دولت کا خرچ ایک منصوبے کے تحت کیا جاتا ہے۔ نہ فرد کو اتنا اختیار دیتا ہے کہ تمام حدود پار کرے اور نہ ہی ہاتھ تھام کے رکھے کہ ضروری امور میں بھی خرچ نہ کرے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے فرمائیں گے:

((يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي، قَالَ: يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ؟ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلَانٌ، فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي))[2]

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، وہ کہے گا اے رب میں کیسے آپ کو کھانا دیتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ کو خبر نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو کھانا نہیں دیا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو وہ کھانا میرے پاس پہنچتا۔

صرف دولت اور اسوہ رسول اکرم ﷺ

سیرت رسول ﷺ امت کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے ایک ایسا بہترین نمونہ ہے جس سے انسان ہمہ وقت راہنمائی لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہی سیرت کی بدولت صرفِ دولت کے طریقہ کار کو اِس انداز

---

1) ڈار، عبد الحمید. اسلامی معاشیات. لاہور: علمی کتب خانہ. ص:۱۱۷

2) صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل عیادۃ المریض، حدیث نمبر:۲۵۶۹، ص:۴/۱۹۹۰

میں پیش کیا ہے جو مکمل واضح اور روشن ہے، جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں بلکہ اُمت کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ نے حاجت مندوں کی ضروریات زندگی پُورا کرنے کی خوب تلقین کی ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس ایک سواری زائد ہو تو جس کے پاس ایک بھی سواری نہ ہو اس کو دیدے[1]۔

کھانا کھانے میں دوسروں کو شریک کرنے کے حوالے سے فرمایا:

((طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاَثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلاَثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ))[2]

جس کے پاس دو کا کھانا ہو، تیسرے کو بھی کھانا کھلائے اور جس کے پاس تین کا کھانا ہو وہ چوتھے کو شریک کرے۔ آپ ﷺ نے پڑوسی کو کھانا کھلانے پر تکمیل ایمان کا اشارہ دیتے ہوئے مزید فرمایا:

((مَا آمَنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبْعَانًا وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ))[3]

اس شخص نے مجھ پر ایمان نہیں لایا جو رات پیٹ بھر کر سوتا رہا اور اِس کا پڑوسی بھوکا رہا حالانکہ اس کو خبر تھی۔

اسلامی ریاست میں سربراہ مملکت کی حیثیت

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بیت المال ایک قومی ادارہ تھا۔ جس کی مالیت کا استعمال خاص مقاصد کے تحت اُن حدود میں رہتے ہوئے کیا جاتا تھا جو حقیقی مالک نے مقرر کئے ہیں۔ آپ ﷺ اپنی قائم کی ہوئی اسلامی ریاست میں بحیثیت سربراہ اللہ کے مال کے امین وخازن تھے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ))[4]

میں خود سے نہ تمھیں کچھ دیتا ہوں نہ کسی چیز کو تم سے روکتا ہوں۔ میں تو صرف ایک خازن ہوں، جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔

صَرفِ دولت میں عجلت پسندی

رسول اللہ ﷺ اپنے پاس آنے والے مال پر نہ دوپہر گذرنے دیتے تھے نہ رات یعنی مال کو تقسیم کرنے اور مستحقین تک پہنچانے میں عجلت سے کام لیتے تھے۔ جب مال صبح پہنچتا تو دوپہر تک اپنے پاس باقی نہ رہنے دیتے،

---

1) صحیح مسلم، کتاب اللقطہ، باب استحباب المؤاساۃ بفضول الماء، حدیث نمبر: ۱۷۲۸، ص: ۳/ ۱۳۵۴

2) صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، حدیث نمبر: ۵۳۸۲، ص: ۷/ ۱۷

3) المعجم الکبیر، حدیث نمبر: ۷۵۱، ص: ۱/ ۲۵۹

4) سنن ابی داوٗد، الخراج، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ، حدیث نمبر: ۲۹۵۱، ص: ۳/ ۹۶

اِسی طرح اگر مال شام کے وقت آتا تو آپ ﷺ رات سے پہلے اسے تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی کہ تین راتیں گذرنے سے پہلے پہلے اِس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی نہ رہے۔ اِلّا یہ کہ مجھ پر کچھ قرض ہو اور اُسے ادا کرنے کے لئے میں نے کچھ بچا لیا ہو[1]۔

اسراف و تبذیر کی ممانعت

دین اسلام ایک ایسا جامع مذہب ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں میں انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ اس دین کے ماننے والوں کو اِس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق زندگی گذارے۔ اِس دنیا میں انسان کو ہر طرح کے حقوق ملکیت حاصل ہے۔ جہاں چاہے اپنا کمایا ہوا مال خرچ کر سکتا ہے لیکن اِن اصولوں وضوابط کے مطابق جس کی تعلیم دین اسلام نے دی ہے۔ صَرف کے بارے میں اللہ تعالی کی مقرر کئے ہوئے حدود سے تجاوز جائز نہیں اور نہ مال فضول خرچی میں لگانا جائز ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالی کا واضح فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[2]

فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔

اللہ تعالی کی اطاعت کے بغیر مال خرچ کرنے والے شیطان کے دوست ہوا کرتے ہیں کیونکہ وہ شیطان کے نقش قدم پر چل کر اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جس طرح شیطان اللہ کی نعمتوں کا ناشکر رہا اسی طرح فضول خرچی کرنے والے بھی اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کرتے ہیں اور مال غیر ضروری اشیاء میں خرچ کرتے ہیں۔ مال میں اسراف روکنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ غریب لوگوں میں احساس محرومی پیدا نہ ہو اور اگر کوئی شخص مالدار ہے تو اپنے غریب بھائی کی مدد کرے تاکہ دولت کے انبار جمع نہ ہو[3]۔

بخل کی ممانعت

دین اسلام مال میں بخل کی اجازت نہیں دیتا کہ مال بے کار پڑا رہے۔ بخل ایک اخلاقی بیماری ہے جس سے اجتناب بے حد ضروری ہے بلکہ اِنسان کی کامیابی کا راز اِس میں مضمر ہے کہ اپنے آپ کو بخل سے بچائے رکھے۔ مؤاخاۃ مدینہ کے تحت انصار نے مہاجرین بھائیوں کے لئے بخل کی بجائے ایسی سخاوت کی جس کی تعریف میں

---

[1]) کتاب الاموال، ص:۱/ ۴۱۲

[2]) سورۃ الاسراء:۱۷/ ۲۷

[3]) واحدی، ابو الحسن علی بن احمد شافعی. تفسیر الوجیز فی تفسیر کتاب العزیز. بیروت: دار القلم، ص:۱/ ۶۳۲

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[1]

جو اپنے آپ کو نفس کے بخل سے بچائے رکھے وہ کامیاب ہوتا ہے، ناکام نہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی غزوہ حنین سے واپسی پر میں بھی اور لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کے ہمراہ جارہا تھا کہ کچھ دیہاتی عرب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لگ گئے اور آپ ﷺ سے مانگنے لگے۔ مجبوراً آپؐ کو ایک کیکر کے درخت سے لگتے ہوئے گذرنا پڑا۔ آپؐ کی چادر اس میں اُلجھ گئی۔ رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے کہ میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان کیکروں کے درختوں کے برابر بھی اُونٹ یا مویشی ہوتے تو میں وہ بھی تمھارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ اور تم دیکھ لیتے کہ میں تو نہ بخیل ہوں نہ دروغ گو[2]۔

ہدیہ کفار کا حکم

باہمی تعلقات میں ہدایا اور تحفوں کا تبادلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے جس سے تعلقات میں مضبوطی و پائیداری آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مسلمان قوم کے علاوہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی معاشرتی تعلقات قائم تھے جن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ راہ راست پر آکر ایمان لے آئے۔ تعلقات کے اِس نہج میں ہدایا وعطایا کا لینا دینا بھی عام تھا۔ مسلمانوں سے ہدیہ لینا و دینا بالاتفاق علماء امت جائز ہے۔ کفار کے بارے میں تفصیل یہ ہیں کہ ہر وہ حربی کافر جو مسلمان اور اسلامی ریاست کے خلاف برسرپیکار ہو ، اِن سے تحفے لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ اسلام سے قبل عیاض بن حمار مجاشعی کا رسول اللہ ﷺ سے میل ملاپ تھا۔ جب اِسلام کا دور آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ہدیہ پیش کیا جسے آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ ہم مشرکوں کا عطیہ قبول نہیں کرتے[3]۔

کفار معاہدین سے قبول ہدیہ

مسلمانوں کے لئے اِن اقوام سے تحائف وصول کرنا جن کے ساتھ معاہدہ ہو، لینا اور دینا دونوں درست ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا جن کفار سے معاہدہ ہوتا، اس سے ہدیئے بھی وصول فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول

---

[1]) سورۃ الحشر: ۵۹/ ۹

[2]) کتاب الاموال، ص: ۱/ ۴۱۲

[3]) سنن ترمذی، کتاب السیر، باب فی کراھیۃ ھدایا المشرکین، حدیث نمبر: ۱۵۷۷، ص: ۴/ ۱۴۰

اللہ ﷺ نے ابو سفیان کو مسلمان ہونے سے پہلے عمدہ کھجوروں کا ہدیہ بھیجا اور اس سے بطور ہدیہ (دباغت دئے ہوئے) چرم کی اپنے لئے فرمائش لکھ بھیجی۔ چنانچہ ابو سفیان نے آپ ﷺ کی مطلوبہ فرمائش پوری کرتے ہوئے ہدیہ پیش کیا اور یہ ہدیہ اس صلح کی مدت کے دوران ملا تھا جو فتح مکّہ سے قبل مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ہُوا تھا، جنگ کے دوران نہیں[1]۔

اِسی طرح اگر فریق مخالف کافر سے اسلام لانے کی امید باقی ہو تو اس سے تحائف لینا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبطیوں کے سربراہ اور اسکندریہ کے حاکم مقوقس کا ہدیہ قبول کر لیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنا گرامی نامہ بھیجا تو اس (مقوقس) نے حاطب کا احترام اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کیا۔ نیز ان کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کو جواب بھی بھیجا جس میں یہ درج تھا کہ مجھے علم تھا کہ ایک نبی باقی رہ گیا ہے۔ اور میرا گمان بھی یہی تھا کہ وہ ملک شام سے نمودار ہو گا۔ چنانچہ اُنھوں نے بارگاہ نبوت میں ایک کنیز، خچر اور دیگر اشیاء ہدیۃ بھیجیں جنہیں آپ ﷺ نے قبول فرمالیا تھا۔

حاکم مقوقس سے تحائف وصول کرنے کی وجہ یہی تھی کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اعتراف کر لیا تھا جھٹلایا نہیں اور نہ اسلام قبول کرنے سے نااُمید کیا۔ چنانچہ ان وجوہ کی بناء پر آپ ﷺ نے اس کا ہدیہ قبول کیا تھا[2]۔

صَرف کے اسلامی اصول

پہلا اصول

دین اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ہے کہ مدد و نصرت کی غرض سے مال خرچ کرنے کا سب سے زیادہ مستحق اور ضرورت مند قریبی رشتہ دار ہیں۔ مالدار پر اِس کے غریب رشتہ داروں کا نان نفقہ لازم ہے اور اس پر یہ ذمہ داری زکوۃ کے علاوہ ہے۔ قریبی رشتہ داروں کے بعد محتاج اور مسافر کی بھی ضرورت پڑنے پر امداد کی جائے گی۔ غیر ضروری اور فضول کاموں میں مال صرف کرنا ممنوع ہے بلکہ اللہ تعالی نے اِسے شیطان کے معاون شمار کیا ہے اور بے موقع اور ناجائز کاموں میں مال کے استعمال کو تبذیر کہا۔ اِس ضمن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا () إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[3]

---

[1]) کتاب الاموال، ص:۱/ ۴۲۴

[2]) ایضا، ص:۱۴۲۳

[3]) سورۃ الاسراء:۱۷/ ۲۹

اور رشتہ داروں اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور فضول خرچی سے مال نہ اُڑاؤ۔ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ کے تصرف میں اموال بنو نضیر آئے تو آپ ﷺ نے اِن اموال میں سے اپنے اہل وعیال کے لئے سال بھر کا خرچ نکال لیا[1]۔ اور اہل خیبر کے یہودیوں سے نصف بٹائی پر معاہدہ کیا تو خیبر کی پیداور میں سے اُمہات المؤمنین کو اَسّی اَسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو سالانہ مقرر کیا[2]۔

دوسرا اصول

میانہ روی اختیار کرنا (خرچ اور بچت میں اعتدال)

شریعت کے احکامات میں سے ہمیں یہ معاشی رہنمائی ملتی ہے کہ آمدنی اور خرچ میں ایک عمدہ توازن برقرار ہو۔ نہ تو بے تحاشا مال خرچ کرکے آمدنی ختم کردینی چاہیے کہ فرد ملامتی کا لبادہ اُوڑھ کر محتاج بن جائے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگے اور نہ بخل کرکے بنیادی ضروریات سے محروم رہنا چاہیے کہ نہ رشتہ داروں پر خرچ کرکے حقوق کی ادائیگی ہو اور نہ انفاق فی اسبیل اللہ اور زکوۃ جیسے فرائض کی تکمیل، چنانچہ اسراف اور بخل دونوں قابل مذموم عادتیں ہیں اور شریعت میں ان سے احتراز ضروری ہے لہذا اِن دونوں بُری عادتوں سے اپنا دامن بچانا چاہیے۔ دوسری طرف اعتدال کی راہ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ ہر شخص میانہ روی اختیار کرے۔ خرچ اور بچت میں اعتدال قائم کرے۔ اسلامی نظامِ معیشت میں میانہ روی کو بڑا عمل دخل ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا﴾[3]

اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا کرلو اور نہ بالکل کھول ہی دو کہ ملامت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

اعتدال ایک ایسی صفت ہے جو تمام اُمور میں اچھا شمار کیا جاتا ہے۔ صَرف دولت میں اعتدال اہل ایمان کی خاص صفت شمار کی گئی ہے۔ ارشاد پاک ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾[4]

---

1) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب حکم الفئی، حدیث نمبر: ۱۷۵۷، ص: ۱۳۷۶/۳

2) المغازی، ص: ۶۹۳/۲

3) سورۃ الاسراء: ۲۹/۱۷

4) سورۃ الفرقان: ۶۷/۲۵

(اہل ایمان ایسے لوگ ہے) جو خرچ کرتے وقت یہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ اِن کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان، اعتدال پر قائم رہتا ہے۔

اعتدال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ كُلًّا مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَه))[1]

دُنیا کی طلب میں اعتدال سے کام لو۔ اس لئے کہ ہر ایک کو وہ (عہدہ یا مال) ضرور ملے گا جو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

خرچ اور بچت میں اعتدال صرف افراد معاشرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ریاست کی آمدنی میں بھی مکمل اعتدال کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اِس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر ایک صوبہ مکمل وفاق کی دستور کا مکمل پاسداری کیا کرے تو اِس صوبے کے لوگوں کو معاشی مراعات دی جاسکتی ہے۔ جس سے قومی معیشت کو مضبوط اور مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عبدیغوث بن وعلہسے معاہدہ کیا تو تحریر فرمایا:

"أَنَّ لَهُ مَا أَسْلَمَ عَلَيْهِ مِنْ أَرْضِهَا وَأَشْيَائِهَا يَعْنِي نَخْلَهَا مَا أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَأَعْطَى خُمُسَ الْمَغَانِمِ فِي الْغَزْوِ وَلَا عُشْرَ وَلَا حُشْرَ"[2]

اِس کی اراضی و باغات پر مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس کا قبضہ تسلیم ہے اگر یہ لوگ قیام صلوۃ و ادائے زکوۃ اور خمس کی ادائیگی کی پابندی کرے تو پیداوار کا عُشر (دسواں حصہ) اور فوجی خدمات سے مستثنی ہونگے۔

تیسرا اصول

معاشرتی مفاسد کا سدباب

صَرف کے وہ تمام طریقے جو اخلاق اور اجتماعی مفاد پر بُرا اثر کرے، ممنوع ہے۔ جوئے میں دولت اُڑانا، شراب اور عیاشی کی دوسری صورتوں میں روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں بلکہ وہ تمام ذرائع ممنوع ہے جن سے اِنسان کی دولت کا اکثر حصہ خواہش پرستی پر خرچ ہوتا ہو۔ دین اسلام کے نزدیک خرچ کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان اپنا کمایا ہُوا مال معقول ضرورتوں پر خرچ کرے۔ جو کچھ بچ جائے وہ محتاج لوگوں کو دے تاکہ وہ اپنی ضرورتوں پر خرچ کرے۔ ایک طرف اگر اس کے مال سے حاجت مند لوگ فائدہ اُٹھائیں گے تو دوسری طرف

---

[1]) قزوینی، ابوعبد اللہ محمد بن یزید (متوفی ۲۷۳ھ). سنن. طبع سوم. بیروت: دار احیاء الکتب. کتاب التجارات، باب الاقتصاد فی طلب المعیشۃ، حدیث نمبر: ۲۱۴۲، ص: ۳/۲۷۴

[2]) طبقات ابن سعد، ص: ۱/۲۶۱

سوسائٹی میں اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا کیونکہ اجتماعی زندگی میں وہ لوگ زیادہ عزت کے قابل تصور کئے جاتے ہیں جو مال کمائے اور جائز کاموں میں خرچ کرے۔ معاشرہ میں اُن لوگوں کی عزت نہیں ہوتی جو دولت سمیٹ کر رکھے اور مال جمع کرتا رہے[1]۔

ممنوعہ صورت

صَرف کی ممنوعہ صورتوں کی پابندیاں افرادِ معاشرہ کی طرح ریاست کے لئے بھی ہے کہ ریاست کی آمدنی بھی ناجائز امور پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے رئیس یمامہ ھوذہ بن علی کی طرف دعوت نامہ بھیجا تو اُنھوں نے نامناسب جواب لکھتے ہوئے تحریر کیا:

"مَا أَحْسَنَ مَا تَدْعُو إِلَيْهِ وَأَجْمَلَهُ فَاجْعَلْ لِي بَعْضَ الْأَمْرِ أَتَّبِعْكَ وَأَجَازَ"

آپ کی دعوت بہت عمدہ ہے۔ اگر آپ ریاست کی آمدنی میں مجھے شریک کرلیں تو میں آپ کا تابع ہو سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ھوذہ کا خط پڑھ کر فرمایا:

"لَوْ سَأَلَنِي سَيَابَةً مِنَ الْأَرْضِ مَا فَعَلْتُ بَادَ وَبَادَ مَا فِي يَدَيْهِ"[2]

اگر وہ مجھ سے ایک تنکا طلب کرے تو نہ دونگا۔ عنقریب اس کی بادشاہت ختم ہونے کو ہے۔

اور اس کے چھ ماہ بعد ھوذہ کا انتقال ہو گیا۔

نومسلموں کی مالی اعانت

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ دین اسلام میں داخل ہونے والوں کو مکمل سہولیات دینے سمیت مالی اعانت بھی فراہم کرے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی اس تاکیدی حکم سے معلوم ہوتا ہے جب اہل مقناہ وخیبر کے ساتھ معاہدہ تحریر کیا تو اس میں درج تھا:

"وَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم لِأَهْلِ مَقْنَا أَنَّهُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللَّهِ وَأَمَانِ مُحَمَّدٍ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ رُبُعَ غُزُولِهِمْ وَرُبُعَ ثِمَارِهِمْ"[3]

اہل مقناہ، اللہ تعالی کی امان میں ہیں وہ اپنے جانوروں کی اون اور پھل کی پیداوار کا چوتھا حصہ ادا کرنے کے پابند ہونگے۔

---

1) مودودی، ابوالاعلی (سید). معاشیات اسلام. لاہور: اسلامک پبلیکیشنز. ص:۵۹

2) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۵۸

3) ایضاً، ص:۱/ ۲۹۰

معاہدوں سے حاصل شدہ اموال سے اسلحہ خریدنا

کسی بھی نامساعد حالات میں اسلامی ریاست کے استحکام، حفاظت اور دفاعی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے سامان جنگ خریدنا مستحسن ہوتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اموال بنو نضیر سے اہل بیت کے لئے حصہ الگ کیا تو جو مال باقی بچا اِس کو جہاد کی سواریوں اور ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کیا[1]۔ اِسی طرح حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے غزوہ قریظہ کے قیدیوں کے ہمراہ نجد بھیجا، اُنہوں نے کھجور اور ہتھیار خرید لئے اور مدینہ لے کر آئے[2]۔

باہمی مصالحت کے لئے مال کا استعمال

ریاست کے استحکام اور بیرونی جارحیت کے خطرے سے نمٹنے کے لئے دشمن سے مال و دولت کے بدلے مصالحت کرنا جائز ہے۔ اگر چہ یہ مال و دولت ریاست کے آمدنی سے ہو۔ کیونکہ غزوہ خندق کے دوران رسول اللہ ﷺ نے حملہ آوروں میں سے قبیلہ غطفان کے سربراہ عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف سے اپنے ایک دوست کے ذریعے مصالحت کی گفتگو کی، جس میں طے پایا کہ اگر یہ لوگ اپنے قبیلہ غطفان کو حملہ آوروں سے الگ کر کے واپس لے جائیں تو رسول اللہ ﷺ انھیں مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک تہائی سالانہ خراج کے طور پر ادا کیا کریں گے۔ یہ مسودہ لکھا گیا اور دستخط کرنے سے پہلے انصار مدینہ کے سربراہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رضامندی ضروری سمجھی گئی۔ انھیں طلب فرما کر رسول اللہ ﷺ نے یہ تجویز بیان فرمائی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ كنا وهؤلاء عَلَى الشِّرْكِ باللّٰه وَعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ لَا نَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا نَعْرِفُهُ وَهُمْ لَا يَطْمَعُونَ أَنْ يأكلوا منها ثمرة وَاحِدَةً إِلَّا قِرًى أَوْ بَيْعًا"

جب ہم اور غطفان دونوں فریق اللہ کے ساتھ شرک کرتے اور بتوں کے آگے سر رکھتے تب تو ان لوگوں کو ہماری پیداوار سے یہ توقع نہ تھی۔ اگر کبھی وہ ہمارے خرما کھاتے تو مہمان کی حیثیت سے کھاتے یا خرید کر۔

"أَفَحِينَ أَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ وَهَدَانَا لَهُ وَأَعَزَّنَا بِكَ وَبِهِ نُعْطِيهِمْ أَمْوَالَنَا؟"

لیکن آج جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام اور آپ کی ذات میں دو گونہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں، کیا ہم انھیں خراج میں اپنی پیداوار پیش کرتے رہیں؟

---

[1]) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب حکم الفئی، حدیث نمبر: ۱۷۵۷، ص: ۳/ ۱۳۷۶

[2]) عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن حجر (امام). الاصابہ فی تمییز الصحابہ. بیروت: دار الکتب العلمیہ. ص: ۳/ ۶۱

"مَا لَنَا بِهَذَا مِنْ حَاجَةٍ، وَاللّٰهِ لَا نُعْطِيهِمْ إِلَّا السَّيْفَ، حَتَّى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ"۔

یارسول اللہ! اللہ کی قسم؛ ان لوگوں کے لئے خراج میں ہماری طرف سے صرف تلوار ہے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"أَنْتَ وَذَاكَ. فَتَنَاوَلَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الصَّحِيفَةَ فَمَحَا مَا فِيهَا مِنَ الْكِتَابِ"[1]

یہ آپ کی ملکیت ہے اور آپ مختار ہیں، تب حضرت سعد نے مسودے سے یہ حروف مٹا دیے۔

چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی درخواست پر اس مصالحت پر عمل درآمد روک دیا گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہُوا کہ مال و دولت کو اسلامی نہج واصولوں کے مطابق استعمال کرنے سے انسان کے حُسن حیات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اچھی اور بہتر معاشی زندگی بسر کی جا سکتی ہے۔ قومی معیشت کو استحکام حاصل ہو جاتا ہے اور بخل و اسراف سے نجات حاصل کر کے بچتوں میں روز بروز اضافہ ہو جاتا ہے۔ ناجائز ذرائع آمدنی کا خاتمہ ہو کر جائز کاروبار کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں اور معاشرتی مفاسد کا خاتمہ ہو کر سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

---

[1]) البدایہ والنھائیہ، ص: ۴/ ۱۰۵

فصل چہارم

معاشی اصلاحات

فصل چہارم معاشی اصلاحات

معاشی اصلاحات کا مفہوم

مسلمان کیلئے تمام اُمور میں دینی تعلیمات کی پابندی لازمی اور معاشی زندگی بھی اسلامی نہج واصول کے مطابق گذارنی ضروری ہے۔ دراصل اسلامی نظام معیشت کی بنیاد قرآن وسنت اور فقہی اصولوں پر رکھی گئی ہے جس میں انفرادی اور شخصی منافع کے ساتھ ساتھ اجتماعی مفاد پر بھی زور دیاجاتا ہے اس لئے کاروباری آزادی کے ساتھ انفرادی ملکیت کا بھی حق دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاہدوں کے ذریعے سے ہی زراعت وتجارت سمیت معاشی اصلاحات کے اقدامات پر عملدرآمد یقینی بنایا بلکہ تمام معاشی مشکلات کا واحد حل ایک ہی نظام کے تحت پیش کیا جس سے مالداروں کے مال ودولت پر ملکیت برقرار رکھا اور ساتھ ساتھ اس میں ناداراور غریبوں کا حق بھی مقرر کیا۔ بہتر اقتصادی اصلاحات کے پیش نظر اسلامی ریاست کی تشکیل نو ممکن ہوئی جس نے ریاست کے استحکام میں بنیادی کردار ادا کیا۔

قافلوں کی آمدورفت روکنا(ابو بصیرؓ کا واقعہ)

اقوام کے مابین ایک دوسرے کو زیر کرنے کیلئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر معاشی طور پر کسی دشمن کو کمزور کیا جائے تو وہ خود بخود اپنی سازشوں میں ناکام ہو کر سرنڈر کر جاتا ہے۔ سن ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جنگ بندی سمیت کئی شرائط پر معاہدہ طے پایا۔ جِس کی ایک قرارداد یہ تھی کہ جو لوگ مکّہ سے نکل مدینہ آئے تو مسلمانوں پر اِس کی واپسی لازم ہے۔ اِس قراداد کے بعد حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ ان کے جیل خانے سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ اِن کے ساتھ دو اور ساتھی حضرت ازہر بن عبد عوف بن عبد الحرف اور حضرت اخنس بن شریق بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی آئے۔

اہل مکّہ نے اپنے دو سپاہی ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی واپسی کے لئے مدینہ بھیجے۔ اِن میں سے ایک غلام تھا۔ اور دوسرا قبیلہ بنی عامر بن لوئی میں سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

کہ ہمارے اور اہل مکّہ کے معاہدے کے مطابق آپ ان لوگوں کے ہمراہ مکّہ چلے جایئے۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے واپس اُن لوگوں کے ساتھ چل پڑے ۔ مکّہ کے راستے مقام ذوالحلیفہ پہنچ کررُک گئے تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے عامری سے کہا، اپنا تلوار دکھانا۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے تلوار لیتے ہی اُس پر وار

کر کے قتل کیا۔ بدحواسی کے عالم میں غلام بار گاہ نبوت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ کے دوست نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ واپس مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اہل مکّہ مجھے میرے دین پر قائم نہ رہنے دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلُ أُمِّهِ مِسعر حَرْبٍ لَوْ كَانَ مَعَه رجال!))

اس کی ماں کی بربادی ہو اگر اسے کچھ ساتھی مل جائیں تو جنگ کی آگ بھڑکا دے گا۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ صورتحال دیکھ کر واپس ہوئے اور مقام عیص جا کر مقیم ہوئے۔

((وَكَانُوا قَدْ ضَيَّقُوا عَلَى قُرَيْشٍ، لَا يَظْفَرُونَ بِأَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَتَلُوهُ، وَلَا تَمُرُّ بِهِمْ عِيرٌ إِلَّا اقْتَطَعُوهَا، حَتَّى كَتَبَتْ قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُ بِأَرْحَامِهَا إِلَّا آوَاهُمْ، فَلَا حَاجَةَ لَهُمْ بِهِمْ. فَآوَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدِمُوا عَلَيْهِ الْمَدِينَةَ))[1]

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ ان کی تاک میں رہتے۔ جونہی قافلے گذرتے، حملہ کر کے مال واسباب چھین لیتے اور کافروں کو قتل کیا کرتے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی اِس اقدام سے قافلوں کی آمدورفت روک دی گئی۔ معاشی بحران کے شکار اہل مکّہ نے کافی نقصان اُٹھایا۔ چونکہ مکّہ کا معاشی دارومدار قافلوں کی آمدورفت سے تھا۔ اس لئے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے اقدامات سے تنگ آکر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے رحم کی اپیل کی اور خود معاہدہ کے شق نمبر چار سے دستبردار ہوئے۔ چنانچہ اِس کیمپ کے مسلمان مدینہ آکر آباد ہوئے۔

اِس تمام کاروائی کے سربراہ خود حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ تھے، رسول اللہ ﷺ کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔

زرعی اصلاحات

ملک کی اقتصادی ترقی کے بنیادی عوامل میں زرعی اصلاحات بھی ہے۔ جس کے بغیر اقتصادی شعبوں میں پیش رفت ممکن نہیں ہوتی کیونکہ صنعت و حرفت میں اُس وقت ترقی ہو سکتی ہے جب زراعت ترقی کرے گی۔ زرعی اصلاحات سے اگر ایک طرف ہزاروں ایکڑ زمین قابل کاشت ہو کر جاگیر دارانہ نظام ختم ہو سکتا ہے تو دوسری طرف کسانوں کو محدود منافع کی بجائے انسانی حق کے طور پر اس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ مل جاتا ہے۔ بہتر زراعت سے خوراک کا نظام پاک اور عظیم تر ہو جاتا ہے جس سے اشیائے خوردونوش کی قیمتیں طویل مدت تک برقرار رہتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة، حدیث نمبر: ۲۷۳۱، ۲، ص: ۳/ ۱۹۳

زرعی اصلاحات کا اصول متعین کرنا اور اس کے لئے آئین و دستور بنانا وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے البتہ اس پر عملدرآمد کرنا صوبوں کا کام ہوتا ہے۔

زراعت کے شعبے کی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں کے ذریعے سے زرعی اصلاحات پر عملدرآمد یقینی بنایا تھا۔اِس وجہ سے اکثر معاہدوں کے دفعات میں زراعت کا بھی ذکر ہے۔آپ ﷺ نے قومی مسائل کے حل اور زراعت میں پیداواری صلاحیت بڑھانے پر توجہ دینے کیلئے کئی قبائل واقوام کے ساتھ معاشی معاہدے کئے جو حسب ذیل ہیں:

معاہدہ قبیلہ عبدالقیس

قبیلہ عبدالقیس ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جو مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نے اس سے معاہدہ طے کیا تو اسلامی ریاست کی طرف سے اِن کے قریب رہنے والوں پر تین اُمور کی پابندی لازمی قرار دی کہ قبیلہ عبدالقیس کے لئے پھل پکنے پر اجناس کی فراہمی یقینی بنائی جائے، چنانچہ تحریر فرمایا:

"ولَهُمْ أَنْ لَا يُحْبَسُوا عَنْ طَرِيقِ الْمِيرَةِ، وَلَا يُمْنَعُوا صَوْبَ الْقَطْرِ،وَلَا يُحْرَمُوا حَرِيمَ الثِّمَارِ عِنْدَ بُلُوغِهِ"[1]

ان کے فراہمی اجناس میں مانع نہ ہو۔اِن کے لئے بارانی پانی میں رکاوٹ پیدا نہ کی جائے۔ پھلوں کے پکنے پر ان کے لئے برآمدگی میں سہولت پیدا کی جائے۔

زراعت میں بہتر نتائج حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے زرعی زمینوں کے مالکانہ حقوق کا نظام وضع کیا اور جاگیر کے طور پر زمین کئی صحابہ کرام میں تقسیم فرمائی چنانچہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما سمیت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی زمین دی گئی تھی۔

اہل خیبر سے معاہدہ

زرعی اصلاحات کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے بعد اہل خیبر سے زراعت پر معاہدہ کیا جس سے مقصود خیبر کی سرزمین سے پیداوار کا حصول جاری رکھنا تھا جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ))[2]

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کے یہودیوں سے

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۸۳

[2]) سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب معاملة النخیل والکرم، حدیث نمبر:۲۴۶۷، ص:۳/ ۵۲۵

آدھی پیداوار پر معاہدہ کیا۔

تجارتی اصلاحات

اسباب معاش میں سے قابل ذکر ذریعہ معاش تجارت ہے۔ تجارتی اصلاحات سے ملکی تجارت مقامی و عالمی سطح پر دُگنی ہو جاتی ہے۔ اگر ریاست تمام تر مشینری اور وسائل بروئے کار لائے تو ملکی مصنوعات کی بین الاقوامی رسد وطلب بڑھ جاتی ہے۔ جس سے ملکی تجارت میں اضافے سے معاشی استحکام آجاتا ہے اور ملک علاقائی تجارت کا مرکز بن جاتا ہے۔ مزید بر آں کہ اصلاحات کے تحت تاجروں کو ایسی رعایتیں اور سہولیات مہیا کی جاتی ہے جس سے ایکسپوٹر فی الفور فوائد حاصل کر سکیں۔ متعدد اصلاحات پر عملدرآمد کرنے سے ملکی مصنوعات کی پیداوار اور برآمدگی سے زیادہ اور قیمتی زرِ مبادلہ کمایا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تجارت کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

((التَّاجِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسْلِمُ، مَعَ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))(1)

مسلمان، سچا، امانت دار تاجر روزِ قیامت شہداء کے ساتھ ہو گا۔

تجارت میں تقویٰ اختیار کرنے کے بارے میں حضرت قیس بن ابی زرعہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے فرمایا:

((كُنَّا نُسَمَّى فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمَاسِرَةَ، فَمَرَّ بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُفَقَالَ:يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ، إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ الْحَلِفُ وَاللَّغْوُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ))(2)

حضرت قیس بن غرزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں دلال کہا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو ہمیں ایک خاص نام سے پکارا جو اس سے بہت اچھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے سوداگروں کی جماعت! خرید و فروخت میں قسم اٹھالی جاتی ہے۔ لغویات زبان سے نکل جاتی ہے اس لئے اس میں صدقہ خیرات ملا دیا کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے باہمی معاہدوں میں آزاد تجارتی معاہدے بھی کئے جن کے انعقاد سے ملکی و بین الاقوامی تجارت انتہائی سہل بن گئی۔ مسلمانوں کو اپنا مال عالمی منڈیوں میں بیچنے کا موقع ملا۔ اسلامی ریاست کی بین

---

(1) سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، حدیث نمبر: ۲۱۳۹، ص: ۲/ ۲۴۷

(2) ایضا، کتاب التجارات، باب التوقی فی التجارۃ، حدیث نمبر: ۲۱۴۵، ص: ۳/ ۲۷۶

الاقوامی تجارت میں ترقی آئی۔اِن تمام کوششوں سے معاشی اصلاحات کے مفید اور سود مند مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے:

محفوظ راستوں کی ضمانت دینا

ملکی استحکام اور معاشی منصوبہ بندی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ریاست کے تمام تجارتی راستے محفوظ ہو۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ بہتر معاشی نتائج حاصل کرنے کے لئے محفوظ معاشی راستوں کو مہیا کرے۔ جس سے دوطرفہ تجارت میں اضافہ اور قافلوں کی آمدورفت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ دوست ممالک کے ساتھ ملکر تجارت اور سفری مقاصد کیلئے زمینی راستوں کو پُر امن بنائے تاکہ قیام امن کے ساتھ ساتھ تجارت کے ایک نئے دور کا آغاز کیا جاسکے۔ غیر محفوظ راستوں کی وجہ سے تجارتی سرگرمیوں کو دھچکا پہنچتا ہے جس سے ملکی تجارت پر منفی اثرات پڑ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کی تجارت کے پیش نظر کئی قبائل کے ساتھ اس بات پر معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کی آزادانہ نقل وحمل کیلئے زمینی راستوں کی سکیورٹی مہیا کریں گے۔اس لئے آپ ﷺ نے بنی قنان بن یزید حارثیین سے معاہدہ کیا:

"أَنَّ لَهُمْ مِذْوَدًا وَسَوَاقِيَهُ مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَفَارَقُوا الْمُشْرِكِينَ وَأَمَّنُوا السَّبِيلَ"(1)

انہیں مذواد اور زمین کو سیر اب کرنے کے راستے، مشرکین سے ترک موالات اور گزر گاہوں پر نگرانی جیسی ذمہ داریوں پر دی جاتی ہے۔

محفوظ راستوں کی اہمیت

محفوظ راستوں کی اہمیت دوطرفہ تجارت میں واضح ہے۔اگر ریاست کے مفاد میں ہو تو محفوظ راستوں کی ضمانت دینے والی اقوام اور قبائل کو مراعات بھی دی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جائیداد اور پانی کے ذخیروں پر مالکان کا قبضہ برقرار رکھا۔ جیسا کہ بنی معن سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"أَنَّ لَهُمْ مَا أَسْلَمُوا عَلَيْهِ مِنْ بِلادِهِمْ وَمِيَاهِهِمْ مَا أَقَامُوا الصَّلاةَ. وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَّنُوا السَّبِيلَ"(2)

ان کی وہ بستیاں اور کنویں کہ اسلام لانے کے وقت ان کی ملک تھے، ان لوگوں کی ہیں جب تک یہ اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوۃ اور محفوظ راستوں کی ضمانت دے۔

---

1) طبقات ابن سعد، ص: ۲/ ۲۳۲

2) ایضاً، ص: ۲/ ۲۳۲

نجکاری کی ممانعت

موجودہ دور میں ملکی معیشت کی بحالی کے لئے اداروں اور جائیداد کی محدود نجکاری کی جاتی ہے۔ نجکاری اِس عمل کو کہتے ہیں جن کے تحت حکومت کے زیر انتظام اداروں اور جائیداد کو نجی ملکیت میں دی جاتی ہے جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ادارے کی کارکردگی اور خدمات میں بہتری آئے اور جائیداد یا معدنیات کی کانیں مزید منافع بخش بن جائے۔ نجکاری کے مقاصد درج ذیل بیان کئے جاتے ہیں:

1. نجکاری کے مجوزہ اداروں کی عملی استعداد اور مجموعی کارکردگی بہترین بنانا
2. حکومت پر سرکاری اداروں کے مالیاتی بوجھ کو کم کرنا اور دیگر ضروریات پر مذکورہ وسائل لگانا
3. نجکاری سے ایک آزاد معاشی ماحول تشکیل دیا جاتا ہے تاکہ ملکی و بین الاقوامی سرمایہ کاری کو تیز اور عام کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے باہمی معاہدوں سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ سرکاری اثاثہ اور عوامی منافع بخش ذرائع کی نجکاری نہیں ہوسکتی اور نہ نمک ومعدنیات کی کانیں ایک آدمی کی ملکیت میں آسکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ابیض بن حمل رضی اللہ عنہ [1] کو نمک کی کانیں تحفے میں دے کر واپس لے لی چنانچہ وہ اِس واقعہ کو خود بیان کرکے فرماتے ہیں:

((عَنْ أَبِيهِ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ: أَنَّهُ اسْتَقْطَعَ الْمِلْحَ الَّذِي يُقَالُ لَهُ: مِلْحُ شذا، بِمَأْرِبٍ فَأَقْطَعَهُ لَهُ، ثُمَّ إِنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ التَّمِيمِيَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي قَدْ وَرَدْتُ الْمِلْحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا مَاءٌ، وَمَنْ وَرَدَهُ أَخَذَهُ، وَهُوَ مِثْلُ الْمَاءِ الْعِدِّ))

حضرت ابیض بن حمال سے روایت ہے کہ اُنہوں نے اس نمک کی جاگیر چاہی جس کو سد مآرب کا نمک کہا جاتا ہے (سد مآرب جگہ کا نام ہے) آپ ﷺ نے انہیں وہ جاگیر دے دی۔ پھر حضرت اقرع بن حابس تمیمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں زمانہ جاہلیت میں نمک کی ایک کان پر گیا تھا اور وہ ایسی جگہ ہے جہاں کچھ پانی نہیں ہے جو جائے نمک لے لیں۔ وہ جاری پانی کی طرح ختم نہیں ہوتا۔

((فَاسْتَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَبْيَضَ بْنَ حَمَّالٍ فِي قَطِيعَتِهِ فِي الْمِلْحِ. فَقَالَ: قَدْ أَقَلْتُكَ مِنْهُ عَلَى أَنْ تَجْعَلَهُ مِنِّي صَدَقَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "هُوَ مِنْكَ صَدَقَةٌ، وَهُوَ مِثْلُ الْمَاءِ

---

[1]) ابیض بن حمال بن مدثر بن ذی لحیان جو مشہور ہے ابیض المارنی کے نام سے، یہ ارض یمن سے مآرب کی طرف ہجرت کرکے آئے تھے۔ (اسد الغابہ، ص:۱/۲۸)

الْعِدِّ، مَنْ وَرَدَهُ أَخَذَهُ". قَالَ فَرَجٌ: وَهُوَ الْيَوْمَ عَلَى ذَلِكَ، مَنْ وَرَدَهُ أَخَذَهُ))[1]

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ کو جو جاگیر دی تھی اسے فسخ کرنا چاہا، تو حضرت ابیض نے کہا:

میں اِس شرط پر فسخ کرتاہُوں کہ آپ اس کو میری طرف سے صدقہ کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

وہ تمھاری طرف سے صدقہ ہے اور وہ جاری پانی طرح ہے جو وہاں جائے بلا قیمت نمک لے لیا کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ابیض بن حمل مربی کو تحفے میں دیے ہوئے نمک کی کان اس لئے واپس لے لی کہ وہ کان مسلمانوں کی مشترکہ املاک تھی۔

نجکاری کی محدود اجازت

اسلام میں محدود نجکاری کی اجازت ہے بشرطیکہ شفاف طریقے سے ہو۔ادارے کے استحکام اور کانوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے کئی افراد کے ساتھ منافع بخش زمینوں اور کانوں کو نجی ملکیت میں دیئے جانے کے معاہدے کئے تاکہ اِس کی پیداوار میں مزید اضافہ ہو اور اس کی اچھی طریقے سے دیکھ بھال کی جاسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث مزنی[2] سے معاہدہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلى الله عَلَيه وَسَلم: قَطَعَ لِبِلاَلِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِوَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرُعِ))[3]

ان کو قبلیہ کی کانیں جاگیر میں عطا فرمائیں جو فرع نام پہاڑ کے دامن میں تھیں۔

علاقائی خودمختاری

بہتر معاشی پالیسیوں کے عناصر میں ایک یہ ہے کہ ریاست تجارت اور سرمایہ کاری کے فروغ کیلئے علاقائی خودمختاری یقینی بنائے۔ریاست کی اس ترقیاتی حکمت عملی سے خوشحالی کے نئے مواقع پیدا ہونگے جس سے علاقائی ترقی سمیت ملکی معاشی مفادات کا تحفظ اور اس میں ہر طرح کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔اِس اہم مقصد کے لئے رسول

---

1) سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب باب اقطاع الانھار والعیون، حدیث نمبر: ۲۴۷۵، ص: ۲/ ۸۲۷

2) بلال بن حارث بن سعید بن قرہ مزنی، ہجرت کے پانچویں سال وفد مزینہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔فتح مکہ کے دن مزینہ کی طرف سے جنگ کا جھنڈا اٹھانے والا بلال بن حارث تھے۔ ۸۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔(الاستیعاب، ص:۱۹/ ۲۳۶)

3) مؤطا امام مالک، حدیث نمبر: ۶۵۱، ص: ۱/ ۲۵۴

اللہ ﷺ نے کئی اہم اقدامات کئے اور فی الفور اس پر عمل درآمد کرنے کا حکم بھی فرمایا جیسا کہ کئی افراد کو عطیہ جاگیر کے پروانے دیئے تاکہ وہ اپنے علاقے کی صنعتی وزرعی پیداوار میں اضافے کا سبب بنے۔ رسول اللہ ﷺ نے معدی کرب بن ابرھہ سے یہ معاہدہ کیا کہ خولان کی اراضی پر اس کا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے[1]۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صرف دولت اگر منہج نبوت کے مطابق ہو تو اس سے غربت وافلاس کو ختم کیا جاسکتا ہے اور یہی عیاشیوں سے اجتناب کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

مسلمانوں پر معاہدوں کے معاشی اثرات

مواخات مدینہ کے بعد کئی حضرات صحابہ کرام کی معاشی حالت مستحکم ہوئی۔ دینی مشاغل کے ساتھ ساتھ وہ دنیاوی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے میں مصروف عمل رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں اور میرا ایک انصاری بھائی دونوں اطراف مدینہ کے ایک گاؤں بنی امیہ بن زید میں رہتے تھے جو مدینہ کے بلند گاوں میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا ایک دن میں۔ جس دن میں آتا اس کو تمام باتوں کی خبر دیتا اور جب وہ آتا تھا تو وہ بھی اس طرح کرتا[2]۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے انصاری بھائی سے دولت لینے کی بجائے قینقاع بازار کی طرف جانے کی راہنمائی کا مطالبہ کیا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل صفہ میں تھے۔ رمضان کا مہینہ آیا۔ ہم نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ جب ہم افطار کر لیتے تو جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی ہوئی تھی وہ لوگ آتے اور ہم میں سے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے جاتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا[3]۔

میثاق مدینہ کی بدولت مسلمانوں کا یہودیوں کے ساتھ آزادانہ تجارتی تعلقات بڑھے۔ رسول اللہ ﷺ خود قینقاع بازار کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔ یہودی بنو قینقاع کی جلاوطنی کا سبب بننے والا واقعہ بھی قینقاع بازار میں پیش آیا تھا جب ایک یہودی سنار نے مسلمان عورت سے بدتمیزی کی[4]۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کو سخت فاقہ کی نوبت آگئی جس کی حضرت علی رضی اللہ کو کس طرح خبر ہو گئی۔ وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ وہ ایک یہودی کے باغ میں گئے اور پانی کے سترہ ڈول نکالے۔ ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور طے ہوئی چنانچہ کام کے عوض

---

[1] مؤطا امام مالک، ص:۱/ ۲۷۲

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر:۸۹، ص:۱/ ۲۹

[3] سنن الکبری للبیہقی، ص:۶/ ۱۲۰

[4] سیرت ابن ہشام، ص:۲/ ۴۷

۷ا کھجوریں ملی جسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی[1]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلایا تاکہ ان کو بحرین کی زمین دے دیں تو انصار نے کہا کہ ہم بحرین کی زمین تب تب لیں گے جب اتنی ہی زمین ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ان کے بغیر نہیں لینا چاہتے ہو تو پھر ہمیشہ صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم قیامت کے دن حوض کوثر پر مجھ سے آملو کیونکہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی[2]۔جب دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حلوے کا ایک گھڑا ہدیہ میں بھیجا تو اگرچہ آپ ﷺ اور گھر والوں کو اس کی زیادہ ضرورت تھی، لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے اس کی تقسیم کا حکم فرمایا[3]۔

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت علاء بن حضرمی نے بحرین سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اسی ہزار درہم و دینار بھیجے۔ آپ کے پاس اس سے زیادہ مال نہ اس سے پہلے کبھی آیا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو وہ اسی ہزار چٹائی پر پھیلا دیئے گئے۔اس کے بعد آپ ﷺ اس مال کے پاس جھک کر کھڑے ہو گئے۔لوگ آنے لگے اور حضور ﷺ ان کو دینے لگے۔اسی دن نہ آپ ﷺ گن کر دے رہے تھے اور نہ تول کر بلکہ مٹھیاں بھر کر دے رہے تھے[4]۔

جب فدک کے رئیس نے ہدیہ کے طور پر چار اونٹنیوں پر لدا ہوا کپڑا اور غلہ بھیجا تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کہ اس سے اپنا قرضہ ادا کرو، چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ کپڑا اور غلہ خریداروں کے سامنے پیش کرتا اور اسے بیچ کر قرضہ ادا کرتا رہا یہاں تک حضور ﷺ پر روئے زمین میں کچھ بھی باقی نہ رہا[5]۔

رسول اللہ ﷺ کے معاہدوں کے معاشی اثرات بعد از وفات بھی بر قرار رہے، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ کے پاس قَبلیہ وادیوں کی کانوں سے اور قبیلہ جہینہ کی کانوں سے بہت مال آیا کرتا تھا۔یہ سب کچھ بیت المال میں رکھا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سونے چاندی کے ٹکڑے کروا کر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ہر سو آدمیوں کو

---

[1]) ابن عساکر، ص:۳/۳۲۱

[2]) صحیح بخاری، ص:۱/۵۳۵

[3]) تاریخ طبری، ص:۴/۴۷

[4]) مستدرک الحاکم، ص:۳/۳۲۱

[5]) سنن الکبری للبیہقی، ص:۶/۵۵

ایک مقدار دیا جاتا جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیتے[1]۔جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوگیا تو بحرین سے مال آیا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کا حضور ﷺ کے ذمے قرضہ ہو یا حضور ﷺ نے اسے کچھ دینے کا وعدہ فرمار کھا ہو وہ کھڑا ہو کر لے لے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہا حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا اگر بحرین سے مال آئے گا تو میں تمھیں تین مرتبہ اتنا دونگا اور دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر اشارہ فرمایا تھا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اٹھو اور خود اپنے ہاتھ سے لے لو۔جب انھوں نے لپ بھر کر لیا تو پانچ سو درہم تھے۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں مزید ایک ہزار گن کر دے دو۔اس کے بعد لوگوں میں دس دس درہم تقسیم فرمائے[2]۔

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۳/ ۱۳۱

[2]) سنن الکبری للبیہقی، ص:۳/ ۱۲۷

باب سوم   معاہدات نبوی اور اعلی تجارتی اقدار

فصل اول   حلال و حرام

فصل دوم   مساوات

فصل سوم   تعاون

فصل چہارم   اخوت

فصل اول

حلال و حرام

فصل اول حلال و حرام

حلال و حرام کا مفہوم

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ایک پاکیزہ دین بھی ہے جو انسانی زندگی کی ہر شعبے سمیت تمام معاملات میں اہم راہنمائی دیتا ہے۔ کھانے پینے کے معاملات ہو یا مالی، انفرادی ہو یا اجتماعی، اسلام نے واضح احکامات حلال اور حرام کی صورت میں دیئے ہیں جن کی بجاآوری مسلمان کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔ تمام معاملات حلال و حرام میں ہی منحصر ہے۔ حرام سے مراد ہر وہ عمل یا چیز ہے جس کے نہ کرنے کی تاکید اور اس سے اجتناب ضروری ہو۔ اگر مسلمان بنیت حکم الٰہی اُس عمل کو چھوڑے تو ثواب کا حقدار ہو گا۔ حلال سے مراد وہ امور ہے جس پر عمل کرنا جائز اور اس کے ترک پر کوئی گرفت نہیں۔ اگر نیت میں رضائے الٰہی مطلوب ہو تو ثواب بھی ملتا ہے۔

اہمیت

دین اسلام کی تعلیمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملات کی اصل و بنیاد حلال اور حرام ہیں۔ یہ ایسے دو اصول ہیں جن کی رُو سے تمام شعبہ ہائے زندگی کے اُمور عموماً اور معاشی زندگی کے خصوصاً دائرہ اختیار سے باہر نہیں ہے۔ مقتدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے اِس کائنات کا کل اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس لئے حلال و حرام کا حق بھی اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ حلال قرار دے وہ حلال اور جن کو حرام ٹھہرائے وہ حرام ہی ہوں گے۔ اس کے علاوہ کسی کے اختیار میں نہیں کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے۔

قرآن کریم کے قوانین میں سے ایک ہے کہ کھانے کی وہ چیزیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بزبان پیغمبر ﷺ حلال کیا ہے ان کا کھانا جائز ہے۔ اور جن چیزوں سے منع کیا ہے جیسے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت، اِس سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس کے کھانے والے اُس شیطان کی راہ چلتے ہیں جو گمراہ ہے۔ حلال و حرام کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ مسلمان جب جائز امور اپناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور حرام کے ارتکاب سے شیطان کی تابعداری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾[1]

---

[1]) سورة البقرة: ۲/۱٦۸

اے لوگوں جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اس میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾[1]

اے پیغمبروں پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو یقیناً میں تمہارے اعمال سے خوف واقف ہوں۔

سنت رسول ﷺ میں حلال وحرام کی تاکید

سنت رسول ﷺ کی تعلیم ہے کہ مسلمان کسی بھی ایسے عمل کا حصہ نہیں بن سکتا جو دین کے تقاضوں کے خلاف ہو بلکہ ہر وقت یہی کوشش کرے گا کہ تمام معاملات سمیت معاہدوں کو بھی شریعت وسنت کے مطابق کرے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا)[2]

مسلمانوں کی ہر صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام کر دے اور حرام کو حلال کر دے۔

پیداواری ذرائع میں حلال وحرام

قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اُن لوگوں کی شدید مذمت کی ہیں جو احکامات میں تحلیل وتحریم کیا کرتے ہیں اور تاکید کی ہے کہ مسلمان اپنے تمام معاملات سمیت معاشی زندگی میں بھی حلال اور حرام کا خوب خیال رکھا کرے بلکہ انسان کی کامیابی کا راز اس میں مضمر ہے کہ اپنی زندگی میں حلال اور حرام کی تمیز بحال رکھے۔

اکتساب مال

اسلام نے اکتساب مال میں حلال وحرام کے ذرائع واضح بیان کئے ہیں۔ اور اس بات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ حصول رزق کیلئے صرف حلال ذرائع ہی اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، فَإِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، خُذُوا مَا حَلَّ، وَدَعُوا مَا حَرُمَ))[3]

---

[1] سورۃ المؤمنون: ۲۳/ ۵۱

[2] سنن الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماذکر فی الصلح بین الناس، حدیث نمبر: ۱۳۵۲، ص: ۳/ ۶۳۴

[3] سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب الاقتصاد فی المعیشۃ، حدیث نمبر: ۲۱۴۴، ص: ۲/ ۷۲۵

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور (دنیا کی) تلاش میں اعتدال سے کام لو اس لئے کہ کوئی جی ہر گز نہ مرے گا یہاں تک کہ اپنی روزی لے اگرچہ وہ روزی اس کے کچھ وقت بعد ملے۔ اس لئے اللہ سے ڈرو اور طلب دنیا میں اعتدال سے کام لو حلال حاصل کرو اور حرام چھوڑ دو۔

حرام ذرائع

رسول اللہ ﷺ نے اپنی باہمی معاہدوں میں بھی کسب حلال کی تاکید کی ہے اور حرام طریقوں سے مال کمانا ممنوع قرار دیا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو اراضی خیبر اس شرط پر دی کہ پیداوار کا آدھا ادا کریں اور جب تک چاہیں گے انھیں یہاں رکھیں گے۔ سال کے سال حضرت عبد اللہ ابن رواحہ آتے اور اندازہ کر کے انھیں آدھے مال کا ذمہ دار ٹھہرا جاتے تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اہل خیبر نے ناپ و تول میں کمی کرنے کے لئے رشوت دینے کی لالچ دی لیکن حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ پیشکش ٹھکرا دیا کیونکہ یہ مال کمانے کی ایک ممنوعہ صورت تھی۔ تو ان یہود کو اندازہ ہوا کہ عبد اللہ ماننے والے نہیں ہے تو اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اِن کی شکایت کی کہ عبد اللہ ابن رواحہ زیادہ اندازہ لگاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بولے، تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمھارے پاس اس ہستی کی طرف سے آتا ہوں جو دُنیا میں مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے اور تم سے مجھے سخت نفرت ہے کیونکہ تمھارا بندروں اور سوروں میں شمار ہے لیکن ان سے محبت اور تم سے نفرت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کرتی کہ تم پر ظلم کروں۔ یہودی لوگ اس انصاف کو دیکھ حیرانی سے بولے کہ اِس عدل وانصاف کی وجہ سے آسمان و دنیا قائم ہیں[1]۔

سود کی حرمت

اسلام نے ہر فرد کیلئے شخصی ملکیت کا حق دیا ہے مگر وسائل معیشت پر ایسی حدود مقرر کی ہیں کہ جن سے مفاسد کا خاتمہ ہو۔ ان قیودات میں ایک سود کی حرمت ہے۔ سود سے مراد ہے ایک جنس کی دو چیزوں میں معین شرح کی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ سود کی حرمت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾[2]

اللہ تعالی نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

---

[1] فتوح البلدان، ص:۱/۳۳

[2] سورۃ البقرہ:۲/۲۷۵

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے معاہدوں میں سود کے نقصانات وخطرات کے پیش نظر باطل قرار دیا۔ چنانچہ قبیلہ جُہینہ کے افراد کیلئے عہد نامہ تحریر کرتے ہوئے فرمایا:

"وَمَا كَانَ مِنَ الدَّيْنِ مَدُونَةٌ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قُضِيَ عَلَيْهِبِرَأْسِ الْمَالِ، وَبَطَلَ الرِّبَافِي الرَّهْنِ"[1]

مسلمانوں پر فرض میں راس المال لیناہی رواہے اور سود باطل قرار دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران سے کچھ مال کے عوض صلح کیا تو آخر میں ہدایات جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ صلح اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک کوئی نئی بات نہ پیدا کریں اور نہ سود کھائیں۔ اگر سود کھانا شروع کیا تو معاہدہ صلح ٹوٹ جائے گا[2] اور ان کے بارے میں مزید فرمایا:

"وَمَنْ أَكَلَ رِبًا مِنْ ذِي قَبْلَ فَذِمَّتِي مِنْهُ بَرِيئَةٌ"[3]

اہل نجران میں سے جو شخص خاندان سے سود لے وہ ہماری ذمہ داری سے محروم ہے۔

اِن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سودی لین دین یامعاملات ان قبائل میں رائج تھا۔ جسے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیکر مال ودولت کے حصول کی رائج شدہ صورت ممنوع قرار دی کیونکہ سودی معاملات سے قوم کا سرمایہ چند ہاتھوں میں منجمد ہو کر رہ جاتا ہے جسے عام آدمی کو فائدے کی بجائے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے کے سرمایہ دارانہ نظام میں سود کو مرکزی حیثیت حاصل ہے بلکہ یہ ایک رُوح کی مانند ہے جس سے امیر، امیر تر اور غریب رفتہ رفتہ غریب ہوتا جارہاہے۔ جس کے سدباب کیلئے کی گئی کوششیں اب بھی ناکافی ہیں۔

تبادلہ مال اور حلال وحرام

تبادلہ دولت سے مراد کہ اُن جائز اشیاء کا تبادلہ ہے جو فریقین کی باہمی رضامندی سے طے ہو اور کسی قسم کی زبردستی نہ ہو۔ تبادلہ دولت سے معاشی ترقی کی رفتار مستحکم ہو جاتی ہے اور لوگوں کیلئے روزگار کے مواقع میسر آکر ان کی معاشی زندگی بہتر ہو جاتی ہے۔ مال کے تبادلے کا اُصول بھی یہی ہے کہ جن اشیاء کا استعمال جائز ہو تو ان کا تبالہ بھی جائز ہوتا ہے اور جن چیزوں کا استعمال ممنوع ہو تو ان کا تبادلہ بھی غیر مشروع ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں سے اس کو مزید واضح فرمایا ہے، چنانچہ بنو ثقیف کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

1) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۷۲

2) ایضاً، ص:۱/ ۲۷۳

3) ایضاً، ص:۱/ ۲۷۳

((الا ان صید وج وعِضَاهُهُ حَرَامٌ))[1]

وادی وج اللہ کے نام پر حرم ہے۔ اس وادی کی جھاڑیاں، شکار، سرقہ سمیت کسی قسم کا ظلم سب حرام ہے۔

"وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دَيْنٍ إِلَى أَجَلِهِ فِي رَهْنٍ، فَإِنَّهُ لِوَاطٌ مُبَرَّأٌ مِنَ اللَّهِ"[2]

اگر رہن رکھنے والا قرض کی میعاد ختم ہونے کے بعد شئے مرہونہ پر قبضہ رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں۔

اِس معاہدے سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جن حلال چیزوں کا استعمال ممنوع قرار دے، وہ حرام ہی ہو گا ان کا تبادلہ کسی صورت جائز نہیں۔

مردار جانوروں کی کھال

مردار جانوروں کا گوشت اور کھال سمیت تمام اجزاء کی خرید وفروخت حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی جُہنیہ کے لئے تحریر فرمایا:

((أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ))[3]

مردار جانوروں کی کھال اور ان کے پٹھوں سے انتفاع مت حاصل کرو۔

حرام امور سے اجتناب کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے حرام اُمور کی پوری وضاحت کی تا کہ لوگوں کیلئے یہ احکامات واضح ہو کر بآسانی اس پر عمل کر سکے۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بنی خزاعہ کے علقمہ بن عُلاثہ[4] اور ھَوذہ سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَأَنَّ بَعْضَنَا مِنْ بَعْضٍ فِي الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ"[5]

حرام امور سے اجتناب میں طرفین یکساں طور پر محتاط رہیں گے۔

---

1) بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسی (امام)۔ السنن الصغری. طبع سوم. بیروت: دار الکتب العلمیہ. حدیث نمبر:۱۵۹۹، ص ۴/۱۳۱

2) الاموال لابن زنجویہ، ص:۲/۴۵۲

3) سنن ترمذی، کتاب اللباس، باب جلود المیتۃ اذا دبغت، حدیث نمبر:۱۷۲۹، ص:۴/۲۲۲

4) پورا نام علقمہ بن علاثہ بن عوف بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ ہے۔ عظیم شاہسوار اور سردار تھے (البدایہ والنھائیہ، ص:۲/۲۳۱)

5) طبقات ابن سعد، :۱/ص ۲۷۲

بغاوت کے خاتمے کے لئے اقدامات کرنا

ملک کی خود مختاری اور سالمیت کا دارومدار اس کی معاشی خوش حالی اور استحکام پر ہے۔ملک کی ایسی معاشی پالیسیاں بنائی جائی کہ جس سے ریاست کے اطراف میں قیام امن کی راہ ہموار ہو۔اس مقصد کیلئے اگر رہزنوں سے معاہدہ کیا جائے اور اس کو کچھ مراعات دی جائے تو بغاوت کا خاتمہ ہو کر معاشی ترقی آسکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے کوہ تہامہ کے رہزنوں سے معاہدہ میں ان کے ڈکیتیوں کے مال کا بدل معاف کیا لیکن قرض کی واپسی لازمی قرار دی۔کیونکہ قرض معاف کرنے سے نہیں بلکہ ادائیگی سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے کہ یہ حقوق العباد سے ہے اور مزید فرمایا:

"وَمَا كَانَ فِيهِمْ مِنْ دَمٍ أَصَابُوهُ أَوْ مَالٍ أَخَذُوهُ فَهُوَ لَهُمْ، وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دَيْنٍ فِي النَّاسِ رُدَّ إِلَيْهِمْ"[1]

اب تک اُنھوں نے جو مال ڈکیتی سے حاصل کیا یا جن لوگوں کو انھوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے، اس مال کا بدل یا بقیہ مال دونوں اور قتل معاف کئے جاتے ہیں لیکن اس پر کسی کا قرض معاف نہیں کیا جا سکتا۔

مشرک کا ذبیحہ ممنوع

مجوسی لوگ آتش پرست ہوتے ہیں۔ایک معبود کی بجائے دو پر اعتقاد رکھتے ہیں اس لئے یہ مشرک ہیں اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔اِن کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں کیونکہ یہ محرم رشتہ دار سے نکاح کے جواز کے قائل ہوتے ہیں جس سے نسب خلط ملط ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

((وَبِأَنْ لَا تُنْكَحُ نِسَاؤُهُمْ وَلَا تُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ))[2]

اِن کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اور نہ اس کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔

اسلامی ریاست کسی قوم سے جزیہ کے طور متعین اشیاء پر معاہدہ کرلے تو جائز ہے۔عوض میں دوسری چیزیں بھی دی جاسکتی ہے لیکن اس کی قیمتوں میں برابری ضروری ہے۔آپ ﷺ نے اہل نجران سے معاہدہ میں فرمایا:

"فَمَا زَادَتْ حُلَلُ الْخَرَاجِ أَوْ نَقَصَتْ عَلَى الْأَوَاقِي فَبِالْحِسَابِ"[3]

اگر اہل نجران عائد شدہ نصاب (حلہ جات وچاندی) کے عوض میں اجناس داخل کرانا چاہیں تو بدل ومبدل منہ دونوں کی قیمت میں برابری کا لحاظ ضرور ہو گا۔

---

[1] طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۱۷۸

[2] مؤطا امام مالکؒ، حدیث نمبر: ۳۳۳، ص:۲/ ۱۳۵

[3] کتاب الاموال، ص:۱/ ۱۵۲

صرف دولت اور حلال وحرام

ریاست کے مالی وسائل کو بہتر انداز میں استعمال سے قومی آمدنی میں اضافہ کیاجا سکتا ہے۔لیکن یہ صرف جائز کاموں میں استعمال کیا جائیگا، حرام کاموں میں نہیں جیسے شراب اور نشہ آور چیزوں پر استعمال جائز نہیں۔اِسلامی اصولوں کی بدولت مال و دولت خرچ کرنے سے قومی خزانے کی بچت ہوتی ہے جس سے سرمایہ تعلیم ،صحت اور فلاحی کاموں میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔عیاشانہ طریقے سے زندگی گذارنے والے مادی وسائل بے تحاشہ خرچ کرکے سرمایہ کا ایک خطیر حصہ ضائع کر دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئی معاہدوں میں حرام چیزوں کے استعمال پر مال خرچ کرنے کو ممنوع قرار دیا جن کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

شراب کی ممانعت

اسلام نے ہر اُس چیز کے کھانے ، پینے اور استعمال کی اجازت دی ہے جو حلال اور پاک وصاف ہو، جن کے استعمال سے جسمانی ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہو اور اخلاقیات پر بھی اچھا اثر کرے۔اس کے برعکس ہر اُس چیز کے استعمال کی ممانعت ہے جس میں جسمانی خرابی کے علاوہ روحانی نقصان بھی ہو۔دین اسلام میں شراب کا استعمال کرنا جائز نہیں۔شراب عرق انگور سے بنایا ہوا ایک نشہ آور مشروب ہوتا ہے۔مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اپنا مال اس پر خرچ کرے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل جُرش سے معاہدے میں شراب حرام قرار دی تھی[1]۔

نشہ آور اشیاء کا حکم

وائل بن حجر کیلئے تحریر لکھوایا: کہ تمام نشہ آور اشیاء حرام ہے[2]۔

نشہ آور نبیذ

اہل طائف سے معاہدے میں مذکور ہے کہ نشہ آور نبیذ[3] حرام ہے[4]۔

---

1) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب کراھۃ انتباذ التمر، حدیث نمبر: ۱۹۹۰ ص: ۳/۱۵۷۶

2) طبقات ابن سعد، ص: ۱۲۱۹

3) انگور پانی میں ڈبو کر رکھ دینا اگر اس کے پانی میں نشہ نہ ہو تو یہ مشروب حلال ورنہ حرام ہوگا۔(لسان العرب، ص: ۴/۲۲۵)

4) مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، ص: ۱۸۵

فصل دوم

مساوات

فصل دوم مساوات

مفہوم مساوات

انسانی معاشرہ میں مساوات کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا حق تمام انسانوں کو بلا امتیاز حاصل ہے لیکن یہ برابری اصول معاش میں ہیں، درجات میں نہیں۔کیونکہ معاشی حقوق کی بنیاد میں تو سب انسان برابر ہیں لیکن ان کی مختلف صلاحیتوں کی وجہ سے معیشت کے درجات میں تفاوت ہیں یعنی بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔تمام انسان ہر لحاظ سے برابر نہیں ہیں۔اللہ تعالی نے ان کی جسمانی بناوٹ کی طرح ان کے مزاج، طبیعت اور صلاحیتوں میں بھی تفاوت رکھا ہے۔اس تفاوت کی وجہ سے بعض کم وقت میں زیادہ کما لیتے ہیں اور بعض لوگ زیادہ عرصے میں کم کما لیتے ہیں لیکن یہ مساوات کے منافی نہیں۔ معاشی مساوات کے عملی اقدامات سے معاشرہ میں طبقاتی نظام کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔معاشی سرگرمیاں مخصوص طبقے کے چنگل سے نکل کر عوام الناس کے پاس آجاتی ہیں جن سے سرمایہ داروں کی معاشی اجارہ داریوں کا مکمل خاتمہ ہو جاتا ہے۔عدم مساوات پر مبنی معاشرہ میں فساد اس لئے عام ہوتا ہے کہ ایک مخصوص طبقہ اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے بغاوت اور شدت پسندی کی راہ ہموار کرتا ہے۔

اسلام میں تصور مساوات

مساوات اسلامی معاشرے کے اصولوں میں سے ایک اہم اکائی کی حیثیت رکھتی ہے۔اس اہم اُصول کی بنیاد پر اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے جس میں رنگ ونسل کی تفریق اور علاقائی وقبائی تعصبات مکمل نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔اسلامی مساوات کا دارومدار وحی الہی پر ہے اس لئے دین اسلام کی تعلیم ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کے لئے عدل وانصاف پر مبنی ایسا مساوی قانون نافذ ہو گا جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو مکمل شامل ہو۔اسلامی نقطہ نظر سے تمام انسان تخلیقی طور پر اس لئے برابر ہے کہ سب کے سب ایک باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے اولاد ہیں۔جس کے اندر کافر و مسلمان برابر کے شریک ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[(1)]

اے لوگوں! اپنے اُس رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے۔

تمام مخلوقات میں عزت واکرام صرف اولاد آدم کے لئے ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

---

[1]) سورۃ النساء:۴/۱

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾[1]

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کی خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو صاف ستھری چیزیں روزی میں دی اور ان کو تمام مخلوقات میں افضل قرار دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ))[2]

اے لوگوں! تمھارارب ایک ہے۔ تم ایک باپ کی اولاد ہو۔ کسی عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے مگر کامیابی کا معیار صرف تقوی ہے۔ بے شک اللہ تعالی کے نزدیک قابل عزت وہ لوگ ہیں جو پرہیز گار اور متقی ہیں۔

مساوات میں اس سے بڑھ کر کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ آزاد اور غلام ایک صف میں کھڑے ہوتے۔ جب حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہنے کہا: فرمایئے کیسے آنا ہُوا؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ مال واملاک میں سب سے پہلے مَوالی یعنی آزاد کردہ غلاموں کو دو کیونکہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ کے پاس مال آتا تو سب سے پہلے آزاد کردہ لوگوں کو دیتے تھے[3]۔

معاہدات نبوی کے دائرہ میں معاشی مساوات

روز اول سے انسانی وجود کے ساتھ انسانی ضروریات نے بھی جنم لیا ہے۔ اصول معاش میں تمام انسان کو فراہمی اور حقوق کا حصول یکساں ہیں۔ چونکہ معاہدات نبوی عہد رسالت کا ایک زریں باب ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس میں بھی مساوات اپنانے کی کافی تلقین ہے بلکہ آپ ﷺ نے عملی اقدامات سے معاشی مساوات کا نمونہ پیش کیا ہے۔

بنیادی ضروریات کی فراہمی

بنیادی ضروریات سے مراد وہ ضروریات جن کے بغیر انسانی زندگی کی بقاء ناممکن تصور کی جاتی ہے۔ اِس دنیا

---

[1] سورۃ الاسراء:۱۷/۷۰

[2] مسند احمد، حدیث نمبر:۲۳۴۸۹

[3] المنتقی من اخبار المصطفی ﷺ، ص:۲/ ۲۷۲

فانی میں تین چیزیں ایسی ہیں جن کے اندر سب مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ جن پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں اور اس پر کسی قسم کی اُجرت لینا حرام ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَاءِ وَالْكَلَأِ وَالنَّارِ، وَثَمَنُهُ حَرَامٌ))[1]

تمام مسلمان تین چیزوں میں یعنی پانی، گھاس اور آگ میں برابر کے شریک ہیں۔اس پر اُجرت لینا حرام ہے۔[2]

کھیت اور باغ میں پانی روکنے کی مقدار کا تعین

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کے بعد ابتدائی اقدامات میں مسلمانوں کے مابین بھائی چارے کا قیام تھا۔ جس میں انصار مدینہ نے ایسی قابل قدر دینی اور ملی خدمات سرانجام دی جن کی بدولت رسول اللہ ﷺ انصار کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کے پاس انصار اور مہاجرین کے مابین آپس کے معاہدے کے باوجود کبھی کبھار معمولی قسم کے معاملات کے مقدمے آتے تو انصار سے محبت کے باوجود مساویانہ طرز عمل اختیار کیا کرتے تھے اگرچہ وہ فیصلہانصار مدینہ کے خلاف ہوتا، چنانچہ ایک دفعہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھیتوں کو سیر اب کر رہے تھے۔ ایک انصاری نے کہا: اے زبیر! پانی مت رُوکو، جاری کرے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے انکار پر دونوں میں تنازعہ شروع ہوااور فیصلہ کرنے کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے فیصلہصادر کرتے ہوئے فرمایا:

((اسق يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أرسل الْمَاءَ إِلَى جارك" فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فقال: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – ثُمَّ قَالَ: "يَا زُبَيْرُ، اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ))[3]

اے زبیر! اپنے کھیتوں کے سیرابی کے بعد پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دیا کرو۔ جس پر وہ انصاری غصہ ہو کر کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! آپ نے یہ فیصلہ اس کے حق میں اس لئے دیا کہ آپ کا پھوپھی زاد ہے۔رسول اللہ ﷺ کا

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب المسلمون شرکاء فی الثلاث، حدیث نمبر:۲۴۷۲، ص:۲/۸۲۶

[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سفر کے دوران تین چیزوں کی ضرورت پڑتی تھی، پانی، چراگاہ اور آگ۔ آپ ﷺ نے ان تین بنیادی استعمال کی چیزوں میں برابری کا حکم دیا ہے کہ جب کسی قوم کو سفر کے دوران بغیر ملکیت کے جگہ مل جائے اور ان میں سے کوئی بھی ان اشیاء کے حصول میں پہل کرے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔(کتاب الاموال، باب حمی الارض ص:۱/۳۷۵)

[3] جدر کا معنی ہے اصل، جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں ہے 'حتی یبلغ الماء جدرہ ای اصلہ۔(تاج العروس، ص:۲/۲۲۱)

چہرہ مبارک غصہ سے سُرخ ہوا اور ارشاد فرمایا: اے زبیر! اپنے کھیتوں کی سیر ابی کے بعد پانی روکے رکھو یہاں تک کہ جدر یعنی اصل جگہ کو واپس لوٹ جائے [1]۔

اِس واقعہ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ مدنی معاشرے میں کس قدر مساوات کی اہمیت تھی۔ مالی معاملات ہو یا معاشی تنازعات، تمام فیصلے مساوات پر مبنی ہوا کرتے تھے جیسا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے مرتبے کے صحابی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار تھے لیکن اس کے باوجود عوامی عدالت میں پیش ہوئے اور دوسری طرف ایک عام انصاری صحابی کا سربراہ مملکت کے سامنے اس فیصلے کو چیلنج کرنا بھی مساوات کی عظیم مثال ہے۔

مساویانہ دولت کی تقسیم

اسلام دولت کی تقسیم میں مساویانہ طرز اپنانے کی تعلیم دیتا ہے کہ معاشی میدان میں امراء وغرباء میں بڑھتے ہوئے فاصلے کم ہو، اور معاشرتی خرابیاں پیدا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں کے ذریعے سے دولت کی مساویانہ تقسیم کے لئے کئی سارے عملی اقدامات کئے، جن کے دورس نتائج مرتب ہوئے۔ مثلاً سود حرام کیا گیا، زکوۃ فرض کی گئی اور اموال غنیمت میں سے خمس نکالنے کا حکم دیا گیا، جس کی وضاحت حسب ذیل ہیں:

سود کی ممانعت

عمرو بن معبد جہنی اور بنی حرقہ کے لئے امان میں تحریر کیا کہ سود حرام ہے، ارشاد فرمایا:

"وَبَطَلَ الرِّبَا فِي الرَّهْنِ" [2]

کہ رہن میں سود باطل ہے۔

زکوۃ کی فرضیت کی بدولت رسول اللہ ﷺ نے یزید بن طفیل کے لئے معاہدہ تحریر کیا:

"أَنَّ لَهُ الْمَضَّةَ كُلَّهَا لَا يُحَاقُّهُ فِيهَا أَحَدٌ مَا أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ" [3]

یزید کے لئے مضہ کی تمام سرزمین اس شرط پر عطا کی جاتی ہے کہ قیام صلوۃ اور ادائیگی زکوۃ کی پابندی کرے۔

اور خمس ادا کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے بنی معاویہ کے لئے امان نامہ لکھواتے ہوئے فرمایا:

"لِمَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ، وَأَطَاعَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَأَعْطَى مِنَ الْمَغَانِمِ خُمُسَ اللَّهِ" [4]

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب المساقات، باب حدیث نمبر: ۲۳۶۰، ص: ۲/ ۸۲۹

[2]) طبقات ابن سعد، ص: ۱/ ۲۷۲

[3]) ایضاً، ص: ۱/ ص ۲۶۸

[4]) طبقات ابن سعد، ص: ۱/ ۲۶۹

ان کے لئے امان اُس وقت تک ہے جب تک یہ قیام نماز، زکوۃ اور اموال غنیمت میں سے خمس نکال دیا کرے۔

پیدائش دولت اور مساوات

تمام انسان معاشی ذرائع کے حصول اور اس کے استعمال میں مساوی حق رکھتے ہیں۔ برابری کی اس نہج پر اللہ تعالی کی پیدا کردہ اشیاء اور نعمتوں سے ہر انسان بھرپور فائدہ اُٹھا سکتا ہے تاکہ پیداوار اور ضروریات زندگی میں خوب اضافہ ہو۔ اسلامی نظامِ معیشت میں کسی بھی ذرائع آمدنی اپنانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی بھی پیشے کو اختیار کر سکتا ہے۔ ہجرت مدینہ سے قبل مدینہ میں عدم مساوات پر مبنی معاشی نظام صرف نام کی حد تک تھا۔ کیونکہ کافی عرصہ سے مدینہ کی معیشت پر یہودیوں کی اجارہ داری قائم تھی۔ استحصالی نظام کی بدولت مدینہ کے رہائشی پسماندہ تھے۔ غربت وافلاس سے دوچار تھے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کی آمد ہوتے ہی مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کیا گیا جس سے مدینہ کی قسمت بدل گئی۔ مدنی معاشرے میں ایسا مربوط معاشی نظام قائم کیا گیا کہ جس میں تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت سمیت کئی آمدنی کے ذرائع پیدا ہوئے لیکن وہ کسی خاص طبقے کے لئے نہیں بلکہ ہر شخص کو مساوی حق حاصل تھا کہ وہ تجارت کا پیشہ اختیار کرے یا زراعت وغیرہ کا۔

مال واملاک پر قبضہ بحال رکھنا

نئے مسلمانوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا مساویانہ طرز عمل یہ تھا کہ اسلام لاتے وقت اِن کے مال ودولت پر قبضہ برقرار رکھا جاتا جیسے رسول اللہ ﷺ نے اہل عمان سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"أَنَّهُمْ إِنْ آمَنُوا، وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَطَاعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَأَعْطَوْا حَقَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَسَكُوا نُسُكَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُمْ آمِنُونَ، وَإِنَّ لَهُمْ مَا أَسْلَمُوا عَلَيْهِ"(1)

اگر تم لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہو، نماز وزکوۃ کی ادائیگی کرو تب تم مسلمان ہو۔ تمھارے ذاتی مال ومتاع سے کوئی تعرض نہیں ہوگا۔ قبیلہ اَجا کے حبیب بن عمرو سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَلِمَنْ أَسْلَمَ مِنْ قَوْمِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ أَنَّ لَهُ مَالَهُ وَمَاءَهُ مَا عَلَيْهِ حَاضِرُهُ وَبَادِيهِ"(2)

ان میں سے جو شخص مسلمان ہونے کے ساتھ نماز وزکوۃ کی ادائیگی کرے اس کا مال، پانے کے خزانے اور ندینالے سب پر اس کا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ رعایت بستی وصحرا دونوں میں بسنے والوں کے لئے یکساں ہے۔

---

1) کتاب الاموال، ص:۱/۲۸

2) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۸۰

قبیلہ جُہینہ میں بنی جرمز کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"أَنَّهُمْ آمِنُونَ بِبِلَادِهِمْ وَلَهُمْ مَا أَسْلَمُوا عَلَيْهِ"[1]

اسلام لاتے وقت جن منقولہ وغیر منقولہ اشیاء پر اس کا قبضہ ہے اس میں مداخلت نہ ہو گی۔

معاشی مراعات

رسول اللہ ﷺ نے بنو ثقیف کے لئے وادی وج کا علاقہ مخصوص کیا اور معاہدہ تحریر فرمایا:

"وَثَقِيفٌ أَحَقُّ النَّاسِ بِوَجٍّ، وَلَا يَعْبُرُ طَائِفُهُمْ، وَلَا يَدْخُلُهُ عَلَيْهِمْ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَغْلِبُهُمْ عَلَيْهِ، وَمَا شَاءُوا أَحْدَثُوا فِي طَائِفِهِمْ مِنْ بُنْيَانٍ"[2]

ثقیف تمام لوگوں کے مقابلے میں اس وادی سے انتفاع کے زیادہ حق دار ہے۔ ثقیف کے سوا کوئی اور شخص اس وادی کے کسی شئے کا مالک نہیں۔ نہ کسی مسلمان کے لئے اس وادی میں مداخلت کرنا جائز ہے۔ بنو ثقیف جس طرح چاہے اس وادی کے منافع استعمال کر سکتے ہیں۔

قبیلہ بنی اسد کے لئے فرمان لکھا:

"فَلَا تَقْرَبُنَّ مِيَاهَ طَيِّئٍ وَأَرْضَهُمْ، فَإِنَّهُ لَا تَحِلُّ لَكُمْ مِيَاهُهُمْ"[3]

خبر دار!! جو قبیلہ بنی طے کی اراضی اور پانی کے خزانوں کی طرف بڑھے۔ ان کے خطے کے ندی نالوں اور چشموں کا پانی تمھارے لئے نہیں ہے۔

زرعی پیداوار میں مساوات

رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ خثعم کے لئے تحریر فرمایا:

"وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْكُمْ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا فِي يَدِهِ حَرْثٌ مِنْ خِبَارٍ فَزَكَا عُمَارَةً فِي غَيْرِ أَزْمَةٍ وَلَا حَطْمَةٍ"[4]

قبیلہ خثعم میں سے جو اسلام میں داخل ہو اور وہ زراعت پیشہ ہو اگر خشک سالی اور قحط کا زمانہ نہ ہو تو پیداوار کا عُشر دینا ضروری ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قحط سالی ہو تو عُشر معاف ہو سکتا ہے۔

---

1) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۷۱

2) کتاب الاموال، ص:۱/۲۴۷

3) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۷۰

4) ایضا، ص:۱/۲۸۶

غیر مسلموں کے معاشی حقوق

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں سے حُسن سلوک کرنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔اِن سے کسی قسم کا ظلم وجبر درست نہیں۔ان کی جان ومال مسلمانوں کی طرح محفوظ رہیں گی اور مسلمان شہریوں کی طرح اِن کو بھی مکمل معاشی حقوق حاصل ہوں گے۔اسلامی ریاست اگر کسی قوم سے معاہدہ کرے تو جان کی حفاظت کی طرح ان کے مالی حقوق کی ذمہ داری بھی اسلامی ریاست پر ہو گی۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجران کے پادری ابو حارث بن علقمہ سے معاہدہ کر کے تحریر فرمایا کہ ابو حارث سمیت تمام لوگ اپنی اپنی تھوڑی یا بہت شئے کے خود مالک ہیں [1]۔

معاشی مساوات کے اثرات

معاشی مساوات کے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے:

- معاشی سرگرمیوں کو مساوی درجہ پر رکھا گیا۔
- سنگین معاشی بحران پر قابو پالیا گیا۔
- مدینہ منورہ کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی یقینی بن گئی۔
- شہریوں میں دولت کی تقسیم مساویانہ طریقے سے کی گئی۔
- غیر مسلم شہریوں سے تجارتی تعلقات بڑھے۔
- ۔نئے مسلمانوں کے مال واملاک پر قبضہ برقرار رہا۔

---

[1]) سیرت اب ہشام، ص:۱۱/ ۷۴

فصل سوم

تعاون

فصل سوم　　　مفہومِ تعاون

تعاون

دین اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے۔ جس نے معاشرے کی اصلاح کیلئے ایسے اخلاقی اقدار متعین کی ہیں جن کی بدولت معاشرے کے دیرینہ مسائل کا حل اور شر وفساد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ انہی اقدار سے ہمدردی کی روایات زندہ ہو جاتی ہیں۔ ان اقدار میں سے ایک باہمی تعاون بھی ہے۔ چونکہ معاشرے میں امیر وغریب ایک ساتھ رہتے ہیں اورامیروں کی طرز زندگی سے غرباء محرومیوں کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لئے باہمی تعاون کے ذریعے سے معاشرے کی اصلاح کے علاوہ کمزور طبقے کی محرومیوں کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔ باہمی تعاون سے مراد ایک دوسرے کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ نامساعد حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کی بنیاد پر تعاون کرنا انسانی فطرت کا خاص وصف ہے۔ اسلامی تعلیمات میں بھی تعاون کی تلقین موجود ہے لیکن اس کے لئے حدود مقرر ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون صرف جائز اور حلال اُمور میں کیا جاسکتا ہے۔ حرام اور گناہوں کے کاموں میں تعاون جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

آپس میں نیک کام اور پرہیز گاری پر مدد کرو، اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو۔

تعاون کا تصور صرف انسانی زندگی میں نہیں بلکہ اِس کائنات کا نظام ہی باہمی تعاون کی بدولت چلتا ہے اور اس عالم کا بقاء ہی تعاون میں ہے۔ عدم تعاون سے اِس دنیا کے نظام کا چلنا ہی محال ہے۔ کیونکہ کائنات کا ہر ایک حصہ دوسرے کے تعاون کا محتاج ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر فصلوں کے اُگنے کا سبب بارش ہے۔ دن کی ابتداء سورج کے طلوع سے ہوتی ہے اور غروب پر رات شروع ہو جاتی ہے اور بادل برسنے میں ہواؤں کے محتاج ہیں۔ انسان کے لئے اِس میں یہ تعلیم ہے کہ تعاون کے بغیر زندگی ادھوری رہتی ہے۔ اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتوں سے پورا فائدہ حاصل کرنا باہمی تعاون کے بدولت ہی ممکن ہے[2]۔

اسلام کا تصور تعاون

اسلام کا تصور تعاون یہ ہے کہ مسلمان مادی وسائل سے استفادہ کرکے صرف تسکین کا ذریعہ نہ بنائے بلکہ

---

1) سورۃ المائدہ:۵/۲

2) اسلام میں حلال وحرام، ص:۶۵

معاشرے میں جتنے لوگ ضرورت مند ہو، اُن کے ساتھ ایسا تعاون کیا جائے کہ جس سے ان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو۔

معاشی تعاون

اسلامی نظام معیشت میں معاشی تعاون کا ایسا منہج موجود ہے جس سے معاشرہ میں معاشی توازن برقرار رہتا ہے۔اس نظام میں ہر شعبہ ہائے زندگی کی طرح معاشی تعاون کو بھی بڑی اہمیت دی گئی ہے بلکہ مال ودولت کے حصول اور معاشی سرگرمیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کی بجائے باہمی تعاون پر زور دیتا ہے۔معاشی عدم تعاون سے معاشرے میں غیر یقینی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے اور طبقاتی نظام فروغ پاتا ہے۔

معاہدات نبوی میں معاشی تعاون کی مثالیں

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ہمیں تعاون کرنے کی کئی صورتوں میں راہنمائی ملتی ہیں اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں میں معاشی تعاون کو فروغ دینے پر زور دیا ہے۔مختلف اقوام سے کئے گئے معاہدوں میں ایسی معاشی پالیسیاں وضع کی گئی جن میں عوام کی فلاح وبہبود کے مقصد کو پیش نظر رکھا گیا اور معاشی اعتبار سے کمزور افراد کے لئے خصوصی مراعات کا اعلان کیا جس سے اُس وقت کا معاشرہ امن کا گہوارہ بن گیا۔عرب قبائل کے ساتھ معاہدوں کا مقصد انسانیت کی خاطر ان کے ساتھ تعاون کو فروغ دینا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کو مکمل کامیابی ملی[1]۔

حضرت ابو طلحہ انصاری کی دور اندیشی

جب مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ کی طرف آئے تو ابتدائی طور پر کافی مشکلات کے شکار تھے۔انصارِ مدینہ نے خوب مہمان نوازی کی۔ شہر مدینہ میں معاشی سرگرمیاں اگرچہ محدود تھی لیکن انصار کے ایثار سے اقتصادی بحران پر قابو پالیا گیا۔ایک مرتبہ حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں ضعف محسوس کیا تو گھر آکر اپنی اہلیہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کچھ کھانے کے لئے ہے؟ کہنے لگی، ہاں۔انہوں نے جو کی روٹی نکالی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جارہا تھا کہ آپ ﷺ ساتھیوں سمیت ابو طلحہؓ کے گھر آئے اور فرمایا:

((هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ؟ فَأَتَتْهُ بِذَلِكَ الخُبْزِ، فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ بِعُكَّةٍ لَهَا فَأَدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا، ثُمَّ

---

[1]) ابوزہرہ، محمد (شیخ). العلاقات الدولیہ فی الاسلام. طبع اول. قاہرہ: دار الکتب العربی، ۱۹۷۹ء. ص:۲۶

خَرَجُوا، فَأَكَلَ القَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلاً))[1]

اے ام سلیم! جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ لے آؤ۔ اُنہوں نے وہی روٹیاں پیش کر دیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں توڑنے کا حکم دیا اور ام سلیم نے ان پر گھی ڈال دیا اور پھر آپ ﷺ نے اس پر جو اللہ نے چاہا، پڑھا اور حکم دیا کہ دس دمیوں کو بلائے۔ وہ کھا کر سیر ہوئے اور چلے گئے پھر دس کو بلایا اور اس طرح سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے اور وہ ستر یا اسی آدمی تھے۔

ابو الہیثم بن تیہان کی مہمان نوازی

حضرت ابو الہیثم انصاری مدینہ کے خوشحال طبقے سے تھا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خلاف عادت گھر سے نکلے۔ اسی اثناء میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے اور کہنے لگے: آپ ﷺ سے ملاقات کی غرض سے نکلا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، آپ ﷺ نے پوچھا کیسے آنا ہوا عمر؟ عرض کیا: بھوک لے آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی بھوک لگی ہے۔ تینوں حضرات مل کر ابو الہیثم کے گھر آئے اور اُنہوں نے خوب مہمان نوازی کی۔ جس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلاَ خَلِيفَةً إِلاَّ وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لاَ تَأْلُوهُ خَبَالاً، وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ))[2]

اللہ تعالی ہر نبی یا خلیفہ کے ساتھ دو قسم کے رفقاء رکھتے ہیں ایک وہ جو اسے اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں اور دوسرے وہ جو اسے خراب کرتے ہیں۔ لہذا جسے بُرے رفقاء سے نجات دے دی گئی وہ نجات پا گیا۔

بھوک کی شدت

مدینہ میں مہاجرین کی آمد کے بعد بنیادی ضروریات کی فراہمی میں کمی تھی جس سے بھوک وافلاس زیادہ تھا۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنْتُ أَرْمِي نَخْلَ الأَنْصَارِ، فَأَخَذُونِي، فَذَهَبُوا بِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَافِعُ، لِمَ تَرْمِي نَخْلَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، الجُوعُ، قَالَ: لاَ تَرْمِ، وَكُلْ مَا وَقَعَ أَشْبَعَكَ اللَّهُ وَأَرْوَاكَ))[3]

---

1) صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من اکل حتی شبع، حدیث نمبر: ۵۳۸۱، ص: ۷/ ۶۹

2) سنن ترمذی، کتاب الزھد، باب معیشۃ اصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۲۳۶۹، ص: ۴/ ۵۸۳

3) ایضاً، کتاب البیوع، باب الرخصۃ فی اکل الثمار للمار بھا، حدیث نمبر، ۱۲۸۸، ص: ۳/ ۵۸۴

میں انصار کے کھجوروں کے درختوں پر پتھر مار رہا تھا کہ اُنہوں نے مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: رافع کیوں ان کے درختوں کو پتھر مار رہے تھے؟ میں نے عرض کیا۔ بھوک کی وجہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پتھر نہ مارا کرو۔ جو گری ہوئی ہوں وہ کھالیا کرو۔ اللہ تمہیں سیر اور آسودہ کرے۔

میثاق مدینہ

قومی اتحاد دشمن کے خلاف استقامت کی علامت ہوتی ہے۔ مشترک مفادات کے لئے باہمی اتحاد از بس ضروری ہوتا ہے۔ ملک دشمن طاقتوں پر غالب آنے کے لئے اتحاد واتفاق کامیابی کا واحد ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے سبب دشمن کے ناپاک ارادوں اور سازشوں کو بآسانی ناکام کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قومی مفاہمتی پالیسی وضع کرتے ہوئے باشندگان مدینہ پر دشمن کے خلاف مزاحمت کرنے کے لئے ایک عہد نامہ لکھا جو میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ اِس معاہدے سے اگر ایک طرف قومی یکجہتی پیدا کی گئی تو دوسری طرف تمام باشندوں پر فرض تھا کہ مشترکہ قوت سے ریاست مدینہ کا مکمل دفاع اور ایک دوسرے کے ساتھ مالی امداد کرے۔ اِس معاہدے کے تحت مسلمان اور یہود کے مابین رواداری اور ایک دوسرے کے ساتھ مالی مشکلات میں امداد دینے کا بھی عہد کیا گیا کہ ضرورت پڑنے پر یہودی مسلمان کی مدد کریں گے چنانچہ میثاق مدینہ کے دفعات میں مذکور ہے:

"وَإِنَّ الْيَهُودَ يُنْفِقُونَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ مَا دَامُوا مُحَارَبِينَ"(1)

مسلمان جب تک اپنے دشمنوں سے برسرپیکار رہیں یہود ان کی مالی اعانت کریں گے۔

سفیروں کی تعظیم

ملکوں کے آپس میں تعلقات قائم رکھنے اور دوطرفہ تعاون بڑھانے کے لئے سفیروں کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ کسی ملک میں سفیر کی تعیناتی سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ وہ اہم سفارتی اُمور کے ساتھ ملک کے مفادت کا تحفظ اور اہم معاملات پر اپنا موقف بین الاقوامی سطح پر اُجاگر کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے سفیروں کے ساتھ اچھا سلوک اور بہترین برتاؤ کی تلقین کی ہیں، چنانچہ امرائے ایلہ سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"فَأسلم أَو أعْط الْجِزْيَة وأطع الله وَرَسُوله ورسل رَسُوله وَأكْرمهمْ واكسهم كسْوَة حَسَنَة غير كسْوَة الغزاء واكس زيدا كسْوَة حَسَنَة فمهما رضيت رُسُلِي فَإِنِّي قد رضيت"(2)

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور جزیہ کی ادائیگی کے ساتھ میرے سفیروں کی تعظیم بھی کرو۔ سب کے

---

1) سیرت ابن ہشام، ص: ۲/ ۵۰۳

2) ابن حدیدہ، محمد بن احمد بن عبد الرحمن. مصباح المضی فی کتاب النبی الامی. بیروت: عالم الکتب. ص: ۲/ ۳۱۶

لئے ایسا شریفانہ لباس مہیا کرو جو فوجی وردی جیسی نہ ہو اور خصوصا زید کے لئے بہترین پوشاک ہو کیونکہ ان کی رضامندی میری رضامندی ہے۔

غیر مسلموں سے بھلائی کرنا

رسول اللہ ﷺ کے معاہدوں میں مسلمانوں کے دیرینہ مسائل کا مکمل حل اور اس سے راہنمائی حاصل کرنے کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔چونکہ اسلام دین رحمت ہے اس لئے تمام معاملات میں غیر مسلم اقوام سے بھی ہمدردی و حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔انسانیت کی بنیاد پر اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مکمل معاشی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل حنین کے ساتھ حسن سلوک کے بدلے اچھے معاوضے کی تاکید کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اہل حنین، خیبر اور مقناہ میں رہنے والوں کے ساتھ بھلائی کرے اُسے اُس کے احسان سے بہتر معاوضہ دیا جائے[1]۔

دین کی مخالفت نہ کرنے پر تعاون

دین کی حفاظت ایمان کا حصہ ہے۔ دین کی علانیہ مخالفت کرنے والوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا جائز نہیں،البتہ جو قومیں مسلمانوں سے معاہدہ کرکے اسلام کی مخالفت سے باز آجائے تو مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ان کے دشمن کے خلاف مدد دی جائے گی۔ چنانچہ بنی ضمرہ سے معاہدہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنّهُمْ آمِنُونَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، وَأَنّ لَهُمْ النّصْرَ عَلَى مَنْ رَامَهُمْ إلّا أَنْ يُحَارِبُوا فِي دِينِ اللهِ مَا بَلّ بَحْرٌ صُوفَةً، بِذَلِكَ ذِمّةُ اللهِ وَذِمّةُ رَسُولِهِ"[2]

اگر یہ لوگ دین کی مخالفت نہ کرے تو جب تک سمندر میں پانی موجود ہے ہماری طرف سے ان کے دشمن کے مقابلے میں ان کی نصرت کی جائے گی۔ان کے جان ومال کی حفاظت اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہیں۔

دشمن کے خلاف تعاون

رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے خلاف تعاون پر بنی غفار سے معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَأَنَّ النَّبِيَّ عَقَدَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْوَأَنَّ النَّبِيَّ إِذَا دَعَاهُمْ لِيَنْصُرُوهُ أَجَابُوهُ"[3]

---

1) مجموعہ الوثائق السیاسیہ، ص:۱۲۱

2) الروض الانف، ص:۵/۷۸

3) طبقات ابن سعد، ص:۱/۲۷۴

دشمن کے خلاف امداد دینے پر بنی غفار کی جانوں واموال کی حفاظت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذمے ہے۔

کچھ عرصہ بعد ان قبائل نے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاکر ایسی تابعداری کی جس پر آپ ﷺ نے ان کے لئے دُعا خیر فرمائی کہ:

((أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ، وَغِفَارٌ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا))(1)

قبیلہ اسلم والوں کو اللہ سلامت رکھے اور قبیلہ غفار کی مغفرت فرمائے۔

عطیہ زمین دینے کی صورت میں تعاون

انفرادی مالی معاونت کے ذریعے ضرورت مند افراد کی امداد کی جاسکتی ہے۔ جس سے مقصود غریب افراد کی ضرورت پوری کرنا اور معاشی خود مختاری کا حصول ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن فرقد السلمی کے لئے عطیہ زمین کی صورت میں مالی اعانت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"أَعْطَاهُ مَوْضِعَ دَارٍ بِمَكَّةَ يَبْنِيهَا مِمَّا يَلِي الْمَرْوَةَ فَلَا يُحَاقُّهُ فِيهَا أَحَدٌ وَمَنْ حَاقَّهُ فَإِنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ وَحَقُّهُ حَقٌّ" (2)

انھیں مکہ میں ایک گھر بنانے کے لئے جگہ دی گئی ہے۔ جو شخص اس میں مداخلت کرے اس کی بجائے عتبہ کا حق تسلیم کیا جائے گا۔

اعانت پر محصول وفوجی خدمات سے چھٹکارہ

رسول اللہ ﷺ نے ذی العضہ سے معاہدہ کرکے فرمایا:

"أَنَّ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ، لَا يُحْشَرُونَ وَلَا يُعْشَرُونَ"(3)

قبیلہ ذی العضہ اللہ اور رسول کی ذمہ داری میں ہے۔ نہ اسے بلایا جائے گا اور نہ عشر لیا جائے گا۔

یعنی انھیں فوجی خدمات اور محصول سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے جب تک یہ قیام نماز وادائے زکوۃ کے ساتھ وقت پر مسلمانوں کی مالی اعانت کرے۔

معاشی تعاون کے اثرات

معاشی تعاون کے اثرات حسب ذیل ہیں:

---

1) سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ثقیف وبنی حنیفہ، حدیث نمبر ۳۹۴۸، ص:۵/ ۷۳۲

2) سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص:۱۱/ ۳۹۲

3) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۶۸

- عوام کی فلاح وبہبود میں خاص اضافہ ہوا۔
- معاشی اعتبار سے کمزور افراد کے ساتھ مدد کر کے معاشرہ امن کا گہوارہ بن گیا۔
- معاشی تعاون کی بدولت مہاجرین کی آمد پر انصار نے خوب خاطر داری کی۔ یہاں تک کہ انصار رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے مستحق ٹھہرے۔
- مدینہ میں بھوک وافلاس کی شدت کم ہوئی۔
- باشندگان مدینہ کے درمیان معاشی تعاون کے ذریعے سے مدینہ کا دفاع کرنا ممکن ہوا۔

فصل چہارم

اخوت

فصل چہارم   اُخوت

اُخوت کا مفہوم

اخوت سے مراد آپس میں بھائی چارے کا قیام ہے۔ دین اسلام کے ماننے والے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی علاقے یا رنگ و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ جب مسلمانوں کے مابین محض ہمدردی اور بھائی چارے کی بنیاد پر ایک دوسرے کی معاشی ضروریات کا عزم مصمم کیا جائے تو اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کا ممکن حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ ایمان کی بنیاد پر قائم اخوت مسلم معاشرے کیلئے از بس ضروری ہے تاکہ قومی ترقی اور معاشی استحکام کی راہ ہموار ہو۔ رشتہ اخوت کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

تمام مسلمان (آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔ (اگر ان کے درمیان کچھ تنازع ہو جائے) تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح وصفائی کرادیا کرو اور (ہر معاملہ میں) اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے[1]۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مابین بھائی چارے کے فروغ پر زور دیا ہے۔ رشتہ اخوت کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے تاکہ مسلمان ایک دوسرے کی مدد و خدمت کرنے کیلئے ہر وقت کوشاں رہے، جس سے معاشرتی زندگی کو استحکام ملتا ہے اور معاشرہ میں ایک اچھی اور عمدہ فضا قائم ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى))[2]

مومن بندوں کی مثال ان کی آپس میں محبت و اتحاد اور شفقت میں جسم کی طرح ہے کہ جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کوئی تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو نیند نہیں آتا اور بخار چڑھ جانے میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[3]

---

[1] سورۃ الحجرات:۴۹/۱۰

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تراحم المؤمنین وتعاطفهم، حدیث نمبر:۲۵۸۶، ص:۴/۱۹۹۹

[3] ایضاً، حدیث نمبر:۲۵۸۰، ص:۴/۱۹۹۶

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ جو آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے تو اللہ اس کی ضرورت پوری فرمائے گا اور جو آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی سے کوئی مصیبت دور کرے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کرے گا اور جو آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

مؤاخاۃ مدینہ سے قبل معاشی حالات

رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کے حالات زبوحالی کا شکار تھے۔ لوگ جنگوں سے تنگ آچکے تھے۔ قبائلی عصبیت عروج پر تھی۔ تعلیم کا فقدان تھا۔ لوگ مذہب سے لاعلم تھے۔ تمام تر توانائیاں قومیت وعصبیت کی نظر ہو چکی تھی۔ بنو قیلہ کے دو قبیلے اوس وخزرج جو درحقیقیت دو سگے بھائیوں کی اولاد تھے۔ ان کے درمیان مشہور زمانہ جنگ" جنگ بعاث "[1] لڑی گئی تھی۔ جس میں اوس کو انتہائی جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔ مدینہ کے حالات شورش زدہ تھے۔ شہری ریاست نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ لوگ متمدن معاشرے سے محروم تھے۔ اِن حالات کے پیش نظر اوس وخزرج کے باہمی اتفاق سے عبد اللہ ابن اُبی کو حکمران چُنا گیا۔ دونوں قبیلوں نے ان کے زیر حکمرانی اطاعت قبول کی تھی۔ حکمرانی کا تاج ان کے سر سجنا تھا کہ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کی خبر پھیلی۔ لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ آپ ﷺ ایک مصلح ومربی کے طور پر سامنے آئے۔ چونکہ مدینہ میں معاشی اقدامات نہ ہونے کے برابر تھے۔ جن کا اثر تمام باشندگان سمیت مسلمانوں پر بھی تھا اور مہاجرین کی آمد سے غذائی اجناس اور ضروریات زندگی کی طلب مزید بڑھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مابین مؤاخاۃ کا عظیم رشتہ قائم کیا[2]۔

غذائی اجناس کی قلت

مؤاخاۃ مدینہ کے قیام سے قبل مسلمانوں کو کافی معاشی مشکلات کا سامنا تھا۔ حضرت عبد اللہ ابن سہل رضی اللہ عنہ کی روایت سے اُس وقت کی معاشی کیفیت معلوم ہوتی ہے کہ:

((كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا ، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ

---

[1]) جنگ بُعاث، ہجرت سے پانچ سال پہلے اوس وخزرج کے درمیان خونریز لڑائی کا نام ہے جس میں خزرج نے اوس کے بڑے لوگوں کو مار کر فتح حاصل کیا۔ بُعاث ایک مشہور سرزمین کا نام ہے جس کی طرف یہ لڑائی منسوب ہے۔ (الروض الانف، ص: ۴/۴۱)

[2]) رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی وجانشینی، ص: ۳۵

صَلاَةِ الجُمُعَةِ، فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا، فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ))[1]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں نہر کے کنارے چقندر بویا کرتی ہیں جب جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑوں کو اکھاڑتی اور اسے ہانڈی میں پکاتی پھر جو کا آٹا پیس کر اس ہانڈی میں ڈالتی تو چقندر کی جڑیں گو اس کی بوٹیاں ہو جاتیں اور ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس جا کر اسے سلام کرتے وہ کھانا ہمارے پاس لا کر رکھ دیتی اور ہم اسے چاٹتے تھے۔ ہمیں اس کے اس کھانے کے سبب سے جمعہ کے دن کی تمنا ہوتی تھی۔

مکی دور میں مؤاخاۃ (پہلی مؤاخاۃ)

رسول اللہ ﷺ نے مکّہ کے اندر مسلمانوں کے مابین بھائی چارہ حق پرستی اور ہمدردی کی بنیاد پر قائم کیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکّہ کے اندر حضرت ابو بکر صدیقاور حضرت عمر، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سمیت کئی صحابہ میں مؤاخاۃ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اکیلے رہ گئے، جس پر اُنھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان تو مؤاخاۃ قائم کیا لیکن میرا بھائی چارہ کسی کے ساتھ نہیں کروایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا تَرْضَى يَا عَلِيُّ أَنْ أَكُونَ أَخَاكَ؟» قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَلْدًا شُجَاعًا، فَقَالَ عَلِيٌّ:بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))[2]

کیا تو اس پر راضی ہے کہ تیرا کوئی بھائی ہو؟ کہنے لگے کیوں نہیں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو دُنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

دوسری مؤاخاۃ میں اقتصادی بحران کا حل

جب رسول اللہ ﷺ نے بحکم الٰہی مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مسلمان مہاجرین وانصار میں عقد مؤاخاۃ قائم کیا۔ اس بھائی چارے سے مسلمانوں سے عرب جاہلیت کی عصبیت یکسر ختم ہوئی اور رنگ و نسل کے فرق کو مٹا دیا گیا۔[3]

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں مہاجرین وانصار میں اخوت کا

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب قول اللہ: فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض حدیث نمبر: ۹۳۸، ص: ۲/۱۳

[2]) حاکم، محمد بن عبد اللہ نیسابوری (امام). مستدرک علی الصحیحین. بیروت: دار العلمیہ، کتاب الھجرۃ، ۳/ص ۱۶

[3]) غزالی، محمد (شیخ). فقہ السیرہ. بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۵ء. ص: ۱۳۷

رشتہ قائم کیا تو نوّے افراد پر مشتمل یہ خاندان ایک برادری بن گئی[1]۔

اس بھائی چارے میں پینتالیس مہاجرین اور پینتالیس انصار تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عمر کی عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سمیت جیسی شخصیات میں اسلامی اخوت قائم کی گئی۔ مسلمانوں کے مابین ایک پائیدار اور مستحکم ایسا رشتہ اخوت قائم ہوا کہ جسے دُنیا کی کوئی طاقت ختم نہ کر سکی۔ اِس عظیم رشتے کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔ اس لئے دین واحد کے تمام ماننے والے اخوت و ہمدردی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اِس عظیم رشتے کا مقصد مسلمانوں کے درمیان دشمنی وعداوت کا خاتمہ، پیار ومحبت اور بھائی چارے کا قیام تھا جس سے غریب ومحتاج مسلمانوں کی مالی امداد واعانت کی گئی۔ مؤاخاہ کے معاشی فوائد میراث کی صورت میں بھی سامنے آئے کہ مہاجرین وانصار ایک دوسرے کے وارث بننے لگے۔ مہاجر فوت ہوتا تو انصاری وارث، اگر انصاری فوت ہوتا تو مہاجر بھائی وراثت کا حقدار ہوتا۔

جب غزوہ بدر کی آیت

﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ﴾[2]

ترجمہ: اور رشتے ناطے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہے۔

نازل ہوئی تو وراثت کا یہ حکم منسوخ ہوا کہ مسلمان کا نسب و اِرث ذوی الارحام کی طرف منسوب ہو گیا۔ بقول حافظ سُہیلی صاحب الروض الانف فرماتے ہیں:

کہ مسلمانوں کے مابین رشتہ اخوت کا مقصد مہاجرین کی وطن دوری اور اہل وعیال سے مفارقت سے خاتمے کیلئے تھا۔ جب اسلام کو تقویت ملی اور معاشی استحکام ملا تو وراثت کا حکم منسوخ ہوا لیکن تمام مسلمانوں میں مؤدت ومحبت اور شمول دعوت میں برابر کے شریک ہے جسے قرآن نے باطل نہیں کیا۔ حق پر تعاون، مظلوم کی مدد ونصرت اور ظالم کو ظلم سے روکنا جیسے مقاصد کیلئے رشتہ اخوت کا حکم اب بھی موجود ہے[3]۔

مالی معاونت

---

[1]) امتاع الاسماع، ص:۱/۶۹

[2]) سورۃ الانفال:۸/۷۰/۲

[3]) سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ص:۳/۵۲۷

اخوت وبھائی چارہ کی بنیاد پر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مالی مدد کرتا ہے جس سے اسلامی معاشرہ میں مالی استحکام آکر معاشرہ میں امن وسکون پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی اخوت کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ مہاجرین کے ساتھ مالی مدد ونصرت کی جائے۔ اس سلسلے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما میں عقد مؤاخاۃ

((لَمَّا قَدِمْنَا المَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الأَنْصَارِ مَالًا، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي، وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا، فَإِذَا حَلَّتْ، تَزَوَّجْتَهَا، قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لاَ حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوقُ قَيْنُقَاعٍ، قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ، قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الغُدُوَّ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجْتَ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ؟قَالَ: امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ، قَالَ: كَمْ سُقْتَ؟، قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ نَوَاةًمِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ))[1]

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ نے میرے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کر دیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا میں انصار میں زیادہ مالدار ہوں اس لئے میں اپنا آدھا مال تجھ کو دیتا ہوں اور دیکھ لو میری جو بیوی تمہیں پسند آئے میں اس کو تمہارے لئے چھوڑ دوں، جب وہ عدت سے فارغ ہو جائے تو تم اس سے نکاح کر لو۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے اس کی ضرورت نہیں یہاں کوئی بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہے، انہوں نے کہا قینقاع کا بازار ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور پنیر وگھی لے کر آئے پھر برابر صبح کو جانے لگے۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اس حال میں آئے کہ ان پر زردی کا اثر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے شادی کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے پوچھا کس سے؟ کہا کہ ایک انصاری عورت سے، آپ نے پوچھا، مہر کتنا دیا، کہا کہ گٹھلی کے برابر سونا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

گراں قدر مہمان نوازی کی مثال

جود وسخا اخلاق کریمانہ کی ایک بہترین صورت ہے۔ خصوصاً اس وقت جب مسلمانوں کو معاشی ضرورت زیادہ ہو تو اس کی اہمیت وفضیلت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مکّہ سے آئے ہوئے مہاجرین بھائیوں کی انصار نے مہمان نوازی، ایثار اور اخوت کی ایسی تاریخ رقم کی جو رہتی دنیا تک کے لئے مثال ونمونہ بن گئی اور اِس بھائی چارے کی

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب قول اللہ: فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا، حدیث نمبر:۲۰۴۸، ص:۳/۵۳

بدولت رسول اللہ کی دعا کے مستحق ہوئے۔ جس کی تعریف میں رسول اللہ ﷺ نے دعا رحمت فرمائی جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: میں بڑی مشقت میں مبتلا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک اہلیہ کے پاس پیغام بھیجا۔ اُنہوں نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! میرے پاس تو صرف پانی ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری کے پاس آدمی بھیجا انہوں نے بھی اس کی مثل عرض کیا یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات نے یہ گذارش کی۔ پھر آپ ﷺ نے مزید فرمایا: آج رات کو اس کی جو بھی مہمان نوازی کرے گا اللہ تعالی اس پر رحم فرمائے گا۔

ایک انصاری صحابی اُٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں (یہ خدمت سرانجام دونگا) وہ انصاری اس مہمان کو گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کہا: کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ اس نے کہا: نہیں، صرف بچوں کا کھانا ہے۔ کہنے لگے: بچوں کو بہلا پھسلا لینا، جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ کو بجھا دینا، میں اسے یہ ظاہر کرونگا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں۔ جب وہ کھانا کھانے کے لئے جھکا تو عورت چراغ کی طرف اُٹھی اور اسے گل کر دیا۔ چنانچہ وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالی تمھارے عمل سے بہت خوش ہوا[1]۔ دوسری روایت میں ہے کہ مہمان حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور میزبان حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے[2]۔

مؤاخاۃ کے قیام کا اُصول

جب مدنی معاشرہ اسلام سے مرتبط ہوا تو مؤاخاۃ کی ضرورت پیش آئی لیکن رشتہ اُخوت صرف مسلمانوں کے مابین ہو سکتا ہے کیونکہ مؤاخاۃ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معرفت سے ہوتا ہے جیسا کہ ہجرت کی بنیاد اللہ ورسول کی اطاعت ہے، یہی موالات کا مفہوم ہے۔ دین اسلام کے اندر اگر اہل وعیال مسلمان نہ ہو تو اِن کے ساتھ بھی ترکِ موالات کیا جائیگا۔ مشرکین سے ترکِ موالات کے بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾[3]

اے مؤمنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو مددگار نہ بناؤ۔

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قول اللہ تعالی: ویؤثرون علی انفسہم، حدیث نمبر: ۳۷۹۸، ص: ۵/۳۴

[2]) صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ، حدیث نمبر: ۲۰۵۴، ص: ۳/۱۶۲۵

[3]) سورہ الممتحنہ: ۶۰/۱

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے معاہدوں میں ترک موالات پر زور دیا ہے۔ اور امان نامہ ترک موالات سے مشروط کیا۔

"لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَفَارَقَ الْمُشْرِكِينَ"[1]

امان اس کے لئے ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ نماز قائم کرے۔ زکوۃ دے اور مشرکوں سے علیحدہ ہو۔

یعنی رسول اللہ کی طرف سے بنو جُوین طائی کیلئے امان ہے جب تک لوگ یہ قیام صلوۃ اور ادائے زکوۃ کے ساتھ مشرکین سے ترکِ موالات کرے اور جُنادہ ازدی سے ترکِ موالات پر معاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:

"مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ، وَأَطَاعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَفَارَقُوا الْمُشْرِكِينَ فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ "[2]

جب تک یہ لوگ نماز قائم رکھے۔ زکوۃ دے۔ اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرے اور مشرکین سے الگ ہو، امان میں رہیں گے۔

یعنی ان کیلئے امان ہے جب تک اللہ ورسول کی اطاعت کے ساتھ مشرکین سے ترکِ موالات کرے۔

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۱/ ۲۶۹

[2]) ایضا، ص:۱/ ۲۷۰

باب چہارم معاہدات نبوی کے روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا جائزہ

فصل اول پاکستانی نظام معیشت میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت

فصل دوم دور جدید کے قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے

فصل سوم معاہدات نبوی اور پاکستانی نظام معیشت کا علمی و تطبیق جائزہ

فصل اول

پاکستانی نظام معیشت میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت

فصل اول پاکستانی نظام معیشت میں معاہدوں کی ضرورت واہمیت

تعارف

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے جنوبی ایشیا کا اہم اور بہترین ملک ہے۔ آبادی کے لحاظ سے دنیا کا چھٹا بڑا اور معاشی اعتبار سے بیالیسواں ملک ہے۔ یہاں کا طرز حکومت پارلیمانی ہے۔ اس کے نظام معیشت کی پالیسیاں بہت واضح ہے جس پر ملکی معیشت استوار رہتی ہے۔ چونکہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اس لئے اس کا شمار دنیا کے بہترین زرعی ممالک میں ہوتا ہے۔ برصغیر کی تقسیم سے پہلے خوراک کی تمام ضروریات موجودہ پاکستان سے پوری ہوتی تھیں اور گندم اور چاول کی پیداوار اتنی بکثرت کہ ملکی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ برآمد بھی کی جاتی تھی۔ اب بھی پاکستان میں تیل، گیس اور تانبے کے کافی ذخائر موجود ہیں۔ اگرچہ ان کی دریافت کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں لیکن تاحال ملکی ضروریات پوری کرنے کے لئے اب بھی ناکافی ہے، اس لئے اس میں تیزی لانے کی مزید ضرورت ہے [1]۔

قیام پاکستان کے بعد مسلمانوں کو مختلف چیلنجز کا سامنا تھا۔ جس میں سب سے مشکل ترین ملک کے دفاع کے علاوہ معاشی استحکام بھی تھا۔ آزادی کے بعد پاکستان کے حصے میں خاطر خواہ وسائل نہیں تھے۔ ملک کے لیڈروں کے لئے یہ ایک کڑا امتحان تھا جس کی بدولت پاکستانی نظام معیشت کی پالیسیاں مرتب کی گئی۔ ہر دور حکومت نے بہتر نتائج حاصل کرنے کے لئے اپنی معاشی پالیسیاں بنائی۔ ہمہ وقت پاکستانی معیشت کے بنیادی معاشی ذرائع میں زراعت اور کان کنی ہے۔ دوسرے معاشی شعبوں میں انڈسٹری زون کے علاوہ آئی ٹی اور ٹیکسٹائل کا بھی معاشی استحکام میں کافی حصہ ہے۔ ۱۹۷۴ء کے بعد مشرق وسطی سے ترسیل زر سے بھی نظام معیشت کو کافی تقویت ملی جو آج تک جاری ہے [2]۔

معاشی معاہدوں کی ضرورت

پاکستان میں ملکی ضروریات پوری کرنے کے لئے باہمی معاشی معاہدوں سے اشیاءدرآمد بھی کی جاتی ہے۔ بہت ساری اشیاء بیرون ملک برآمد کی جاتیں ہیں جس سے ملکی خزانے کو خوب فائدہ پہنچتا ہے۔ موجودہ دور میں ترقی یافتہ ممالک سے معاشی معاہدوں کی بدولت پاکستانی ریاست کی آمدنی کا دوسرا بڑا ذریعہ ڈیجیٹل معیشت ہے جو

---

1) A Geography of Pakistan: Environment, People and Economy, by Faze Karin khan, 1991,Oxford University press, page:1-3

2) Pakistan The struggle Within: Growth, Power and Poverty, by Akmal Hussein, Pearson Education LTD, India,2009,page No:34

انفارمیشن اور کمیونیکیشن ٹیکنالوجی کی مدد سے اِس کے فروغ اور پائیدار ترقی پر خاص توجہ دی جارہی ہے۔ پی ٹی اے محکمہ کی وساطت سے اس کی ترقی کے لئے کافی سارے اقدامات اُٹھائے گئے ہیں جس کی کوششوں سے ملکی خزانے کو کثیر منافع حاصل ہو رہا ہے۔

تاریخی پس منظر

پاکستان کی ستّر سالہ تاریخ معاشی معاہدوں سے بھری پڑی ہے۔ اس کی معاشی معاہدوں کی تاریخ معاشی نظام کے ساتھ ہی منسلک ہے۔ مختلف اوقات میں کئی طرح کے بڑے بڑے معاہدے ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلا معاشی اور دفاعی معاہدہ ۱۹۵۳ء میں امریکہ کے ساتھ ہوا جس میں باہمی اتفاق سے فریقین کے مابین طے کیا گیا کہ پاکستان کی دفاعی پوزیشن مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو معاشی مدد بھی فراہم کی جائے گی، چنانچہ معاہدہ کی رو سے ہزاروں ٹن گندم پاکستان کو مہیا کی گئی جس سے مقصود پاکستان کے اقتصادی نظام کو متوازن رکھنا تھا۔ اس کے بعد معاشی معاہدوں کا سلسلہ ایسا چل پڑا جو آج تک جاری وساری ہے[1]۔

معاشی معاہدوں کی اہمیت

ماہرین معاشیات کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ ریاست کے معاشی نظام کا انحصار اس کے اقتصادی معاہدوں پر ہوتا ہے۔ پاکستانی نظام معیشت کا انحصار بھی معاشی معاہدوں پر ہے جن کی بدولت معیشت کو روز بروز استحکام ملتا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد دوسرے ممالک کے ساتھ مستقل بنیادوں پر معاشی معاہدے ہوئے۔ جن میں اگر ایک طرف ضروریات پوری کرنے کے لئے اشیاء بیرون ملک سے منگوائی جاتی تھی تو دوسری طرف کثیر منافع حاصل کرنے کے لئے کئی نامور چیزیں برآمد بھی کی جاتیں تھیں۔ پاکستان کے دیگر ممالک کے ساتھ کئی قسم کی نوعیت کے معاشی معاہدے اب بھی ہیں جن میں صنعت وحرفت کے علاوہ سرمایہ کاری کرنے اور زرعی اجناس کے تبادلے کے معاہدے بھی شامل ہیں۔

پاکستانی تاریخ کا سب سے بڑا اقتصادی معاہدہ

دور جدید میں پاکستان کا سب سے اہم معاہدہ چین کے ساتھ ہوا ہے جو مکمل ۵۲ معاہدوں پر مشتمل ہیں اور اقتصادی راہداری منصوبے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پاکستانی تاریخ میں اس سے بڑھ کر کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔ اس معاہدے سے پاکستانی نظام معیشت کو خوب استحکام ملے گا اور مستقبل قریب میں پاکستانی معشیت کو دنیا کی

(1 A Brief Histoy of Pakistan, by James Whnbrandt, 2009, an Imprint Infobase Publishjng NewYork, P-234

بہترین معیشتوں میں شمار کیا جائیگا۔ پاکستانی نظام معیشت میں معاشی معاہدوں کی ضرورت واہمیت کا اندازہ درج ذیل نکات سے بدرجہ اتم معلوم ہوتا ہے جس سے نظام معیشت کا یہ بہترین باب مزید روشن ہو جاتا ہے:

آزادانہ تجارت

آزادانہ تجارت سے مراد وہ تجارت ہوتی ہے جس میں درآمد روکنے یا ملکی صنعت کو دیگر ممالک کے مقابلے سے محفوظ رکھنے کے لئے ملکی مصنوعات پر عائد کردہ زیادہ محصول کو ختم کیا جائے۔ آزادانہ تجارت کے آغاز سے ہی باہمی تجارتی تعلقات کے فروغ اور سرمایہ کاری میں قابل قدر حد تک اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے دوسرے ممالک کے درمیان لین دین میں اضافہ اور نجی شعبہ کو فروغ حاصل ہو جاتا ہے۔ دور جدید کے انسانوں کو مختلف چیلنجز درکار ہیں جس میں غربت، اقتصادی بحران اور قدرتی آفات شامل ہیں۔ پاکستان سمیت دنیا کا کوئی علاقہ ان چیلنجز سے محفوظ نہیں۔ ان سے نمٹنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آزاد تجارت کا ماحول پیدا کیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے پاکستان کے دیگر ممالک سے آزادانہ تجارت کے معاہدے قائم ہیں جن سے ممکن حد تک تجارتی رکاوٹوں کو دور کر کے موجودہ دیرینہ معاشی مسائل پر قابو پانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ممالک اور علاقائی خطوں کے درمیان آزادانہ تجارت کو ترقی اور سرمایہ کاری کا ایک اہم عنصر سمجھا جاتا ہے۔ خصوصا پڑوسی ممالک سے کھلی تجارت کی صورت میں دونوں ملکوں کے عوام کی آمدورفت شروع ہو جاتی ہے۔ سرمایہ کاری سمیت فنی مہارتوں کا تبادلہ بھی ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں یہ معاہدے اقتصادی ترقی کے کاموں اور تعلقات قائم کرنے میں ایک اہم ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے جو دونوں ملکوں کے لئے اہم اور اس کے مفاد میں ہوتا ہے۔

میثاق مدینہ اور آزادانہ تجارت

پاکستان نے کئی مرحلوں میں باقی دیگر ممالک کے ساتھ خوب معاشی تعلقات قائم کر کے خوش آئند اقدامات کئے ہیں جس کے لئے مزید کوششیں اب بھی درکار ہیں۔ آزادانہ تجارت کی بنیاد کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ اصولوں پر مبنی تجارت پر عمل درآمد ہو یعنی ایک ملک کا دوسرے ملک کی مارکیٹ تک رسائی آسان ہو۔ اس کے دائرے میں رہتے ہوئے دونوں ممالک کو برآمدات ودرآمدات برابری کی سطح پر ہو تاکہ دونوں طرف سے معاشی برابری برقرار رہے۔ قومی مفاد کی خاطر جناب رسول اللہ ﷺ نے بنو قینقاع کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ زیورات کی خرید وفروخت کے حوالے سے مدینہ میں بنو قینقاع کا بازار بہت مشہور تھا۔ معاہدے کی رُو سے مسلمان آزادانہ طور پر ان بازاروں کا رخ کیا کرتے تھے۔ سن ۲ میں بدعہدی کی وجہ سے ان کو جلاوطن کیا گیا تو اس کا سبب بھی

وہی واقعہ تھا کہ ایک یہودی دکاندار نے مسلمان عورت سے چھیڑ چھاڑ کی۔اس کی چیخ وپکار پر ایک انصاری صحابی نے یہود کو قتل کر ڈالا۔ جس پر تمام یہود نے مل کر انصاری کو شہید کیا۔ دیت کے مطالبے سے انکار کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کو جلاوطن کیا[1]۔

پیداوار میں اضافہ

پاکستانی نظام معیشت میں پیداوار کا اضافہ اہم عنصر شمار کیا جاتا ہے۔ اقتصادی معاہدوں سے ملکی پیدوار میں بھرپور اضافہ ہو کر دوطرفہ تجارت میں خوب فائدہ ہو جاتا ہے۔ بہتر معاشی معاہدوں سے پیداوار کا حصول آسان اور یقینی ہو کر بے شمار کاروباروں کی آمدن میں اضافہ کر دیتا ہے۔ ملازمت اور روزگار کے نت نئے مواقع میسر آجاتے ہیں۔ پاکستان کے باہمی معاشی معاہدوں سے قبل ملکی پیداوار محدود تھی جو ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لئے تو کافی تھی لیکن بیرونی معاشی معاہدوں کے بعد پیدوار میں اضافہ ناگزیر ہوا تاکہ ملکی ضروریات کے علاوہ برآمدات میں ترقی بھی ہو اور ترسیل میں آسانی۔ پاکستان میں برآمدات کی ترسیل میں بین الاقوامی معیار کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔اس سلسلے میں افراد کی مہارت کے معیار پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ بین الاقوامی سطح کی عالمی منڈیوں تک رسائی کے بعد مسابقت اور مقابلہ سے پیداوار کی زیادتی و معیار اور بھی بلند تر ہو جاتا ہے۔ ملکوں کے درمیان دوطرفہ معاشی معاہدوں سے کسٹم ڈیوٹی میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس سے زرعی اور مصنوعاتی سمیت تمام پیداوار روز بروز بڑھ جاتی ہے۔ پاکستان کا ترقی یافتہ ممالک سے معاہدوں کی صورت میں جدید مشینری منگوائی جاتی ہے جس سے پروڈکشن میں مزید ترقی آجاتی ہے۔ پیداوار میں اضافے کی اہمیت کے پیش نظر جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اہل خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ کیا تھا تو مسلمانوں کے پاس ماہر کاشت کاروں کی کمی تھی۔ اس معاہدے کی رو سے ملکی پیدوار میں خوب ترقی ہوئی اور مدینہ منورہ کی ضروریات پوری کرنے میں کافی کارگر ثابت ہوئی[2]۔

معاشی رُکاوٹوں کا دور ہونا

معاشی رُکاوٹوں سے مراد وہ عوامل ہوتے ہیں جو آپس کے لین دین میں رکاوٹ بنے۔ تجارتی رکاوٹیں دور کرنے سے ملک کے تمام علاقوں میں تجارت خوب ترقی کرتی ہے اور روزگار کے مواقع زیادہ سے زیادہ میسر آجاتے ہیں۔ جب ملکی اور علاقائی تجارت کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کی جائے اور ترقی کے لئے کاروبار میں جدت لائی جائے

---

1) سیرت ابن ہشام، ص:۲/۴۷

2) ایضا، ص:۲/۳۵۶

توبزنس پراڈکٹ ویلیو[1] کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے جن سے ملکی مصنوعات بین الاقوامی مارکیٹ میں جگہ بنالیتی ہے۔

پاکستان جیسے ملک میں کاروبار کے بہت شاندار مواقع موجود ہے۔ دیگر ممالک سے باہمی معاشی معاہدوں پر عملدرآمد کرنے سے تجارتی رکاوٹیں ختم ہو کر علاقہ معاشی طور پر مستحکم ہو سکتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر تجارتی رکاوٹیں دور ہونے سے ملکوں کے درمیان دو طرفہ تجارت میں اضافہ اور سرحدوں پر تاجروں کو آسانیاں میسر آجاتیں ہیں۔ ملکی برآمدات کو فروغ ملتا ہے جس کے باعث ضروری اقدامات سے ملکی برآمدات کا ہدف مکمل کرنے میں مدد ملتی ہے اور تجارتی سرگرمیاں بھی بڑھ جاتی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ نیک نیتی اور ایمانداری سے کام کرتے ہوئے ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

رسول اللہ ﷺ میثاق مدینہ کے بعد خود بنفس نفیس بنو قینقاع کے بازار کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے[2] اور دفاعی اور معاشی استحکام کے لئے اہل ایلہ کے غیر مسلم ہونے کے باوجود ان کے ساتھ دو طرفہ امور پر بات چیت کی اور بری وبحری جہازوں کی حفاظت اور زمینی آمدورفت کے ذرائع پر اتفاق کر کے معاہدہ کیا[3]۔

ایف ٹی اے کا مفہوم

ایف ٹی اے (FTA)[4] سے مراد دو ملکوں کے درمیان تجارتی رکاوٹیں دور کر کے آزاد معاشی معاہدے پر اتفاق کا نام ہے۔ مملکت پاکستان بھی ایف ٹی اے کے تحت دیگر ممالک سے تجارت کیا کرتی ہے جس سے اگر ایک طرف تجارت دگنی کی جاسکتی ہے تو دوسری طرف اقتصادی تعلقات وسیع بنیاد پر قائم کئے جاتے ہیں۔ ایف ٹی اے کے تحت باہمی معاشی معاہدوں کو متوازی بنانے کے لئے دو طرفہ مصنوعات پر عائد بھاری درآمدی ڈیوٹیاں کم کی جاسکتی ہے۔

تجارتی رکاوٹوں میں سے ایک بڑھتی ہوئی مذہبی منافرت بھی ہے جس سے تجارت میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ میثاق مدینہ کی بدولت مسلمان، یہود کے بنو قینقاع کے بازار سمیت تمام تجارتی مراکز میں آزادی کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے۔ جس سے مدینے کا معاشی نظام مستحکم ہوا۔ مثال کے طور پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی

---

[1] کاروبار میں بہترین مصنوعات اور اس کی قدر وقیمت

[2] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق، حدیث نمبر:۲۱۲۲، ص:۶۶/۳

[3] فتوح البلدان، ص:۱/۶۷

[4] Free Trade Agreement

اللہ عنہ نے پہلے ہی دن سے تجارت شروع کی اور منافع حاصل کیا جو بعد میں مدینہ کے مالدار ترین اصحاب میں شمار ہونے لگا[1]۔

معاشی ترقی وخوشحالی کا اہم راز

مادیت کے اس دور میں ریاست کے باقی ملکوں سے تعلقات کے بغیر معاشی ترقی ایک خواب بن کر رہتا ہے۔ اقتصادی کامیابی کا اصل دارومدار ملک کے باہمی معاشی معاہدوں سے ہوتا ہے کہ ان معاہدوں سے ملک کی معیشت کو ایک بنیادی معاشی ڈھانچہ فراہم ہو جاتا ہے جس سے تجارتی سرگرمیوں کے فروغ میں مزید کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے بغیر کوئی بھی ملک دنیا میں اپنا معاشی مقام نہیں بنا سکتا۔ معاشی معاہدوں کے سبب ایک طرف نئ آسامیاں پیدا ہوتی ہے تو دوسری جانب بہت کم اجرت کے سیکٹر کی تعداد میں مزید وسعت آجاتی ہے بلکہ تسلی بخش معیشت کی خاطر دوطرفہ اقتصادی معاہدوں میں ایسے اقدامات کی ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے معیشت مضبوط ہو۔ پاکستان میں مضبوط معاشی معاہدے موجود ہیں جن سے بہترین کاروباری ماحول کا اِحیاء اور مقامی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ معاہدے غیر ملکی سرمایہ کاری کے فروغ کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں سب سے زیادہ اہم کردار اس کے معاشی معاہدے ادا کرتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں معاشی معاہدوں کو خصوصی اہمیت دی جاتی ہے تاکہ معاشی ترقی میں خاطر خواہ اضافہ کیا جاسکے۔ باہمی معاشی معاہدوں کی وجہ سے علاقائی تجارت کے فروغ کی جانب بھی زیادہ توجہ دی جاتی ہے ۔علاقائی تجارت سے مراد یہ نہیں کہ بے تحاشا درآمدی اشیاء بنا کر تجارتی حجم میں اضافہ کیا جائے بلکہ علاقائی ممالک کو بہتر برآمدات بڑھانے پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ پاکستانی معیشت میں معاشی ترقی کے اہداف حاصل کرنا معاشی معاہدوں پر ہی منحصر ہے کہ جس سے معاشی ترقی کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔ پاکستان میں وفاق اور صوبوں کے مابین معاشی معاہدوں سے قومی آمدنی میں اضافے کے ساتھ ساتھ ٹیکس وصولی بھی خوب ممکن ہو جاتی ہے۔ اشیاء کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ ملکی وبین الاقوامی معاشی معاہدوں کی باقاعدہ منصوبہ بندی اور بہترین نیٹ ورک سے مقامی پیداوار کے علاوہ دیگر شعبوں پر بھی مثبت اثرات مرتب ہو جاتے ہیں جس سے ترقی کی نت نئ راہیں کھلتی ہیں کیونکہ بہت سے شعبے ایسے ہیں جہاں روایتی برآمدات کے علاوہ اچھی مصنوعات بنا کر زیادہ منافع حاصل کر کے برآمدات بڑھی جاسکتی ہے۔

---

[1]) صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب قول اللہ: فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا، حدیث نمبر:۲۰۴۸، ص:۳/۵۳

ریاست مدینہ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور ارد گرد کی آبادیوں کے مابین ہونے والے کئی مختلف معاہدے بھی ریاست کی آمدن کا ذریعہ تھے کیونکہ ان معاہدوں میں معاشی تعلقات نمایاں تھے[1]۔

مال و دولت کی حفاظت

باہمی معاہدوں سے مال و دولت کی خوب حفاظت بہترین طریقے سے کی جاسکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے بنام اکبر بن عبد القیس تحریر فرمایا: کہ ان کو رسد اور غلے کے راستے سے نہ روکا جائے گا' نہ بارشوں کے پانی سے اور نہ پھلوں کی تیاری کے وقت منع کیا جائے گا[2]۔

رسول اللہ ﷺ نے کئی قبائل کے افراد کو انفرادی ملکیت کی ضمانت اور حفاظت کا فرمان تحریر کیا تھا چنانچہ عباس بن مرداس السلمی کیلئے تحریر فرمایا کہ انہیں "مدفوا" دیا جائے۔لہذا جو ان سے مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہو گا۔ہوذہ السلمی کو "الجفر" اور الاجب کے لئے "فالس" عطا کرنے کی تحریر لکھوائی تھی[3]۔

معاشی مشکلات کی جڑ

غربت و پسماندگی معاشی مشکلات کی جڑ ہے اس کو دور کرنے کے لئے معاشی معاہدوں کے بغیر کوئی راہ نہیں اور نہ مستحکم اور پائیدار معاشی نظام کا وجود ممکن ہے۔ملکی معاشی معاہدوں سے قومی مفاد، دوطرفہ خیر سگالی و معاشی معاونت، مشترکہ سرمایہ کاری اور تجارت کے مواقع کے حصول آسان ہو کر ملک کا چپہ چپہ معاشی ثمرات سے بہرہ آور ہو سکتا ہے۔ملک کی داخلی پیداوار کی رونق اور تقویت کے ذریعے سے اقتصادی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔پاکستان اور دیگر ممالک کے مابین اقتصادی معاہدوں کا بنیادی مقصد قومی معاشی خوشحالی ہے اور ایک ایسا اقتصادی نظام رائج کرنا ہے جو معاشی مشکلات کے عوامل کو دور کر کے ترقی کی جانب گامزن ہو اور عالمی اقتصادی تجارتی نظام سے منسلک رہنے کا ایسا سنہری موقع میسر آجائے جس کے فوائد سے مکمل استفادہ کر کے ترقی کی راہیں ہموار کی جائے۔ملکی و بین الاقوامی معاشی معاہدے اپنی افادیت کے لحاظ سے اہم ترین ہے جو مشکل کے چیلنجز سے نمٹنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔صنعتوں اور وسائل میں کمی کی وجہ سے باہمی اقتصادی سمجھوتے وقت کی ضرورت ہے تاکہ صنعتوں میں ترقی اور وسائل میں زیادتی پیدا ہو۔

---

[1] رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی، ص:۱۴۱

[2] طبقات ابن سعد، ص:۲/۴۸

[3] ایضاً، ص:۲/۳۵

ہجرت مدینہ کے پانچ ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے غربت وافلاس پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے مابین بھائی چارے کا قیام کیا جو کافی کارگر ثابت ہوا اور اس مسئلے پر کافی حد تک قابو پالیا گیا[1]۔

پاکستان میں بھی غربت وافلاس کے خاتمے کیلئے اگر یہی فارمولا اختیار کیا جائے اور مسلمان رضامندی سے بھائی چارے کو فروغ دے کر مختلف افراد اور خاندان کی معاشی کفالت کی ذمہ داری لے تو معاشرہ میں غربت وافلاس سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھٹکارہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

معاشی مشکلات کا عملی حل

معاشی مشکلات کے عملی حل کے لئے باہمی معاشی معاہدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔پاکستان جیسی ریاست نے ان مشکلات پر قابو پانے کیلئے ملکی وبین الاقوامی سطح کے معاشی معاہدے کئے ہیں۔ان معاہدوں سے ملکوں کے دوطرفہ تجارتی ومعاشی تعاون کے فروغ کے لئے نئے شعبوں کی تلاش اور تجارتی معلومات تک تاجروں کی رسائی یقینی بنائی ہے اور اس پر عملدرآمد کرنے سے تجارت کے فروغ میں نئی کرن پیدا ہو جاتی ہے جو دونوں ممالک کے لئے فائدہ مند ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ غیر ملکی سرمایہ کاری کی راہ بھی ہموار کرتی ہے۔انہی کی بدولت طرفین باہمی تجارت بڑھانے کی صلاحیت پیدا کرسکتے ہیں جو خطے میں ایک مضبوط تجارتی مرکز کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے معاشی مشکلات کے عملی حل کیلئے اہل فدک سے پیداوار کے نصف پر معاہدہ کیا تھا[2] اور فتح خیبر سے پہلے مسلمانوں کی معاشی مشکلات کافی تھی۔جب رسول اللہ ﷺ کی دور اندیشی سے صلح حدیبیہ کامیاب ہوا تو مسلمانوں کیلئے دو دشمنوں میں سے ایک کے ساتھ لڑنا آسان ہوا۔فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کے معاشی حالات کچھ بہتر ہوئے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ فتح خیبر کے بعد ہی ہم کھجوروں سے سیر اب ہوئے[3]۔

---

1) امتاع الاسماع، ص:۱/۶۹

2) فتوح البلدان، ص:۱/۳۹

3) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث نمبر:۴۲۴۲، ص:۵/۱۴۰

فصل دوم

دور جدید کے قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے

فصل دوم دور جدید کے قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے

قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے

موجودہ دور میں اقتصادی معاہدوں کو خاص اہمیت کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ تمام ممالک کا معاشی معاہدوں سے گہرا تعلق ہے۔ اِس کے بغیر کوئی بھی ریاست ترقی نہیں کر سکتی۔ ریاست معاشی نظام کے استحکام کے لئے مختلف نوعیت کے کئی معاہدے کرتی ہیں جن میں ملک کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے اندرونی اور علاقائی معاشی معاہدے اور ملکی ضروریات پوری کرنے کے لئے بیرونی معاہدوں سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پاکستان جیسی ریاست میں بھی کئی نوعیت کے مختلف معاشی معاہدے قائم ہیں جن پر پاکستان کا نظام معیشت استوار رہتا ہے۔

قومی اقتصادی معاہدے

ملک کی معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ملکی سرمایہ کاری کے ساتھ ساتھ سرمایہ کاروں کو تجارت کرنے کا موقع فراہم کیا جائے اور تاجروں کو تجارت کے دھارے میں شامل کیا جائے کیونکہ قومی سطح پر سرمایہ کاری کے کلچر کو فروغ دے کر ہی معاشی ترقی کے اہداف حاصل کئے جاسکتے ہیں اور بہترین معاشی ماحول بھی۔ تجارت کے فروغ اور بھرپور فائدے کے حصول کے لئے حکومت پاکستان کے کئی اداروں کے ساتھ اقتصادی معاہدے ہوئے ہیں جس سے مقصود پیداوار میں اضافہ کر کے ملکی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ مملکت پاکستان کے کئی نامور قومی معاشی معاہدے ہیں جس کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

قومی اداروں کے حصص کی نجکاری کے معاہدے

ملکی معیشت میں اداروں کی نجکاری کا مقصد صرف پیسہ حاصل کرنا نہیں بلکہ ان اداروں کو اکیسویں صدی کی منیجمنٹ دنیا کے بہترین تجربہ کار سرمایہ کاروں کے حوالے کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ ان اداروں کو خسارے سے نکال کر انہیں منافع بخش بنائے اور ان میں روزگار کے نئے مواقع پیدا کریں۔ اس نجکاری کے تحت قومی اداروں کی عالمی مالیاتی اداروں سے معاشی تعلقات قائم ہو کر معاشی نقصانات پر قابو پایا جاتا ہے اور اس میں موجود خامیوں کو کم وقت میں دور کر کے ملک کی اکانومی واپس ٹریک پر آتی ہے۔ حال ہی میں پاکستان میں وزارت نجکاری نے بڑے قومی اداروں کے حصص کی ملکی و بین الاقوامی اسٹاک ایکس چینج کے ذریعے فروخت کا ایک بڑا نجکاری پلان مکمل کرنے کا اعلان کیا ہے جس سے کثیر مالیت حاصل ہونے کا تخمینہ ہے۔ ان اداروں میں پاکستان اسٹیل ملز، حبیب بینک اور پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز وغیرہ شامل ہے۔

حکومت پاکستان کا انرجی سیکٹر میں بجلی کا بحران حل کرنے، لوڈشیڈنگ اور پیداور سمیت کئی الیکٹرک سپلائی کمپنیوں کے حصص کی نجکاری کے معاہدے ہوئے ہیں جس کی دستاویزات بھی موجود ہیں لیکن ملک کے مفاد کی خاطر بجلی کی تقسیم کار کمپنیوں کا کنٹرول اور مینیجمنٹ حکومت کے پاس رہے گی[1]۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی خیبر کے مفتوحہ علاقوں میں الشق، النطاۃ، سلالم اور الوطیح تو مسلمانوں کیلئے مختص کئے لیکن مسلمانوں کے پاس ماہر کاشت کاروں کی کمی تھی اس لئے یہ علاقے خیبر کے یہودیوں کو مقرر حصوں پر دیئے گئے تاکہ اس سرزمین کی پیداوار جاری وساری رہے[2]۔

قومی اقتصادی کمیشن (NFC) کے ایوارڈ

این ایف سی[3] ایوارڈ دراصل قومی وسائل کی تقسیم پر وفاق اور صوبوں کے مابین ایک معاہدہ ہے جو ۱۹۵۱ء میں شروع ہوا۔ جس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ وفاق کی جانب سے صوبوں کو معاشی فوائد مہیا کرتے ہوئے مالیاتی عدم توازن سے بچانا اور قومی وسائل کی مساویانہ اور منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے پر باہمی اتفاق کرنے کا نام این ایف سی ایوارڈ ہے[4]۔

اس معاہدے کے تحت وفاق اور صوبے اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ وہ ملک کی اکائیوں میں ہر طرح سے اقتصادی ومالیاتی معاملات اور وسائل کی تقسیم پر اتفاق رائے کا ماحول پیدا کریں اور قومی یکجہتی کو مضبوط بنائیں۔ این ایف سی کی روح کے مطابق محصولات کو منصفانہ طریقے پر تقسیم کیا جائے گا جس سے ترقی کا عمل اور عوام کی خوشحالی کی منزل جلد قریب آئے گی۔ این ایف سی ایوارڈ پر مکمل عملدرآمد سے صوبائی ہم آہنگی، افہام وتفہیم، قومی اقتصادی پالیسیوں اور ہمہ گیر منصوبوں کے جملہ اثرات سے عوام فیضیاب ہوسکتے ہیں[5]۔

اس خود مختاری وحقوق کی منصفانہ تقسیم کا ثبوت سیرت نبوی میں واضح ملتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ضماد الازدی کو تحریر فرمایا کہ وہ اپنی جس زمینداری کی حالت میں اسلام لائے وہ زمینداری انہیں کی رہے

---

[1] Ministry of Finance,05-01-2017,09:45am,privatisation.gov.pk/urdu/?page_id=187

[2] فتوح البلدان، ص:۱/۳۵

[3] نیشنل فنانس کمیشن

[4] National finance commission in Pakistan: A Historical perspective, Iftikhar Ahmad, Pakistan Institute of Development Economics Islamabad, 2007, page No: 2

[5] روزنامہ ایکسپریس، ۲۷ جنوری، ۲۰۱۶

گی بشرطیکہ اللہ ورسول ﷺ پر ایمان رکھے[1]۔

پاکستان کے بین الاقوامی سطح کے معاشی معاہدے

دیگر ممالک کے ساتھ تجارتی معاہدوں سے ملک کی معیشت کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔پاکستان کی تعمیر وترقی میں بین الاقوامی معاہدوں نے اہم کردار ادا کر کے معاشی حالت کو بہتر بنایا ہے۔اِن معاہدوں سے بیرونی سرمایہ کار ملک کے اندر سرمایہ کاری میں دلچسپی لیتے ہیں لیکن پاکستان کی معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ غیر ملکی سرمایہ کاری کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ اِن سرمایہ کاروں کو سہولیات مہیا کی جائیں تاکہ طرفین کے اشتراک سے معاشی دوست پالیسیاں تشکیل دی جائے۔پاکستان کے دیرینہ معاشی مسائل کے حل میں بین الاقوامی معاشی معاہدوں کا بڑا حصہ ہے۔اس سے عالمی سطح پر ایک دوسرے کے اہم معاشی مفادات کا تحفظ کیا جاسکتا ہے اور معیشت وسرمایہ کاری کے شعبوں میں تعاون کی ضرورت کو ممکن حد تک پورا کرلیا جاتا ہے۔سب سے بڑھ کر یہ کہ عالمی معاشی معاہدے عوام کے لئے روزگار پیدا کرنے والے منصوبوں کو مشترکہ طور پر عملی جامہ پہناتا ہے۔

خطے میں امن وسلامتی کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ باہمی معاشی ایجنڈا طے کر کے استعداد کو بڑھایا جائے۔اِس ضمن میں معاشی معاہدوں کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جو مجموعی معیشت کے پھیلاو میں اضافے کے لئے کارآمد ہوتا ہے اور اقتصادی عالمگیریت کے تناظر میں بین الاقوامی مصنوعات کو تحفظ بھی فراہم کیا جاتا ہے۔

پاکستانی معاشی معاہدوں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنی اقتصادی تعلقات کی بنیاد مذہب پر نہیں رکھتا بلکہ وہ غیر مسلم ممالک کے ساتھ بھی تجارتی تعلقات قائم رکھتا ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ہجرت مدینہ کے بعد اگر ایک طرف یہودی لوگوں سے معاہدے تھے تو دوسری طرف نجران کے عیسائیوں سے بھی تھے۔اہل ہجر کے مجوسیوں کے علاوہ بنی غفار کے مشرکوں سے بھی معاشی تعلقات قائم تھے۔مملکت پاکستان کے کئی اہم ملکوں کے ساتھ تجارتی معاہدے ہیں جس پر اب بھی عملدرآمد کیا جاتا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں:

ملائیشا

ملائیشا آسیان ممالک میں پاکستانی مصنوعات کا سب سے بڑا امپورٹر ہے۔دونوں ممالک آزادانہ تجارت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔باہمی اقتصادی معاہدوں کے ذریعے سے پاکستان اور ملائیشا کے مابین تجارت میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔پاکستان سے ملائیشا کی صنعتوں کے لئے بڑی مقدار میں خام مال برآمد کیا جاتا ہے جس سے گذشتہ

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۲/ ۳۰

عرصے میں دونوں ممالک کے درمیان مختلف شعبوں میں تعاون کو فروغ حاصل ہوا ہے۔دونوں ممالک نے ایک ایک درجن سے زائد مفاہمت کی یاداشتوں پر دستخط کئے ہیں تاکہ تجارت سمیت مختلف شعبوں میں تعاون کو مزید بڑھایا جائے۔کاروباری مقاصد کے لئے وہاں جانے والے پاکستانیوں کی ایک کثیر تعداد بھی شامل ہیں جو دونوں ممالک کے مابین اقتصادی تعاون کی حسین امتزاج ہے[1]۔پاکستان کی طرف سے ملائیشیا کو مختلف اشیاء برآمد اور دیگر ضروری اشیاء درآمد بھی کی جاتی ہیں۔ملائیشیا کے ساتھ تجارتی تعلقات میں اضافہ خوش آئند ہے۔جہاں پر پاکستان کے سرمایہ کاروں کے لئے سرمایہ کاری کے وسیع مواقع موجود ہیں وہاں ملائیشیا جیسی ترقی یافتہ ملک کی مارکیٹ سے بھی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔دونوں ممالک کے مابین وقت گذرنے کے ساتھ تجارتی تعلقات بھی مستحکم ہورہے ہیں لیکن صحت مند تجارتی تعلقات تب قائم ہوں گے جب پاکستان کی درآمدات اور برآمدات میں ایک توازن ہو۔

پاکستان کا ملائیشیا کے ساتھ فری ٹریڈ معاہدہ ۸ نومبر ۲۰۰۷ کوالالمپور میں ہوا۔اس معاہدے کی بدولت دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی حجم بڑھ کر برآمدات ۱۸۸ ملین ڈالر اور درآمدات ۸۱۴ ملین ڈالر تھا۔چنانچہ اگلے سالوں میں یہ تعداد بڑھ کر برآمدات ۸۱۴ ملین ڈالر تک پہنچ گیا۔

معاہدہ کے اثرات

اس معاہدے سے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے:

- پاکستان اور ملائیشا کے درمیان باہمی تعلقات مستحکم ہوئے۔
- پاکستان میں معاشی ترقی کی راہ ہموار ہوئی۔
- برآمدی مصنوعات جیسے ٹیکسٹائل، سرجیکل اور چمڑے کے مصنوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔
- پاکستانی تاجروں کی ملائیشا کی مارکیٹوں تک رسائی حاصل ہوئی۔

پاک چین اقتصادی معاہدے

چین اگرچہ غیر مسلم ملک ہے لیکن پاکستان کا حلیف اور انتہائی قریب دوست ہے۔دوسرے ممالک کے مقابلے میں چین کے ساتھ پاکستان کی دوطرفہ تجارت کا حجم سب سے زیادہ ہے۔چین پاکستان کا سب سے اہم شراکت دار ہے۔کچھ ہی عرصہ میں تجارتی حجم ریکارڈ سطح تک پہنچ گیا ہے۔پاکستانی معیشت کی بہتری اور مدد کے لئے چینی

---

[1] Ministry of commerce,16-12-2016, 11:45am,<www.commerce.gov.pk/?page_id=192>

سرمایہ کار پاکستان میں دلچسپی لیتے ہیں اور ان کے لئے اقدامات بھی کرتے ہیں۔ ہمہ وقت دونوں ملکوں کے اسٹیک ہولڈرز کی جانب سے پاک چین تعلقات کی کوششیں ہوتی رہتی ہے۔

موجودہ دور میں پاک چین اقتصادی راہداری منصوبوں کے معاہدے ہوئے جو دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعلقات میں ایک تازہ پیش رفت ہے۔ جنہیں سی پیک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ دوطرفہ تجارتی سرگرمیوں کا خوش آئند اقدام ہے۔ سی پیک جہاں پاکستان اور چین کے درمیان تجارت وترقی کا یہ نیا باب ہے جو دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کی عظیم مثال بھی ہے، وہاں اس سے دونوں ملکوں کے مابین اقتصادی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہوگا جس کے اثرات بہت جلد پورے خطے میں محسوس کئے جاسکیں گے[1]۔

پاک چین اقتصادی راہداری کے اس بڑے پروجیکٹ سے تجارت اور دوطرفہ معاشی تعلقات کے لئے مفید ہوگا۔ تجارت اور سرمایہ کاری کے بڑھتے ہوئے مواقع کے پیش نظر پاکستان اور چین کے بہت سارے کاروباری حضرات نے سرمایہ کاری میں دلچسپی حاصل کی ہے۔ دونوں ممالک کی طرف سے وفود کا تبادلہ بھی ہوتا ہے جس سے نجی سیکٹر سے منسلک معروف چینی کاروباری شخصیات اور سرمایہ کار آتے ہیں جس کا مقصد توانائی، ٹیکسٹائل، زراعت، انجینئرنگ، ٹیلی کمیونیکیشن اور کان کنی کے میدان میں تجارت اور سرمایہ کاری کی ترغیب دینا ہوتا ہے[2]۔

پاکستان اور چین کے درمیان ۲۴ نومبر ۲۰۰۴ میں ایک تجارتی معاہدہ ہوا جس سے تجارتی حجم ۴ بلین ڈالر تک پہنچ گیا۔ ۱۶۔۲۰۱۵ میں یہ تجارت بڑھ کر ۱۲ بلین ڈالر تک پہنچ گیا۔ اس معاہدے کی بدولت دونوں ممالک کے درمیان ایک بڑا تجارتی معاہدہ ہوا جسے اقتصادی راہداری منصوبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس معاہدوں کے اثرات حسب ذیل ہیں:

- دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی وتجارتی رابطہ بحال ہوا۔
- باہمی تجارت میں مزید استحکام آیا۔
- قومی برآمدات میں اضافہ ہوا۔
- دوسرے ممالک سے اقتصادی رابطے میں اضافہ ہوا جس کی بدولت قومی معیشت میں ترقی ہوئی۔

---

1) Ministry of planning development,18-12-2016,08:45pm< www.cpec.gov.pk>

2) جاوید چوہدری. "اقتصادی راہداری منصوبہ". روزنامہ ایکسپریس. (۱۵ پیر، جنوری ۲۰۱۶ء). ص ۴.

امریکا

پاکستان کی معاشی پالیسیاں بڑی واضح ہے جس میں بلا تفریق تمام مذاہب کے ممالک سے تجارتی معاہدے کئے جاتے ہیں۔عیسائی ممالک کے ساتھ بھی معاشی تعلقات قائم ہیں۔ان میں سر فہرست امریکا ہے۔پاکستان اور امریکہ کے درمیان معاشی معاہدے کئی ادوار میں ہو چکے ہیں۔امریکی ادارہ برائے بین الاقوامی ترقی (یو ایس ایڈ) اور پاکستان کی وزارات خزانہ نے معاشی اور سیاسی اصلاحات سے متعلق شراکت داری جاری رکھنے پر اتفاق کیا ہے۔(یو ایس ایڈ) معاہدے کی بدولت امریکہ کی طرف سے پاکستان کی ترقی، ضروری بنیادی ڈھانچے میں بہتری، معاشی مواقع اور خوشحالی بڑھانے کے لئے اقدامات کی جائیگی۔امریکہ کی طرف سے پاکستان کو وقتاً فوقتاً اصلاحات کے نفاذ کے اقدامات کے لئے امداد فراہم کیا جاتا ہے۔امریکی سفارت خانہ کی رپورٹ کے مطابق گزشتہ عشروں کے دوران امریکہ نے ترقیاتی کاموں اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد کے لئے "یو ایس ایڈ" کے ذریعے پاکستان کو تقریباً سات ارب، ستّر کروڑ ڈالر کی خطیر رقم فراہم کی گئی ہے۔جس کے باعث پاکستان کا شمار امریکہ سے سب سے زیادہ غیر ملکی امداد حاصل کرنے والوں ملکوں میں ہوتا ہے۔یو اسی ایڈ کے مطابق اوسطا امریکہ کے لئے پاکستانی برآمدات کا حجم ۷،۱ارب ڈالر، جب کہ امریکہ سے درآمدات ۷، ۱۳ارب ڈالر سالانہ ہوتی ہے۔امریکہ کے لئے پاکستان کی برآمدات میں اسّی فیصد کپاس کی مصنوعات ہیں[1]۔

پاک امریکا کا ایک بڑا تجارتی معاہدہ ۲۰۰۴ میں ہوا۔جس سے تجارتی حجم بڑھ کر ۲۰۱۷ میں ۶ بلین ڈالر تک پہنچ گیا۔اس معاہدے کے حسب ذیل اثرات مرتب ہوئے:

- دوطرفہ تعلقات کی بحالی مستقل بنیادوں پر ہوئی۔سرمایہ کاری کے لئے دوستانہ ماحول میسر آیا۔
- باہمی تجارت اور معاشی استحکام کے لئے دوطرفہ کوششوں میں اضافہ ہوا۔
- مقامی وبیرونی تاجروں کو تجارت اور ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کے وسیع مواقع پیدا ہوئے۔
- اس معاہدے سے پاک امریکا تعلقات امداد کی بجائے تجارتی سانچے میں ڈھل گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائوں سے معاہدہ کیا تھا جس میں معاشی پہلو بھی بہت نمایاں تھا کہ سالانہ دو ہزار کپڑے مدینہ منورہ بھیج دیا کرتے اور خیبر وغیرہ کے یہودیوں کے ساتھ بھی اس قسم کے معاہدے کئے تھے[2]۔

---

[1] U.S.Agency for International Development Pakistan ,25-12-2016, 10:45am,<www.usaid.gov/pakiatan>

[2] کتاب الاموال، ص:۱/ ۲۴۶

پاک سری لنکا تجارت

پاک سری لنکا کے مابین مستحکم تجارتی تعلقات قائم ہیں۔پاکستان سری لنکا کو خام کاٹن بر آمد کرتا ہے جس سے سری لنکا کے صنعت کار بہترین مصنوعات تیار کر کے امریکا اور یورپی یونین کے ممالک کو بر آمد کر کے قیمتی زر مبادلہ کمارہا ہے۔پاکستان سے سری لنکا کو سیب، کھجور دیگر پھل اور سبزیاں بھی بر آمد کی جاتی ہے۔دونوں ممالک کے تاجر وصنعت کار تجارت میں مزید وسعت کے لئے اقدامات کی کوششیں کرتے ہیں۔پاکستان اور سری لنکا آزادانہ تجارت کے باہمی معاہدوں پر عملدرآمد کر کے تقریبا چھ گنا تجارت بڑھایا جاسکتا ہے۔دونوں ممالک آزادانہ تجارت کے معاہدوں سے استفادہ کرتے ہیں جس سے دوطرفہ باہمی تجارت بڑھ رہی ہے۔دونوں ممالک نے باہمی معاشی تعلقات کو مزید مستحکم بنانے اور کثیر الجہتی روابط بڑھانے پر اتفاق کیا۔اگرچہ پاکستان اور سری لنکا کے درمیان مضبوط سیاسی تعلقات ہیں تاہم معاشی تعلقات کو مضبوط بنانے کی اب بھی مزید ضرورت ہے[1]۔

پاکستان کا سری لنکا کے ساتھ فری ٹریڈ معاہدہ ۱۲جون ۲۰۰۵ میں ہوا جس سے بر آمدات ۲۰۰ ملین ڈالر تک پہنچ گیا۔اگلے سالوں میں اس معاہدے سے معاشی تعلقات بڑھ کر تجارتی حجم میں مزید اضافہ ہوااور بر آمدات ۲۴۷ ملین ڈالر تک پہنچ گئے۔

معاہدہ کے اثرات

اس معاہدے سے پاکستان اور سری لنکا کے درمیان دوطرفہ تجارت وسرمایہ کاری کو فروغ ملا۔دونوں ملکوں کے درمیان کاروباری روابط میں تسلسل سے اضافہ ہوا۔دو طرفہ معاشی تعاون کے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔دونوں ممالک کے درمیان تجارت کے اضافے کے وسیع امکانات پیدا ہوئے۔

پاک ایران کے مابین تجارتی تعلقات

پاکستان اور ایران صنعت اور زراعت سمیت متعدد شعبوں میں ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی تعاون کر رہے ہیں۔دونوں ممالک کے درمیان آزاد تجارتی معاہدے قائم ہیں جس کے تحت دونوں ممالک اس بات کے پابند ہے کہ دوطرفہ تجارتی وفود کے تبادلے، مشترکہ بزنس کونسل کو فعال کرنے، تجارت کے لئے مزید پوائنٹس کھولنے اور بارڈرز مارکیٹکے قیام پر اتفاق کیاہے جس کے نتیجے میں دونوں ممالک کے درمیان تجارتی تعاون میں فروغ اور آئندہ برسوں میں تجارتی حجم کو ایک معقول سطح تک لے جانے میں مدد دے گا[2]۔

---

[1] Ministry of commerce,20-12-2016, 03:30pm,www.commerce.gov.pk/?page_id=215

[2] www.commerce.gov.pk/?page_id=218, 25-12-2016,08:pm

پاک بھارت تجارتی معاہدے

بھارت اور پاکستان نے تجارت کے فروغ دینے اور تجارتی تعلقات کو مزید بہتر بنانے کے لئے کئی اہم معاہدوں کے قیام پر اتفاق کیا ہے۔اِن معاہدوں میں سر فہرست کسٹم معاہدہ، اشیاء کے لین دین کا معاہدہ اور ریڈریسل آف ٹریڈ گریونس ایگریمنٹ [1] شامل ہیں۔پاکستان اور بھارت نے ایک دوسرے کو پسندیدہ ملک قرار دیا ہے۔یہ پسندیدہ ملک (WTO) کی ایک خاص ٹرمینالوجی ہے جس کے تحت ممبران ملک ایک دوسرے کو پسندیدہ ملک کا درجہ دیتے ہیں جس کی بدولت دوطرفہ تجارت میں آسانی ہوتی ہے۔دونوں ممالک کے مابین تجارتی تعلقات کو مزید مضبوط بنانے کے لئے وقتاً فوقتاً ضروری اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔پاک بھارت میں موجود تمام مسائل کے حل کی کنجی باہمی تجارت میں چھپی ہے۔بلاشبہ تجارت کوئی بری چیز نہیں ہے اور بھارت سمیت کسی بھی ملک سے تجارت کی جاسکتی ہے لیکن عملی طور پر یہ تجارت بہت حد تک یکطرفہ نظر آتی ہے کہ بھارت کو بر آمدات کم اور درآمدات زیادہ کی جاتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ بر آمدات ودرآمدات میں توازن برابر ہو۔

پاک انڈیا سب سے بڑا تجارتی معاہدہ استمبر ۱۹۶۳ء میں کراچی میں ہوا۔جس سے دوطرفہ معاشی تعلقات پر زور دیا گیا۔اس معاہدے کے مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوئے:

- دونوں طرف کے تاجروں کو تجارتی مراعات دی گئی۔
- تجارتی رکاوٹیں دور ہوئی۔
- پاکستانی بر آمدات جیسے پیاز، نمک اور سیمنٹ وغیرہ میں اضافہ ہوا۔
- باہمی تجارت سے پاکستان کا اقتصادی نظام مستحکم ہونے کے قریب ہوا۔

پاک افغان ٹرانزٹ ٹریڈ

پاکستان اور افغانستان نے باہمی اتفاق رائے سے افغان ٹرانزٹ ٹریڈ ایگریمنٹ پر دستخط کئے ہیں۔جس کے تحت افغان تجارتی سامان کو کراچی سے افغانستان تک راہداری دی گئی ہے۔اس کے علاوہ پاکستان اپنی مصنوعات افغانستان کے راستے وسطی ایشیاء ممالک کو بھجوا سکے گا اور افغانستان کا سامان واہگہ کے ذریعے بھارت جا سکے گا۔

---

[1]) ریڈریسل معاہدہ دوطرفہ تجارت میں بہت اہم ایک مربوط نظام ہوتا ہے جس کے تحت اگر کسی ملک کے تاجر کو کوئی شکایت ہو تو اس نظام کی وجہ سے اُس کی شکایت کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

[10]پاک افغان تجارتی معاہدہ ۲۰۰۵ میں ہوا جس سے بر آمدات ۱۱۰ ملین ڈالر تک بڑھے اور ۲۰۱۷ میں بر آمدات ۱ بلین تک پہنچ گئے۔

معاشی اثرات

اس معاہدے کے یہ اثرات مرتب ہوئے:

- پاک افغان سفارتی تعلقات بڑھے۔
- واہگہ بارڈر سے افغانستان کو بھارت کے ساتھ تجارتی روابط بڑھانے کا موقع ملا۔ جس سے پاکستان کو بھی اقتصادی فائدہ پہنچا۔
- اس معاہدے سے افغانستان کو پاکستان کے بندر گاہوں تک رسائی حاصل ہوئی۔
- دونوں طرف کے عوام کو روزگار کے مواقع میسر آئے۔
- تاجروں کو سرمایہ کاری کا خوب موقع ملا۔
- دوطرفہ آمدورفت آسان بنا۔
- سفری سہولیات مہیا کی گئی۔
- ٹیکسوں کے مقدار میں کمی کر دی گئی۔

اس کے علاوہ پاکستان کی ترکی، قطر، اور دبئی کے ساتھ بھی انرجی، زراعت، ٹرانسپورٹ اور انفراسٹاکچر پر تجارتی معاہدے موجود ہیں۔ جس سے دوطرفہ معاشی فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔

http ://www.commerce.gov.pk/?page_id=507,05-01-2017,26-12-2016 11:00pm ([1]

فصل سوم

معاہدات نبوی اور پاکستانی نظام معیشت کا علمی و تطبیق جائزہ

فصل سوم معاہدات نبوی اور پاکستانی نظام معیشت کا تطبیقی جائزہ

تمہید

اس خطہ زمین پر پاکستان واحد ملک ہے جو نظریاتی اعتبار سے صرف اسلام کے نام پر بنا ہے۔اس کی آزادی پر لوگوں نے کافی قربانیاں دی۔ برصغیر کے مسلمانوں کی شروع سے خواہش تھی کہ ایک آزاد مملکت بنائے جس میں لوگوں کو امن وسکون کے ساتھ مذہبی آزادی بھی میسر ہو۔چنانچہ قیام پاکستان کے بعد وہ کامیابیاں نہیں ملی جس کی توقع کی جارہی تھی کیونکہ وسائل کی کمی اور مسائل کی زیادتی راستے میں رکاوٹ تھی۔ قرارداد مقاصد پر عمل نہ کرنے سے بہت سے مسائل رونماہوئے جس میں سرفہرست معاشی مسائل تھے۔ان مقاصد پر عملی اقدامات کئے جاتے تو موجودہ معاشی مسائل جنم نہ لیتے۔چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اس لئے اس کے نظام معیشت کا بیشتر حصہ معاہدات نبوی سے مطابقت رکھتاہے۔اس کی تفصیل حسب ذیل ہیں جسے اختصار کے ساتھ بیان کیاجاتاہے:

معاشی توازن کا قیام

پاکستان میں معاشی توازن قائم رکھنے کا اصل راستہ یہی ہے کہ رائج شدہ سودی لین دین کو فی الفور ختم کرا کے اس کے متبادل طریقہ اپنایاجائے۔کیونکہ سود ملکی معیشت کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتاہے جس کی تباہ کاریوں سے پاکستانی نظام معیشت بھی محفوظ نہیں ہوسکتی۔سودی معیشت سے معاشی تفاوت اور اقتصادی لوٹ کھوسٹ پیداہو کر عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔سودی معیشت سے چھٹکاراحاصل کرنے کے لئے خصوصی اقدامات اٹھائے گئے ہیں جس سے قومی معیشت کو مستحکم اور ترقی کی جانب گامزن کیاجاسکتاہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پر عملدرآمد یقینی بنادی جائے اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے سودی کاروبار کو ممنوع قرار دی جائے۔

پاکستان میں سود کے خاتمے کے لئے اقدامات کا جائزہ

یہ بات قابل تحسین ہے کہ پاکستان میں سودی نظام کے خلاف کئی اقدامات اٹھائے گئے ہیں لیکن عملدرآمد نہ ہونے سے ان پر پوری کامیابی نہیں ملی ہے۔یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے بانی پاکستان قائد محمد علی جناح نے واضح طور پر کہا تھا کہ پاکستان کے لئے ایک نئے معاشی نظام کی تشکیل کی ضرورت ہے جس کی بنیاد مغرب کے معاشی افکار پر نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات پر ہونا چاہیے ۔ ۱۹۷۱ء کی آئین میں معاشی نظام سمیت تمام قوانین کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی ضمانت دی گئی تھی۔اسلامی نظریاتی کونسل نے

۱۹۸۸ میں سودی نظام کو قرآن وسنت کے منافی قرار دیتے ہوئے اسلامی تعلیمات پر مشتمل معاشی نظام کا ڈھانچہ پیش کر دیا تھا۔

جب حکومت نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ دائر کی تو نومبر ۱۹۹۹ کو پاکستان فیڈرل شریعت کورٹ نے ہر قسم کی سودی کاروباروں کو حرام قرار دے کر ملکی معیشت کو جلد اس سے پاک کرنے کا تاریخ ساز فیصلہ دیا تھا۔ اور ۱۲ دسمبر ۱۹۹۹ کو سپریم کورٹ کے شریعہ ایلیٹ بنچ کی نظر ثانی کی اپیل پر اس کی توثیق کی تھی۔ لیکن ۲۴ جون ۲۰۰۲ کو سپریم کورٹ نے اسی کو کالعدم قرار دے کر اسے دوبارہ فیڈرل شریعہ کورٹ میں بھیج دیا جہاں اب اس کیس کا از سر نو جائزہ لیا جا رہا ہے[1]۔

پاکستان کا متفقہ آئین کئی اسلامی دفعات پر مشتمل ہے۔ جس میں اگر ایک طرف سماجی، انتظامی اور اقلیتوں کے حقوق درج ہے تو دوسری طرف نظام معیشت کے حوالے واضح طور پر درج ہے کہ سود جتنی جلد ممکن ہو ختم کرے[2]۔

پاکستان میں سود کے کاروبار پر پابندی لگانا معاہدات نبوی کے مطابق ہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے معاشی استحکام کی خاطر اپنے معاہدوں میں بھی سود کو ممنوع قرار دیا تھا۔ جب اہل طائف نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش ہو کر اسلام قبول کرنے کے لئے چند شرائط پیش کیں تو ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہم سود کا لین دین نہیں چھوڑ سکتے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ ہمارا بیشتر کاروبار سود پر چلتا ہے لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط قبول کرنے سے انکار کر کے سود کی حرمت کو برقرار رکھا۔[3]

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خیبر پر ایک عامل مقرر کیا تاکہ وہاں کی پیداوار سے بیت المال کا حصہ وصول کرے، وہ عامل واپس آیا تو اس کے پاس تمام کے تمام عمدہ کھجورے تھیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں نے ردی کھجوریں زیادہ مقدار میں دے کر عمدہ کھجوریں ان کے عوض تھوڑی مقدار میں لی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ یہ سود ہے اس کی بجائے ایسا کرو کہ ردی کھجوریں نقد رقم کے عوض بیچ کر عمدہ کھجوریں خرید لیا کرو[4]۔

سود کے معاشی اثرات

---

1) زاہد الراشدی، (مولانا). "مسئلہ سود". روزنامہ اوصاف. (۲۹ جون ۲۰۰۲ء). ص ۵.

2) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص ۴۲، ناشر: قومی اسمبلی پاکستان

3) کتاب الاموال، ص: ۱/ ۲۴۷

4) صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب استعمال النبی ﷺ علی اہل خیبر، حدیث نمبر: ۴۲۴۴، ص: ۵/ ۱۴۰

مستحکم اقتصادی نظام میں سب سے بڑی رکاوٹ سودی لین دین ہوتا ہے۔سود کے بڑے معاشی نقصانات درج ذیل ہیں:

- دولت کی گردش میں کمی
- معاشی استحصال
- بچتوں کا فقدان
- ارتکاز دولت
- غریب طبقہ کی مصیبتوں میں اضافہ [1]۔

زکوۃ کی وصولی

دین اسلام کے ارکان میں زکوۃ ایک اہم رکن ہے۔زکوۃ اسلامی معاشی نظام کا بنیادی حصہ بھی ہے۔جس سے مملکت کی بڑی تعداد اور انسانیت کا بڑا طبقہ مستفید ہوتا ہے۔اسلام نے ایک مکمل معاشی نظام کے لحاظ سے بیت المال کا ایک وسیع تصور دیا ہے۔ریاست کی اقتصادی ضرورتوں کی تکمیل زکوۃ کے ذریعے سے ممکن ہے جو اس نظام کی خاص خصوصیت ہے۔مملکت پاکستان کے عوام زکوۃ کی ادائیگی عبادت سمجھ کر کیا کرتے ہیں اور حکومتی سطح پر باقاعدہ زکوۃ کا شعبہ قائم کیا گیا ہے جس سے ضرورت مندوں اور مسکینوں کو مالی امداد فراہم کی جاتی ہے۔حال ہی میں معاشرے سے غربت وافلاس کے خاتمے کے لئے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام متعارف کیا گیا ہے جس کے تحت غریب خاندانوں کے ساتھ مالی اعانت کی جاتی ہے،جو کہ خوش آئند ہے لیکن اس شعبہ میں مزید اقداماتو اصلاحات کی ضرورت ہے کہ غربت کے خاتمے کے لئے حکومتی سطح پر سرمایہ داروں سے زکوۃ کی وصولی کے معاہدے کئے جائے اور اس کی جان ومال کی حفاظت سمیت ان کو مزید مراعات دی جائے۔کیونکہ زکوۃ کی وصولی پر رسول اللہ ﷺ نے عامر بن اسود طائی کے لئے تحریر فرمایا کہ ان کی اور قوم کی بستیاں اور کنویں،ان کے اور ان کی قوم طئے کے ہیں [2] اور اسی زکوۃ کی وصولی کی بنیاد ہی پر رسول اللہ ﷺ نے خزاعہ کے قبیلہ اسلم کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے۔آپ ﷺ نے ان کے لئے تحریر فرمایا کہ جب تک یہ لوگ نماز قائم کرے اور زکوۃ دیا کرے۔ان لوگوں کی اس شخص

---

1) اسلامی نظام معیشت کے بنیادی اصول،ص ۴۵

2) طبقات ابن سعد،ص:۲/ ۳۲

کے خلاف مدد کی جائے گی جو ان پر ظلم ڈھائے اور جب جناب رسول اللہ ﷺ ان کو بلائیں تو ان پر رسول اللہ کی مدد واجب ہو گی[1]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اقوام وقبائل کے ساتھ معاہدے کئے تھے۔ ان معاہدوں سے حاصل ہونے والی آمدن بھی ریاست مدینہ کے معاشی ذرائع میں ایک اہم ذریعہ تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے معاہدوں میں زکوۃ کی وصولی کو یقینی بنایا تھا۔ اس تناظر میں مدینہ میں فقر وفاقہ کے اختتام کے لئے زکوۃ کی وصولی دوسرا بڑا اقدم تھا جس سے مدینہ کے معاشی استحکام میں مدد ملی۔

جب جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مکّہ سے آئے ہوئے مہاجرین کی آباد کاری ریاست مدینہ کے لئے بہت بڑا چیلنج تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مابین بھائی چارہ قائم کر کے پانچ ماہ کے اندر اس مسئلے پر قابو پالیا۔ انصار مدینہ نے ایثار و قربانی کی مثال قائم کرتے ہوئے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مدینہ کے باغات ہمارے اور مہاجرین کے مابین تقسیم فرمائے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، مزید ارشاد فرمایا: مہاجرین تمہارے کام میں ہاتھ بٹائیں گے اور تمہارے ساتھ ان باغات کے کھجوروں میں شریک رہیں گے[2]۔

حکومت پاکستان اور عوام کا افغان مہاجرین کے ساتھ مثبت طرز رویہ اختیار کرنا اور ان کو جگہ دینا مسلمانوں کے مابین بھائی چارہ قائم کرنے کی بڑی مثال ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤاخاۃ مدینہ میں کیا تھا۔ لیکن حال ہی میں یہ مہاجرین نظام معیشت پر بوجھ بنتا جارہا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مبارک سیرت سے ہمیں اس مسئلے کے حل میں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ ان افغان مہاجرین کو مکمل شہریت دی جائے تا کہ یہ پاکستانی شہری بن جائے۔ اگر حکومت کی نظر میں ان کو مستقل قیام کی اجازت اور شہریت دیناخود پاکستان کی سلامتی اور داخلی سیاست سمیت بڑے معاشی نقصان کا باعث بنتی ہے تو ان کی واپسی باعزت طریقے سے کی جائے اور فی الفور عملی اقدامات کر کے ان کی واپسی یقینی بنادی جائے۔

جاگیر دارانہ نظام کا خاتمہ

ملک کے کئی اہم قومی مسائل کا تعین ترجیحی بنیادوں پر کیا جاتا ہے تا کہ امن کا حل تلاش کر کے ملک کا نظام بحال رہے۔ پاکستان کی معاشی مشکلات اور قومی مسائل کے رکاوٹوں میں ایک بڑی رکاوٹ ملک میں موجود جاگیر دارانہ نظام ہے۔ اس نظام کے تحت زمین کا ایک بڑا حصہ منفعت کے بغیر بے کار پڑا رہتا ہے۔ ان بے کار پڑی

---

[1]) طبقات ابن سعد، ص:۲/ ۳۴

[2]) فتوح البلدان، ص:۱/ ۳۰

زمینوں کو قابل کاشت بنانے سے ملک کی معاشی ترقی میں اہم سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ملک و قوم کی ترقی اس میں مضمر ہے کہ زراعت میں جاگیر دارانہ نظام کا خاتمہ کیا جائے اور عملی اقدامات کا آغاز کرکے پیداوار میں اضافے کے اسباب پیدا کئے جائے۔اگر پاکستان میں بڑی بڑی غاصبانہ جاگیروں اور بے کار پڑی زمینوں کو مناسب مقدار کے کھیتوں میں تقسیم کرکے ان کی کاشت کا بندوبست کیا جائے تو اس سے تمام قسم کی غذائی اشیاء کی پیداواری صلاحیت بڑھائی جاسکتی ہے۔پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے۔اس کو اللہ تعالی نے زراعت کے علاوہ وافر افرادی قوت سے بھی نوازا ہے جو باصلاحیت اور ہنر مند ہے۔

مملکت پاکستان کا کل رقبہ ۹۷،۶ ملین ایکڑ ہے جس میں سے ۲۳،۷ ملین ایکڑ زرعی رقبہ ہے جو کل رقبے کا ۲۸ فیصد بنتا ہے۔ان میں بھی ۸ ملین ایکڑ رقبہ زیر کاشت ہونے کے باعث بے کار پڑا ہے۔پاکستان کی کل آبادی میں ۷۵ فیصد سے زیادہ آبادی زراعت کے پیشے سے وابستہ ہے۔ملک کی مجموعی پیداوار میں زراعت کا حصہ ۲۱ فیصد ہے۔یہ شعبہ ملک کے ۴۵ فیصد لوگوں کے روزگار کا ذریعہ ہے۔پاکستانی برآمدات سے حاصل ہونے والے زرمبادلہ کا ۴۵ فیصد زرعی تجارت سے حاصل ہوتا ہے[1]۔

زراعت کا شعبہ لوگوں کو کافی مقدار میں خوراک مہیا کرتا ہے اور صنعتوں کو خام مال کی فراہمی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اگر حکومت وقت زراعت کے شعبے کے پیش نظر اس کو اپنی ترجیحات میں شامل کرے اور اس کے مسائل کے حل پر مزید توجہ دے تو اس سے زراعت بھی ترقی کرے گا اور عوام بھی آسودہ حال ہونگے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے کئے گئے معاہدوں میں اس بات کی خاص نشاندہی کی تھی کہ بے کار پڑی زمینوں کو قابل کاشت بنانے کیلئے کئی افراد میں تقسیم کی تھی۔جیسا کہ فتح خیبر کے بعد مفتوحہ علاقوں کو کئی کبار صحابہ میں بطور جاگیر اس لئے تقسیم کی گئی تا کہ یہ زمین قابل کاشت بنا کر پیداوار میں مزید اضافہ کیا جاسکے جیسا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قطعہ زمین دی تھی[2]۔

پاکستانی نظام معیشت اور معاہدات نبوی کے اصول میں مطابقت

پاکستانی نظام معیشت اور معاہدات نبوی کے اصول میں خاص ربط پایا جاتا ہے۔جو اصول وضوابط معاہدات نبوی میں ہے وہی نظام معیشت کا بھی حصہ ہیں جس میں سرفہرست آزادانہ تجارت ہے۔آزادانہ تجارت کی نظام معیشت پر مثبت اثرات درجہ ذیل ہیں:

---

[1]) بلوچ، لیاقت. "زراعت". روزنامہ پاکستان. (۳فروری ۲۰۱۵ء). ص۶.

[2]) فتوح البلدان، ص:۱/۳۸

1۔معاشی ترقی میں اضافہ

دوطرفہ آزادانہ تجارت سے دونوں ممالک کا معاشی نظام مزید مستحکم ہو جاتا ہے۔جب پاکستان دوسرے ممالک سے جدید ٹیکنالوجی کی مشینری درآمد کرتا ہے تو اس کی وجہ سے صنعتی پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ملک ترقی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔

2۔روزگار میں اضافہ (بیروزگاری میں کمی)

جب صنعتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو صنعتیں لوگوں کو زیادہ روزگار مہیا کرتا ہے جس سے اوسط اجرت بڑھ جاتی ہے۔جب لوگوں کو روزگار مل جاتا ہے تو اس کی آمدن بڑھ جاتی ہے۔

3۔بیرونی سرمایہ کاری

آزادانہ تجارت سے بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

تجارتی معاملات میں ممنوعہ چیزیں

پاکستان اگرچہ اسلامی ملک ہے اور اس کے نظام معیشت کا بیشتر حصہ معاہدات نبوی سے منطبق ہے لیکن پھر بھی تجارت و معاملات میں کئی ایسے غیر اسلامی امور ہیں جس سے بچنا لازمی ہے، مثلاً سود کے ذریعے سے سودی لین دین کرنا۔پاکستان کے آئین کے مطابق سود سے بچنا ضروری ہیں لیکن پھر بھی ملک کے اندر بینکوں کے ذریعے سے سودی لین دین کیا جاتا ہے۔

قرض کا حصول

کسی سے قرض لینا اور دینا دونوں طرح جائز ہے لیکن اگر اس کے ساتھ معین شرح سود کا اضافہ کیا جائے تب یہ قرض لینا اور دینا ناجائز ہو جاتا ہے۔پاکستانی نظام معیشت میں دوسری بڑی رکاوٹ سود پر قرضہ لینا ہے۔پاکستان کے وہ تمام معاملات جو ورلڈ بینک کے ساتھ طے ہوتے ہیں، تمام کے تمام غیر شرعی ہیں۔

عدم احتساب

تیسری بڑی رکاوٹ احتساب کا نہ ہونا ہے۔بڑے بڑے سرمایہ داروں کو قرضے معاف کئے جاتے ہیں۔قومی خزانے لوٹنے والوں کو بے گناہ قرار دیا جاتا ہے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق تجارتی معاہدے

پاکستان کے مندرجہ ذیل تجارتی معاہدے اسلامی اصول کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے:

پاک ایران آزادانہ تجارتی معاہدہ

پاکستان وایران کے درمیان سب سے پہلا آزادانہ تجارتی معاہدہ 6مارچ ۲۰۰۴ میں ہوا۔اس معاہدے میں دونوں ممالک نے اپنی مصنوعات پر رعایت دی۔ پاکستان نے ۳۳۸اور ایران نے ۳۰۹ مصنوعات ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا۔چونکہ قدرتی گیس کے ذخائر میں ایران دنیاکا دوسرا بڑا ملک ہے، اس لئے پاکستان نے توانائی خسارہ کم کرنے اور ضروریات پوری کرنے کیلئے ایران سے آئل اور گیس کا معاہدہ کیا ہے۔[1]اس معاہدہ کے تحت پاکستان ایران کو چاول، گوشت، فروٹ، سرجیکل ادویات برآمد اور ایران سے آئرن، کھجور اور کیمیکلز درآمد کرتا ہے۔اس معاہدے سے دونوں ممالک کی معاشی ترقی کو فروغ ملا۔سیاسی تعلقات مزید مستحکم ہوئے۔دونوں ممالک نے اپنی مصنوعات پر ٹیکسوں کی شرح کم کی۔

پاک چین تجارتی معاہدہ

پاکستان اور چین کے درمیان نومبر ۲۰۰۶ میں سب سے پہلا آزادانہ تجارتی معاہدہ ہوا۔پاکستان نے اس معاہدے کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر عالمی مارکیٹ تک رسائی حاصل کی۔پاکستان چین کو ماربل، کاٹن، چمڑا، کھیل کا سامان اور سبزیاں برآمد اور چین سے مشینری، خام مال اور انجینئرنگ کا سامان درآمد کرتا ہے۔اس معاہدے سے دونوں ممالک نے باہمی اتفاق سے تمام مصنوعات پر پچاس فیصد ٹیکس کم کیا۔مقامی سرمایہ کاری کو فروغ اور ملکی مصنوعات میں مزید اضافہ ہوا[2]۔

پاک سری لنکا تجارتی معاہدہ

پاکستان اور سری لنکا کے درمیان آزادانہ تجارتی معاہد جون ۲۰۰۵ میں ہوا۔اس معاہدے کے تحت دونوں ممالک نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی کہ اپنی مصنوعات کی عالمی مارکیٹ تک رسائی دی جائے گی اور ٹیکس کم کیا جائے گا۔چنانچہ پاکستان نے ۲۰۶ مصنوعات پر ٹیکس ختم کیا اور سری لنکا ۱۰۲ پر۔پاکستان سری لنکا سے چائے کی پتی، ناریل اور ربڑ درآمد اور چاول، مالٹا اور انجینئرنگ کا سامان برآمد کرتا ہے[3]۔

پاک ملائیشا اقتصادی معاہدہ

---

[1] Ministry of commerce,5-10-19, 11:45am,www.commerce.gov.pk/about-us/trade-agreements/pak-iran

[2] Ministry of commerce,8-10-19, 11:45am,www.commerce.gov.pk/about-us/trade-agreements/pak-china/

[3] Ministry of commerce,12-10-19, 11:45am, www.commerce.gov.pk/about-us/trade-agreements/pak-srilanka/

پاکستان اور ملائیشیا کے مابین آزادانہ تجارتی معاہدہ جون ۲۰۰۵ میں ہوا۔ جنوبی ایشیاء میں پاکستان پہلا ملک ہے جن کے ساتھ سب سے پہلے ملائیشا نے یہ معاہدہ کیا۔ دونوں ممالک نے اپنی مصنوعات پر ٹیکس کم کیا۔ چنانچہ ۲۰۱۲ء میں پاکستان نے ملائیشا کے مصنوعات پر ۴۳ فیصد، جب کہ ملائیشا نے ۷۸ فیصد کم کیا۔[1] اس معاہدے کے تحت پاکستان نے اسلامی بینکاری، اسلامی انشورنس اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں محفوظ سرمایہ کاری کی۔ دونوں ممالک کے سرمایہ کاری و تجارت پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ تجارتی تعلقات مزید مستحکم ہوئے۔

پاک امریکا معاہدہ

پاکستان کا امریکا کے ساتھ آزادانہ تجارت کا معاہدہ ۲۰۰۴ میں شروع ہوا۔ اس معاہدے سے مقامی سرمایہ کاری کو فروغ ملا۔ روزگار کے نئے مواقع میسر آئے۔ تجارت، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی کی نئی راہیں کھل گئی۔ دونوں ممالک اس بات پر آمادہ ہوئے کہ آپس کے معاشی تعلقات مضبوط ہو۔ دوطرفہ اقتصادی تعاون اور مقامی سرمایہ کار کو سہولیات حاصل ہو۔ دونوں ممالک نے برآمدات ودرآمدات پر ٹیکسوں کی شرح کم اور تجارت وسرمایہ کاری کے درمیان حائل رکاوٹیں دور کرنے پر اتفاق کیا گیا[2]۔

---

1) Ministry of commerce,1-10-19, 11:45am,<www.commerce.gov.pk/?page_id=192>

2) Ministry of commerce,09-10-18, 09:45am,<www.commerce.gov.pk/?page_id=194>

خلاصہ بحث

اسلام کامل و مکمل دین ہے۔ اس کے اندر معاہدے اور اس کی پاسداری کا خاص خیال رکھنا ہر دور میں قابل عمل رہا ہے۔ سیرت طیبہ میں معاہدات نبویؐ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ باہمی معاہدے اور اس کی پاسداری کا خوب خیال رکھنا سیرت نبوی ﷺ کا ایک روشن باب ہے۔ تمام معاہدوں کا متن سیرت کی امہات الکتب میں موجود ہیں۔ معاہدات نبوی کے کئی پہلوؤں کو مختلف انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے اقتصادی پہلو میں بے شمار معاشی مسائل اور ان کا حل موجود ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ نظام نہ صرف جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے بلکہ انسانی زندگی کے لئے آسانیاں مہیا کرتا ہے جہاں ایک طرف ہر فرد معاشرہ کو معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے تو دوسری طرف اجتماعی عدل کو یقینی بناتا ہے۔

اس تحقیقی مقالے میں ان تمام عوامل پر یہ بحث کی گئی ہے کہ معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کیا ہیں؟ اس کے ذریعے سے معاشی خوشحالی کیونکر ممکن ہے۔ پاکستانی نظام معیشت میں معاہدات نبویؐ کے اصول اور پالیسیوں کو کیسے رائج کیا جائے۔ اس لئے یہ مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہیں اور ہر باب کئی فصول میں تقسیم کیا ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے معاہدے کا عمومی جائزہ پیش کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی رو سے ایفائے عہد کو تقوی کی علامت اور دخول جنت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ معاہدوں کی پاسداری کرنے والے عقلمند اور توڑنے والوں کو بد ترین مخلوق شمار کیا گیا ہے۔ انسانی معاشرے میں باہمی معاہدوں کی بڑی اہمیت وضرورت ہے بلکہ یہ معاشرے کے لئے اساس وبنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ عالم میں معاہدے اور اس کی پاسداری کا تذکرہ موجود ہے۔ معاہدات نبوی کے اصول عدل وانصاف پر مبنی تھے۔ اس لئے معاہدے پائیدار اور مستحکم ہوتے۔

یہ حقیقت ہے کہ معاہدات نبوی کا اقتصادی پہلو بھی ہیں۔ اس لئے اس علمی مقالے میں معاہدوں کے معاشی اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں اگر ایک طرف پیدائش دولت کے اسباب، محرکات اور ذرائع کا تعین کیا گیا تو دوسری طرف تقسیم دولت کے منصفانہ طریقے نہایت واضح ہیں اور دولت خرچ کرنے کا ایسا نہج بتادیا گیا ہے کہ جس سے عوام اسراف و تبذیر اور عیاشیانہ زندگی سے مکمل اجتناب کیا گیا۔ معاشی اصلاحات کے خاطر تجارت وزراعت کے فائدہ منداور کارآمد اصول کو بحال رکھا گیا جس سے ظالمانہ وغیر منصفانہ نظام معیشت کا خاتمہ ہوا۔

اس بحث میں رسول اللہ ﷺ کے معاہدوں کی یہ خصوصیت واضح کی گئی ہے کہ تمام معاہدے جائز امور پر تھے اور حرام چیزوں سے ممانعت کا ذکر تھا۔ عدل وانصاف پر مبنی مختلف اقوام وقبائل کے ساتھ معاہدے ہوئے

تھے۔ جس میں امانت کا لحاظ اور خیانت سے احتراز کی تاکید تھی۔ دو طرفہ تعاون اور رواداری کی تعلیم بھی ان معاہدوں میں نمایاں تھی۔

آخر میں پاکستان کے نظام معیشت میں معاشی معاہدوں کا تذکرہ ہے کہ ان معاشی معاہدوں سے بڑے بڑے مقاصد حاصل کر لئے جاتے ہیں۔ پاکستان کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کیلئے قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے ازبس ضروری ہے۔ چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اس لئے اس کے نظام معیشت کا بہتر حصہ معاہدات نبویؐ سے مطابقت رکھتا ہے۔

زیر نظر مقالہ بعنوان معاہدات نبوی کے معاشی اثرات کی روشنی میں پاکستانی نظام معیشت کا تطبیقی و علمی جائزہ کے اصول و طریقہ کار کو نہایت واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ اس مقالہ کو پڑھنے اور سمجھنے میں کسی قسم کی پیچیدگی کا سامنانہ کرنا پڑے۔

نتائج بحث

دنیا میں ایسا کوئی معاشی نظام نہیں جس میں اقتصادی معاہدے نہ ہو۔ کیونکہ اقتصادی معاہدوں سے ہی ملک میں معاشی ترقی و استحکام آسکتا ہے۔ جس ملک میں علاقائی، قومی و بین الاقوامی معاشی معاہدے ہوتے ہیں وہ ملک ترقی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ زیر عنوان مقالے سے جو نتائج بر آمد ہوئے، درج ذیل ہیں:

- مسلمانوں کا حاکم بحیثیت سر براہ اللہ کے مال کا امین اور خازن ہے۔
- باہمی معاہدے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم اقوام اور قبائل کے ساتھ بھی کئے جاسکتے ہیں۔
- غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں خیانت کرنا اور اس پر ناگہانی حملہ کرنا جائز نہیں۔ البتہ بار بار عہد توڑنے والی قوم پر بغیر اطلاع حملہ کرنا درست ہے۔
- اسلامی ریاست کے استحکام اور دفاعی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے غیر مسلموں سے اسلحہ خریدنا جائز ہے۔
- مسلمانوں کے امیر کو یہ حق حاصل ہے کہ غیر مسلم دشمنوں کے ساتھ مال کے عوض صلح کرلے۔ لیکن مال کے بدلے ملک کے باغیوں سے صلح کرنا جائز نہیں کیونکہ معاہدہ صلح میں مال کا مطالبہ کرنا جزیہ کے حکم میں آتا ہے اور جزیہ صرف کافروں سے لیا جاتا ہے، مسلمانوں سے نہیں۔
- معاہِدین کفار سے تحفے، تحائف لینا اور دینا دونوں درست ہیں۔ البتہ علانیہ طور پر دین کی مخالفت کرنے والے ممالک و اقوام کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں۔
- مسلمانوں کے مالی اعانت کرنے پر ان کے حلیف، فوجی خدمات اور محصولات سے مستثنیٰ ہوں گے۔
- باہمی معاہدوں کے انعقاد کے لئے ضروری ہے کہ یہ ہر قسم کے شرط فاسد سے پاک ہو۔
- تمام معاملات کی بنیاد حلال و حرام میں ہیں۔ اس لئے اقتصادی معاہدے جائز امور میں ہوسکتے ہیں، حرام میں نہیں۔
- مسلمان حاکم کے لئے ضروری ہے کہ اقتصادی معاہدوں کے شرائط طے کر کے مدت اور وقت کا تعین کرے۔ تاکہ فتنہ و فساد اور جنگ کی نوبت نہ آئے۔
- معاہدوں کی بدولت نئے مسلمانوں کے اپنے مال واملاک پر قبضہ بر قرار رکھا جائے گا، ان کا مال غصب کرنا درست نہیں۔
- مفاد عامہ کے لئے حکومت وقت کو سرکاری املاک کے محدود نجکاری کی اجازت ہوتا ہے۔

- اسلامی ریاست پر جزیہ کے بدلے ذمیوں کی جان ومال اور دینی شعائر وعبادت خانوں کی حفاظت کی ذمہ داری لازمی ہے۔
- معاہِدین کفار میں سے کسی نے توہین رسالت کی، تو معاہدہ ہونے کے باوجود اس کا قتل کرنا جائز ہے۔
- غیر مسلموں سے مال ودولت کی بجائے صنعت وحرفت پر بھی معاہدہ کیا جاسکتا ہے۔
- ملک میں معاشی استحکام لانے کیلئے غیر ملکی ماہرین کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔
- ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ بہترین نظام زکوۃ تشکیل دے تاکہ اموال کی وصولی یقینی بنا کر مستحق افراد کے ساتھ مالی اعانت بہتر طریقے سے کی جائے۔
- خشک سالی اور قحط زدہ علاقوں میں عشر معاف رہے گا۔
- حاکم وقت عدل وانصاف پر مبنی اقتصادی معاہدے کرے تاکہ دو طرفہ معاشی تعاون سے ہر فرد معاشرہ کی اقتصادی حالت درست ہو جائے۔
- اقتصادی بحران اور غربت کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں اسلامی بھائی چارے کو فروغ دی جائے۔
- ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مفتوحہ علاقے کے جاگیروں کو مساویانہ طریقے سے تقسیم کرے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں محصور ہو کر نہ رہ جائے۔

سفارشات وتجاویز

1. اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ حکومت وقت کو چاہیے کہ ان غیر اسلامی کاموں کو روکے اور ان کے سد باب کے لئے عملی اقدامات اٹھائے۔
2. معاہدے کرنا چوں کہ ایک اہم دینی وملی فریضہ ہے اس لئے اس کی اہمیت وافادیت اجاگر کرنے کے لئے اس کی پاسداری کا خاص خیال رکھا جائے کیونکہ باہمی معاشی معاہدوں کی افادیت اس بات پر مسلم ہے کہ اس کی بحالی پر ایسی خصوصی توجہ دی جائے کہ اس میں تسلسل قائم رہے۔
3. پاکستانی نظام معیشت میں جتنے بھی معاشی معاہدے ہیں اس کی مکمل پاسداری کرنی چاہیے کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں نے معاشی معاہدے کرکے اس کی مکمل پاسداری کی ہے۔ وہی قومیں دشمنوں پر غالب رہی ہیں اور ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔
4. پاکستان کے معاشی نظام کو معاہدات نبویؐ کے خطوط پر استوار کیا جائے تاکہ ملک کے معاشی استحکام کے علاوہ دشمنوں سے نمٹنے کیلئے دفاعی پوزیشن بھی مضبوط ہو۔
5. حکومت وقت کو چاہیے کہ بہتر معاشی تعلقات کے لئے دوسرے ممالک کے ساتھ سفیروں اور نمائندوں کا تبادلہ اور آمدورفت یقینی بنادے۔
6. سرمایہ کاری میں دولت ایک اہم عنصر شمار کیا جاتا ہے۔ معاہدات نبویؐ میں ذکر کئے گئے دولت کے پیدائش اور اس کی منصفانہ تقسیم کے اصولوں کو پاکستان کے معاشی پالیسیوں میں مدنظر رکھا جائے تاکہ پاکستانی نظام معیشت میں مزید استحکام آئے۔
7. بہتر معاشی نظام کی بنیاد اعلی تجارتی اقدار پر ہوتا ہے۔ پاکستانی نظام معیشت میں اعلی تجارتی اقدار کو فروغ دینا چاہیے تاکہ اس نظام میں مزید بہتری آسکے۔
8. پاکستان میں بے کار پڑی زمینوں کی بڑی بڑی جاگیریں ہیں۔ معاہدات نبویؐ کی روشنی میں ان جاگیروں کو قابل ومستحق افراد کے درمیان تقسیم کی جانی چاہیے تاکہ ملکی پیداوار میں اضافہ ہو۔
9. وفاق کے لئے ضروری ہے کہ تمام محصولات اور مالیات، صوبوں کے درمیان مساویانہ طریقے سے تقسیم کرے۔
10. پاکستانی نظام معیشت میں سودی لین دین وکاروبار کو ممنوع قرار دیا جائے تاکہ معیشت میں بہتر معاشی توازن قائم رہے۔

11. موجودہ دور میں معاشیات کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔اس لئے حکومت کو چاہیے کہ قومی و بین الاقوامی معاشی رکاوٹوں کو دور کرے۔

12. ملک میں امن وامان اور معاشی استحکام لانے کے لئے ضروری ہے کہ ملک میں موجود اقلیتوں کے حقوق کی خوب رعایت رکھی جائے۔

13. مؤاخاۃ مدینہ کی روشنی میں غیر ملکی مہاجرین کی آبادکاری یا انخلاء کیلئے کارآمد پالیسی اختیار کی جانی چاہیے تاکہ پاکستانی معیشت پر پڑے بوجھ کو جلد از جلد ختم کیا جاسکے۔

14. اس موضوع کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کے لئے اس پر الگ الگ تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ قوم وملک کو اس عظیم موضوع سے بھرپور فائدہ اٹھاسکے۔

15. زیر بحث عنوان پر حتی الوسع تمام معلومات فراہم کر دی گئی ہیں۔تاہم واضح رہے کہ علم کی کوئی انتھا نہیں ہوتی ۔اس لئے ان سفارشارت کی روشنی میں اس موضوع پر مزید تحقیقی کام کیا جاسکتا ہے۔

فنی فہارس

ا۔ فہرست آیات کریمہ

نمبر شمار	آیت کریمہ	نام سورت	آیت نمبر	صفحہ نمبر
ا۔	وَمِمَّا رَزَقْناهُمْ يُنْفِقُونَ	البقرۃ	۳	۱۷
۲۔	الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ	ایضا	۲۷	۵
۳۔	وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ	ایضا	۴۰	۲۵
۴۔	أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَبَذَهُ	ایضا	۱۰۰	۶
۵۔	يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا	ایضا	۱۶۸	۱۲۴
۶۔	وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا	ایضا	۱۷۷	۱۱
۷۔	وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا	ایضا	۷۵	۱۲۶
۹۔	بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى	آل عمران	۷۶	۱۰
۱۰۔	الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا	ایضا	۷۷	۱۰
۱۱۔	لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ	ایضا	۱۸۱	۳۰
۱۲۔	وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ	ایضا	۱۸۷	۲۴
۱۳۔	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ	النساء	۱	۱۳۲
۱۴۔	فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ	ایضا	۸۹	۳۲
۱۵۔	إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ	النساء	۹۰	۳۲

۱۶۔	فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ	ایضا	۱۵۵	۱۵
۱۷۔	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ	المائدہ	۱	۵
۱۸۔	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى	ایضا	۲	۱۴۰
۱۹۔	ولَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا	ایضا	۸	۵۶
۲۰۔	وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ	الاعراف	۱۷۲	۲۴
۲۱۔	إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ	سورۃالانفال	۵۶	۱۴
۲۲۔	وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ	ایضا	۵۶	۵۷
۲۳۔	وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا	ایضا	۶۱	۵۳
۲۴۔	وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ	ایضا	۲۷۰	۱۵۱
۲۵	إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا	التوبہ	۴	۳۲
۲۶۔	وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَب وَالْفِضَّة وَلَا يُنْفِقُونَهَافِي سَبِيل	ایضا	۳۵	۹۴
۲۷۔	أُولُوالْأَلْبَابِ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ ولَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ	الرعد	۱۹	۱۲
۲۸۔	وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ	النحل	۵	۹۶
۲۹۔	إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ	الاسراء	۲۷	۱۰۵
۳۰۔	وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ	ایضا	۲۹	۱۰۶
۳۱۔	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ	ایضا	۷۰	۱۳۳
۳۲۔	وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ	مریم	۵۴	۲۶

۳۳۔	يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا	المؤمنون	۵۱	۱۲۴
۳۴۔	إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ	الشعراء	۱۰۷	۵۹
۳۵۔	وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا	الفرقان	۶۷	۱۰۶
۳۶۔	وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ	الاحزاب	۷	۲۴
۳۷۔	مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ	ایضا	۱۵:	۴
۳۸۔	أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ	الزخرف	۴۳	۸۸
۳۹۔	فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ	محمد	۳۴	۵۳
۴۰۔	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ	الحجرات	۱۰	۱۴۸
۴۱۔	كَيْ لَايَكُون دُولَة بين الأغنياء منكم	الحشر	۷	۹۰
۴۲۔	وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ	ایضا	۹	۱۰۴
۴۳۔	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُواعَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ	الممتحنہ	۶۰	۱۵۳
۴۴۔	وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ	القلم	۶۸	۲۵

ب۔ فہرست احادیث مبارکہ

نمبر شمار	متن حدیث	نام کتاب	حدیث نمبر	صفحہ نمبر
۱۔	أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا	سنن ابن ماجہ	۲۱۴۲	۱۰۷
۲۔	أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللَّهُ، وَغِفَارٌ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا	سنن ترمذی	۳۹۴۸	۱۴۵
۳۔	"اسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ	سنن ابن ماجہ	۲۴۸۰	۱۳۴
۴۔	الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ	سنن ترمذی	۱۳۵۲	۱۲۵
۵۔	أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ	مسند احمد	۲۳۴۸۹	۱۳۴
۶۔	إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ	المعجم الکبیر للطبرانی	۸۹۹۰	۸۸
۷۔	إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ	سنن ترمذی	۲۳۶۹	۱۴۳
۸۔	عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ	سنن ابن ماجہ	۲۴۶۷	۱۱۴
۹۔	إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا	صحیح مسلم	۲۳۲۱	۲۵
۱۰۔	الآنَ نَغْزُوهُم ولا يَغْزُونَنا، نحنُ نَسِيرُ إليهِم	صحیح بخاری	۱۷۳۵	۲۳
۱۱۔	أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ ، وَلَا عَصَبٍ	سنن ترمذی	۱۷۲۹	۱۲۸
۱۲۔	اللَّهمّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ	صحیح بخاری	۴۰۹۹	۹۱
۱۳۔	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ	صحیح مسلم	۲۵۸۰	۱۴۹
۱۴۔	الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَاءِ وَالْكَلَأِ وَالنَّارِ،	سنن ابن ماجہ	۲۴۷۲	۱۳۵

۱۵۔	الْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ	سنن اَبی داوٗد	۴۵۲۰	۱۶
۱۶۔	الا ان صيد وج وعِضَاهُهُ حَرَامٌ	السنن الصغری	۱۵۹۹	۱۲۸
۱۷۔	أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ	المستدرک للحاکم		۱۵۱
۱۸۔	إِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ الْحَلِفُ وَاللَّغْوُ، فَشُوبُوهُ بِالصَّدَقَةِ	سنن ابن ماجہ	۳۱۴۵	۱۱۵
۱۹۔	شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الجُوعَ وَرَفَعْنَا	سنن ترمذی	۲۳۷۱	۷۴
۲۰۔	طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلاَثَةِ	صحیح بخاری	۵۳۸۲	۱۰۲
۲۱۔	كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا	ایضا	۹۳۸	۱۵۰
۲۲۔	قَطَعَ لِبِلاَلِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيّ مَعَادِنَ الْقَبَلِيَّةِ	مؤطاامام مالک	۶۵۱	۱۱۸
۲۳۔	لاَ تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ	صحیح بخاری	۳۲۱۱	۲۸
۲۴۔	لاَ حِلْفَ فِي الإِسْلاَمِ	ایضا	۶۰۸۳	۴
۲۵۔	لا حِمى إلاَّ لله ولرسولِهِ	ایضا	۱۱۰۰	۸۰
۲۶۔	لَمَّا قَدِمْنَا المَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،	ایضا	۲۰۴۸	۱۵۳
۲۷۔	مَا أُوتِيكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ	سنن ابی داوٗد	۲۹۴۹	۱۰۲
۲۸۔	ما أكَلَ أحدٌ طعاماً قَطُّ خيراً مِن أن يأكُلَ مِن عَمَلِ يَدِهِ	صحیح بخاری	۹۷۸	۷۷
۲۹۔	ما بَعَثَ الله نبياً إلاَّ رَعَى الغَنَمَ".	ایضا	۱۰۶۱	۸۰
۳۰۔	مَا شَبِعْنَا حَتَّى فَتَحْنَا خَيْبَرَ	ایضا	۴۲۴۳	۷۴
۳۱۔	مَا مَنَعَنِي أَنْ أَشْهَدَ بَدْرًا إِلَّا أَنِّي خَرَجْتُ	صحیح مسلم	۱۷۸۷	۱۷

۱۳۹	۲۵۸٦	ایضا	مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ	۳۲۔
۱۷	۴۷۴۸	سنن نسائی	مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدَةً بِغَيْرِ حِلِّهَا	۳۳۔
٦۵	۲۴	صحیح بخاری	وإذا عاهدَ غدَرَ	۳۴۔
۱۲۹	۳۳۳	مؤطاامام مالک	وَبِأَنْ لَا تُنْكَحُ نِسَاؤُهُمْ وَلَا تُؤْكَلُ ذَبَائِحُهُمْ	۳۵۔

ج۔ فہرست اصطلاحات

نمبر شمار	اصطلاحات	صفحہ نمبر
۱۔	بر آمدات	۷۷
۲۔	جدر	۱۳۶
۳۔	جزیہ	۸۲
۴۔	جنگ بعاث	۱۵۰
۵۔	حجابہ	۴۴
۶۔	حرب فجار	۴۶
۷۔	حلف الفضول	۴۶
۸۔	درآمدات	۷۷
۹۔	رفادہ	۴۶
۱۰۔	ریڈریسل	۱۷۴
۱۱۔	سقایہ	۴۶
۱۲۔	صیحانی	۷۳
۱۳۔	لطیمہ	۴۶
۱۴۔	لواء	۴۶

صفحہ نمبر	اصطلاحات	نمبر شمار
۷۳	مخابرہ	۱۵۔
۸۳	معافری	۱۶۔
۳۳	مؤاخاۃ	۱۷۔
۱۳۱	نبیذ	۱۸۔
۷۲	وادی النخیل	۱۹۔
۷۷	یثرب	۲۰۔

د۔ فہرست شخصیات

نمبر شمار	نام شخصیت	صفحہ نمبر
۱۔	ابیض بن حمال	۱۱۸
۲۔	اوس	۲۳
۳۔	بلال بن حارث مزنی	۱۱۸
۴۔	حیی ابن اخطب	۷۶
۵۔	خزرج	۲۳
۶۔	علقمہ بن علاثہ	۱۲۹
۷۔	وائل بن حجر	۵۵

ہ۔ فہرست اماکن

نمبر شمار	نام جگہ	صفحہ نمبر
۱۔	بیت المدراس	۳۰
۲۔	بیت عینون	۹۴
۳۔	حبرون	۹۴
۴۔	خیبر	۷۶
۵۔	سوق بزالہ	۷۸
۶۔	عَی	۳۸
۷۔	قرطاجنہ	۴۳
۸۔	وادی العقیق	۸۰
۹۔	یریحو (Jericho)	۳۸

فہرست مصادر و مراجع

قرآن حکیم

کتب تفاسیر

- آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ (امام). روح المعانی فی تفسیر القران. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء.
- اندلسی، ابو حیان بن یوسف. البحر المحیط فی التفسیر. بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۸ء.
- بغوی، حسین بن مسعود (امام). معالم التنزیل فی تفسیر القران. بیروت: احیاء التراث، ۱۹۹۵ء.
- حقانی، عبد الحق دہلوی (شیخ). تفسیر فتح المنان. کراچی: میر محمد کتب خانہ، ۲۰۰۱ء.
- رازی، فخر الدین شافعی (امام) مفاتیح الغیب من القران الکریم. بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۶ء.
- طبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب (امام). جامع البیان فی تاویل القران. بیروت: دار القلم ۲۰۰۰ء.
- علی بن محمد بن ابراہیم (امام). لباب التاویل فی معانی التنزیل. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۸ء.
- قاضی، ثناء اللہ پانی پتی (مظہری). تفسیر مظہری. کوئٹہ: کتب خانہ رشیدیہ، ۲۰۱۰ء.
- قرطبی،، ابو عبد اللہ محمد بن احمد (امام). جامع لاحکام القرآن. قاہرہ: دار الکتب المصریہ، ۱۹۹۸ء.
- قطان، محمد ابراہیم (متوفی: ۱۹۸۶ء). تیسیر التفسیر. عمان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۸۰ء.
- ابن کثیر، عماد الدین ابو الفداء اسمعیل الدمشقی (حافظ). تفسیر القرآن العظیم. بیروت: دار العلم، ۲۰۰۴ء.
- ابو اللیث سمر قندی (امام). بحر العلوم. بیروت: دار الکتب، ۱۹۹۰ء.
- نیسابوری، حسن بن حُسین (امام). غرائب القران ورغائب الفرقان. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء.
- واحدی، ابو الحسن علی بن احمد شافعی. تفسیر الوجیز فی تفسیر کتاب العزیز. بیروت: دار القلم، ۱۹۸۷ء.
- واحدی، علی بن احمد بن محمد بن علی ابو الحسن نیسابوری (امام). التفسیر البسیط. ریاض: عمادۃ البحث العلمی، ۲۰۰۴ء.

کتاب مقدس (بائبل)

- کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور

کتب احادیث

- بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (امام). الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ. بیروت: دار احیاء تراث، ۲۰۰۱ء.
- بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسی (امام). السنن الکبری. طبع سوم. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء.
- بیہقی، احمد بن حسین بن علی بن موسی (امام). السنن الصغری. طبع سوم. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳ء.
- ابن تیمیہ، مجد الدین ابو البرکات عبد السلام (امام). المنتقی من اخبار المصطفی. مصر: مکتبہ تجاریہ، ۱۹۹۰ء.
- ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ (امام). سنن ترمذی. طبع دوم. بیروت: دار العلم، ۱۹۸۶ء.
- حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیسابوری (امام). مستدرک علی الصحیحین. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء.
- ابن حبان، محمد بن حبان بن معاذ بن معبد بن تمیمی (امام). صحیح ابن حبان. بیروت: مؤسسہ، ۱۹۷۵ء.
- سجستانی، سلیمان بن اشعث (امام). سنن ابی داود. طبع سوم. بیروت. مکتبہ عصریہ،
- طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی شامی (امام). المعجم الکبیر. طبع دوم. قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، ۲۰۱۰ء
- طبرانی، سلیمان بن احمد بن مطیر (شیخ). المعجم الاوسط. طبع اول. قاہرہ: دار الحرمین، ۲۰۰۹ء.
- عسقلانی، احمد بن علی بن حجر (حافظ). فتح الباری. بیروت: دار الفکر،
- قاضی، ابن العربی، محمد بن عبداللہ مالکی. المسالک فی شرح مؤطا مالک. بیروت: دار الغرب الاسلامی، ۲۰۰۷ء.
- قزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید (متوفی ۲۷۳ھ). سنن ابن ماجہ. طبع سوم. بیروت: دار احیاء الکتب، ۱۹۹۴ء.
- مالک، مالک بن انس بن مالک بن عامر مدنی (امام) مؤطا امام مالک. بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء.
- مسلم، مسلم بن حجاج ابو الحسن نیسابوری (امام). مسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ. طبع دوم. بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۳ء.
- ملا علی قاری، علی بن سلطان، (علامہ). مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۴ء.
- نسائی، عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی (امام). سنن نسائی. طبع دوم. حلب: مکتبہ مطبوعات اسلامیہ، ۱۹۸۶
- ہندی، علاء الدین علی متقی بن حسام الدین (شیخ). کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال. طبع چہارم. بیروت: مؤسسہ رسالہ، ۱۹۸۵

کتب سیرت

- ابن الاثیر، علی محمد بن عبد الواحد (امام). اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۴ء۔
- بلاذری، احمد بن یحیی بن جابر بن داؤد (متوفی: ۲۷۹ھ). فتوح البلدان. بیروت: مکتبہ الھلال، ۱۹۸۸ء۔
- ابن زنجویہ، احمد بن مخلد بن قتیبہ بن عبد اللہ. الاموال. ریاض: مرکز فیصل لدراسات الاسلامیہ، ۱۹۸۲ء۔
- ابوزہرہ، محمد (شیخ). العلاقات الدولیہ فی الاسلام. طبع اول. قاہرہ: دار الکتب العربی، ۱۹۷۹ء۔
- ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد ہاشمی بغدادی (امام). طبقات الکبری. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۲ء۔
- ابن سید الناس، محمد بن احمد یعمری. عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر. بیروت: دار القلم، ۱۹۹۰ء۔
- ابن حدیدہ، محمد بن احمد بن عبد الرحمن. مصباح المضی فی کتاب النبی الامی. بیروت: عالم الکتب، ۱۹۸۳ء۔
- حلبی، علی بن ابراہیم بن احمد برہان الدین. انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون. طبع دوم. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء۔
- حمید اللہ، (ڈاکٹر). مجموعۃ الوثائق السیاسیہ. طبع ششم. بیروت: دار النفائس، ۱۹۹۶ء۔
- سمعانی، ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور تمیمی (امام). الانساب. بیروت: دار الجنان، ۱۹۸۸ء۔
- سمہودی، علی بن احمد حسنی شافعی ابو الحسن. وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء۔
- سہیلی، عبد الرحمان بن عبد اللہ بن ابی الحسن (حافظ). روض الانف. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء۔
- شامی، محمد بن یوسف صالح (امام). سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد. بیروت: دار الکتب، ۱۹۹۰ء۔
- شرف، احمد ابراہیم. مکہ والمدینہ فی الجاھلیہ وعھد الرسول. بیروت: دار الفکر العربی، ۱۹۹۹ء۔
- ابو عبیدہ، قاسم بن سلام بن عبد اللہ ہروی بغدادی (۲۲۴ھ). کتاب الاموال. بیروت. دار الفکر، ۱۹۹۱ء۔
- عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر (امام). الاصابہ فی تمییز الصحابہ. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔
- غزالی، محمد (شیخ). فقہ السیرہ. بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۵ء۔
- ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمرو دمشقی (حافظ). البدایہ والنھائیہ. بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۶ء۔
- ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل بن عمر دمشقی (حافظ). صحیح السیرۃ النبویہ. طبع اول. عمان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۸۰ء۔
- مقریزی، تقی الدین احمد بن علی. امتاع الاسماع بماللنبی من الاحوال والامول. بیروت: دار الکتب العلمیہ

- ندوی، علی ابوالحسن (مولانا). مقالات حول السیرۃ النبویہ. طبع اول. بیروت: دارابن کثیر، ۲۰۰۲ء.
- نمیری، ابوزید عمر بن شتہ. اخبار المدینہ. بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء.
- واقدی، ابوعبد اللہ محمد بن عمر بن واقد (امام). کتاب المغازی. بیروت: عالم الکتب.
- ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری. السیرۃ النبویہ. طبع دوم. مصر: مکتبہ مصطفی، ۱۹۸۳ء.
- یاقوت، شہاب الدین بن عبد اللہ حموی (متوفی: ۶۲۶ھ). معجم البلدان. بیروت: دار صادر، ۱۹۹۵ء.

کتب فقہ

- زحیلی، وھبہ بن مصطفی (ڈاکٹر). فقہ الاسلامی وادلتہ. طبع چہارم. دمشق: دارالفکر، ۲۰۱۱ء.
- زحیلی، وھبہ بن مصطفی (ڈاکٹر). آثار الحرب. بیروت: دارالفکر، ۲۰۰۱ء.
- سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الأئمہ (امام). المبسوط. بیروت: دارالمعرفہ، ۱۹۹۳ء.
- شوکانی، محمد بن علی (امام). فتح القدیر. طبع دوم. بیروت: مکتبہ معرفہ، ۱۹۸۶ء.
- قاضی، ابویوسف یعقوب بن ابراہیم. کتاب الخراج. بیروت: دارالمعرفہ، ۱۹۷۹ء.
- ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد بن قدامہ دمشقی حنبلی (امام). المغنی. مصر: مکتبہ قاہرہ، ۱۹۷۹ء.
- کاسانی، ابوبکر بن مسعود بن احمد. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع. طبع دوم. بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء.
- مالکی، شمس الدین محمد بن محمد (امام). مواہب الجلیل لشرح مختصر الخلیل. بیروت: دارالفکر، ۱۹۹۸ء.
- نووی، ابوزکریا محیی الدین یحی بن شرف (امام). روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین. دمشق: مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۹۱ء.

کتب اللغۃ

- ابراھیم مصطفی واحمد زیات. المعجم الوسیط. طبع دوم. قاہرہ: دارالدعوہ، ۲۰۱۲ء.
- جزائری، نورالدین (شیخ). الفرق اللغویہ. بیروت: موسسہ النشر الاسلامی
- حموی، احمد بن محمد. المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر. بیروت: مکتبہ علمیہ.
- ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا. معجم مقاییس اللغۃ. بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۰ء.
- ہنداوی، ابوالحسن علی بن اسماعیل مرصی. المحکم والمحیط الاعظم. بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۰ء.

کتب اردو

- احمد، حمید (مولوی). تاریخ جمہوریا روما. حیدرآباد دکن: دارالطبع جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۶ء.

- اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور. ناشر: قومی اسمبلی پاکستان. ص ۴۲
- حکیم، محمود احمد ظفر. پیغمبر اسلام اور تجارت. طبع اول. لاہور: بیت العلوم، ۲۰۰۶ء.
- حکیم، محمود احمد ظفر. معیشت و اقتصاد کا اسلامی تصور. طبع اول. لاہور: دارالاشاعت، ۲۰۰۶ء.
- حمید اللہ، (ڈاکٹر). پیغمبر اسلامؐ. لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۳ء.
- حمید اللہ، (ڈاکٹر). رسول اللہ کی حکمرانی و جانشینی. لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۳ء.
- ڈار، عبد الحمید. اسلامی معاشیات. لاہور: علمی کتب خانہ.
- عثمانی، شفیع (مفتی). اسلام کا نظام تقسیم دولت. کراچی: ادارہ المعارف.
- عمری، ضیاء (ڈاکٹر). سیرت رحمت عالمؐ. لاہور: دارہ نشریات.
- غفاری، نور محمد. نبی کریمؐ کی معاشی زندگی. طبع دوم. اسلام آباد: مکتبہ ابوذر غفاری، ۱۹۹۹ء.
- قرضاوی. یوسف (علامہ). اسلام میں حلال و حرام. لاہور: دارالابلاغ پبلشرز، ۲۰۱۳ء.
- مرتضی انجم، بین الاقوامی امن معاہدے. لاہور: ادارہ تحقیقات، ۲۰۰۵ء.
- مودودی، ابوالاعلی. معاشیات اسلام. لاہور: اسلامک پبلیکیشنز.
- ندوی، شاہ معین الدین. سیر صحابہ. کراچی: دارالاشاعت.
- ہاشمی، سید (مولوی). تاریخ یونان. حیدرآباد دکن: مطبوعہ دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عام، ۱۹۱۹ء.

اخبار و رسائل:

- احمد سلیم، (ڈاکٹر). "پاک بھارت تجارتی تعلقات". روزنامہ نوائے وقت. (۶ فروری ۲۰۱۷ء). ص ۷.
- بلوچ، لیاقت. "زراعت". روزنامہ پاکستان. (۳ فروری ۲۰۱۵ء). ص ۶.
- جاوید چوہدری. "اقتصادی راہداری منصوبہ". روزنامہ ایکسپریس. (۱۵ پیر، جنوری ۲۰۱۶ء). ص ۴.
- زاہد الراشدی، (مولانا). "مسئلہ سود". روزنامہ اوصاف. (۲۹ جون ۲۰۰۲ء). ص ۵.
- عمری، جلال الدین، (مولانا). "اسلامی ریاست اور بین الاقوامی معاہدے". سہ ماہی رسالہ، جلد: ۴، شمارہ: ۱۸، علی گڑھ.

کتب انگلش

Akmal, Hussein.Pakistan The struggle Within: Growth, Power and Poverty.India:Pearson Education LTD,2009.

Danyy Danziger, John Gillingham. 1215:The Year of Magna carte.New York:Simon and Schuster.

Faze, Karin khan. A Geography of Pakistan: Environment, People and Economy. London:Oxford University press,1991.

Gbenga, Oduntan. International Law and Boundary Disputes in Africa.London: Routledge Taylor&Francis Group.

Hamden, Tata.Tell es-Sultan.Ramallah: UNESCO Office,2007.

Iftikhar, Ahmad.National finance commission in Pakistan: A Historical perspective. Islamabad: Pakistan Institute of Development Economics, 2007.

James, Whnbrandt.A Brief History of Pakistan.New York:an Imprint InfoBase Publishing,2009.

Lassa, Oppenheim.International Law:A Treaties.CAMBRIDG:The Law Book Sc- Exchange Ltd,1920.

Uma,A Segal.Immigration worldwide.London: Oxford University press,2010.

ویب سائٹ

Ministry of Finance,05-01-2017,09:45am,privatisation.gov.pk/urdu/?page_id=187،

Ministry of commerce,16-12-2016, 11:45am,<www.commerce.gov.pk/?page_id=192

Ministry of planning development and reform,18-12-2016,08:45pm<www.cpec.gov.pk>

Same,M. The pharaoh who made peace with his enemies.(www.arabworldbooks.com

U.S.Agency for International Development Pakistan ,25-12-2016, 10:45am,<www.usaid.gov/pakiatan>